SEEKERS AFTER GOD.

The lives of Seneca, Epictetus and Marc Aurelius.

BY VEN. F. FARRAR D. D. DEAN OF CANTE[illegible]

Reprint from Taraqqi 1911.

طالبانِ حق
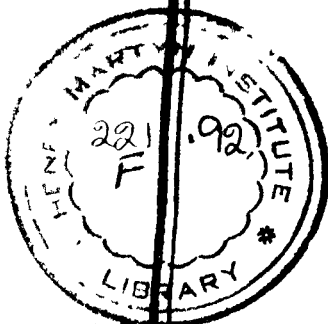
کتاب ڈین آف کنٹربری وِنریبل جناب ایف۔ فیرر۔ ڈی۔ ڈی

کی مشہور کتاب "سیکرس آفٹر گاڈ" کا ترجمہ ہے

اِس میں

سنیکا۔ ایپک ٹیٹس اور مرکس اوریلیس جیسے روم کے مشہور

فلاسفر کی زندگی کے دلچسپ واقعات اور نصیحت آمیز اقوال درج ہیں

پنجاب ریلیجس بک سوسائٹی

انارکلی لاہور

۱۹۱۱ء

قیمت ۹/

P. R. B. S. Lahore; Reg. No. 1578. ۱۱۰۰

غلام قادر سیٹھی پرنٹر لاہور کی معرفت
نول کشور پریس لاہور میں چھپا

طالبانِ حق

پہلی فصل

حکیم سنیکا

لڑکپن اور خاندان

سنیکا کی پیدائش کی صحیح تاریخ معلوم نہیں ہے۔ لیکن گمان غالب ہے کہ
عیسوی کے آغاز سے سات سال پیشتر واقع ہوئی تھی۔ اس شخص کی زندگی کے
لعہ میں عجیب قسم کی گہری اور سنجیدہ دلچسپی پیدا ہو جائیگی۔ اگر ہم اس بات کو یاد رکھیں
پُرآشوب اور اخلاق سے ناآشنا زمانہ میں اس کی طفلی کا عالم گزرا۔ وہ وہی زمانہ تھا
مسیح ملک فلسطین میں بنی آدم کو اپنی تعلیم سے مالا مال کر رہا تھا +

وہ عظیم و پیچیدہ مسائل جن کی تحلیل کے لئے سنیکا برسوں سے سخت دماغ سوزی
کام لے رہا تھا۔ اور جو مدت سے اُس کی طبیعت کی پریشانی اور اضطراب کے
ث ہو رہے تھے۔ ایک دور افتادہ ملک میں ایسی قوم کے وسیلے سے حل پذیر
ئے۔ جن کے عقیدے اور طرز معاشرت کو وہ نظر حقارت سے دیکھتا تھا۔ جس
نہ میں وہ اپنے خانہ زاد غلام کی زیر حفاظت شہر رومہ کے بازاروں سے جو
ثت الملوکی کے سبب سے خطرناک اور غدار بنے ہوئے تھے۔ مدرسہ کو
کرتا تھا۔ اُس زمانہ میں پطرس اور یوحنا چھوٹے چھوٹے لڑکے تھے۔ اور

صفحہ ۲ پر

جھیل تبریاس کے کناروں پر مچھلیاں پکڑنے میں مشغول رہتے تھے۔ جب سنیکا اپنے اُستاد اٹالوس (Attalus) کے جو ایک اسٹوئک[2] فیلسوف تھا زیر نگرانی کمال شوق سے تعلیم حاصل کر رہا تھا۔ اس وقت پولوس دلسوزی اور تندہی سے گملیل[3] کے قدموں میں بیٹھکر دینیات کی تربیت پا رہا تھا۔ سنیکا کی شہرت نصف النہار پر پہنچنے سے بہت مدت پیشتر جسکے حصول میں اسے ہزار ہا مصائب اور دشواریوں سے دوچار ہونا پڑا تھا۔ وہ شخص مصلوب ہوا تھا۔ جس کی ذات بابرکات سے وہ بالکل ناآشنا تھا۔ اور جس کی قدرت اور توسّط سے ہم ابدی راحت اور سُکھ حاصل کر سکتے ہیں +

جب وہ دو برس کا تھا تو اُس کے والدین کارڈوا واقع ہسپانیہ سے شہر رومہ کو چلے آئے۔ دیکھنے میں آتا ہے کہ جن لوگوں کو شہرت اور تفوّق حاصل کرنے میں کامیابی ہوئی ہے۔ اوائل عمر میں طرح طرح کے امراض میں مبتلا رہتے تھے۔ یہی حال سنیکا کا تھا۔ جو لڑکپن اور عالم شباب کو پہنچنے سے قبل دائم المریض تھا۔ وہ ایک مہلک مرض کا خود ذکر کرتا ہے۔ جس سے اسے اپنی خالہ کی تیمارداری کے سبب سے رفتہ رفتہ شفا حاصل ہوئی تھی۔ تمام عمر اسے دمہ کی سخت شکایت رہی۔ جسے وہ تمام امراض کا ذاتی تجربہ حاصل کرنے کے بعد سب سے بڑی بیماری قرار دیتا ہے۔ ایک مرتبہ مرض نے ایسا زور پکڑا اور اسے اتنی شدید تکلیف ہوئی۔ کہ وہ خودکشی پر آمادہ ہو گیا۔ مگر اپنے والد کی خاطر سے

---

[1] خداوند مسیح کے بارہ حواری تھے جن کے نام یہ ہیں۔ پطرس اور اس کا بھائی اندریاس۔ یعقوب اور اس کا بھائی یوحنا فیلبوس۔ بارتھولما۔ تھوما۔ متی۔ جیمز ولد الفیاس۔ تھڈیاس۔ شمعون کنعانی۔ اور یہوداہ اسکریوتی۔ ان میں پطرس اور یوحنا بڑے مشہور ہیں۔ جنہوں نے غیر ملکوں میں جا کر مسیحی مذہب پھیلایا۔ اول الذکر بڑا سرگرم اور پرجوش رسول تھا۔ پولوس رسول سب رسولوں میں بڑا سمجھا جاتا ہے۔ ابتدا میں یہ شخص عیسائیوں کا جانی دشمن تھا اور انہیں طرح طرح کی اذیتیں پہنچاتا تھا۔ لیکن قدرت و برکت الٰہی سے مسیحی ہو گیا۔ اور اس مذہب کی اشاعت میں تمام عمر مصروف رہا۔ اس کی کوششوں سے مسیحی مذہب سلطنت رومہ میں بہت پھیل گیا تھا +

[2] اسٹوئک فلسفہ یعنی اسٹوئسزم۔ یونان کے فیلسوف زینو نے ۳۰۰ قبل مسیح میں اس فلسفہ کی بنیاد ڈالی تھی۔ اسکے پیرو اسٹوئک کے نام سے مشہور تھے۔ زینو کی تعلیم یہ تھی کہ انسانی جذبات سے مخلصی حاصل کرو۔ خوشی اور رنج کے احساس سے پاک رہو۔ نیکی اور پاکیزگی اعلیٰ ترین خوبی ہے۔ اسکے حصول کے لئے جسقدر تکالیف برداشت کرنی پڑیں بلاشکوہ و شکایت جھیلو۔ اس فلسفہ کے مشہور بانیوں میں کلین طس۔ اور کری سپّوس کا نام بھی ہے +

[3] یہ ایک یہودی عالم متبحر اور فریسیوں کے طبقہ سے تھا۔ موسوی شریعت کا ایک نہایت جید فاضل تھا۔ پولوس رسول نے اپنے لڑکپن میں اسی بزرگ سے دینیات کی تعلیم حاصل کی تھی +

اس ارادہ سے باز آیا۔ اور اسکے کچھ عرصہ بعد بھی جب اُس نے جسمانی تکالیف سے تنگ آکر دوبارہ خودکشی کا قصد کیا۔ تو صرف اپنی بیوی کی محبت کے سبب سے اس پر عمل پیرا ہوتے ہوتے رہ گیا۔ سنیکا نے اپنی زندگی کے باقیماندہ دُکھ بھرے دن مطالعہ جات او غور و فکر میں بسر کئے تھے +

سنیکا نے اپنے عالم طفولیت کے واقعات میں صرف اسی موذی اور درد انگیز مرض کا ذکر کیا ہے۔ اور کوئی دلچسپ امر مذکور نہیں کیا ہے۔ سلف کے مصنفین اور نیز شعرا اپنی زندگی کے اوائل کے حالات کا جھوٹوں بھی ذکر نہیں کرتے ہیں۔ اگر کہیں بھولے بھٹکے سے کرتے بھی ہیں۔ تو نہایت سرسری طور پر۔ ان کی اس عجیب طرز عمل کی وجہ دریافت کرنے میں ہمیں چاہے کامیابی ہو یا نہ ہو۔ مگر یہ امر بالکل یقینی ہے کہ وہ اپنے بچپن کے حالات رقم کرنے میں دانستہ گریز کرتے تھے۔ زمانہ حال میں شاید ہی کوئی ایسا شاعر ہوگا جو اپنے لڑکپن کے قابل یاد اور خوشگوار واقعات کا خوش دلی سے ذکر نہیں کرتا۔ مگر زمانۂ قدیم میں ایسا ایک بھی شاعر نہ ملیگا۔ جس نے اس بحث پر باقاعدگی سے کچھ لکھا ہو۔ یا اپنے عالم طفلی کے سوانح کا چرچا کسی خوشگوار پیرایہ میں کیا ہو۔ لڈگیٹ[1] سے لیکر ٹینی سن[2] تک جتنے شاعر گزرے ہیں۔ انہوں نے بلا استثنا لڑکپن پر نظمیں لکھی ہیں۔ اور طرح طرح کے مضمون باندھے ہیں۔ اور عالم طفلی کے نوخیز جذبات اور تمناؤں کا ذکر کیا ہے۔ اور یہ دکھایا ہے کہ معمولی درخت لڑکوں کو آسمان سے باتیں کرتے ہوئے معلوم ہوتے ہیں۔ قوس قزح کو دیکھکر ان کے دل فرط انبساط اور کثرت شادمانی سے بلّیوں اوپر اچھلتے ہیں۔ تیتریوں کو پکڑنے کے لئے وہ بڑے شوق سے ان کا تعاقب کرتے ہیں۔ اور اسی قسم کے امور کا جو لڑکوں کے بچپن کے مشاغل تفریح ہیں۔ زمانہ حال کے شعرا نے بڑی خوبی سے دلفریب پیرایہ میں ذکر کیا ہے۔ گو یہ باتیں

---

[1] جان لڈگیٹ ۱۳۷۵ء میں پیدا ہوا۔ اور ۱۴۶۱ء میں انتقال کیا۔ ہنری ہشتم کے زمانہ میں ایک خانقاہ کا مہنت اور شاعر تھا۔ زمانہ وسطےٰ کے مشہور شاعر جیوفری چوسر کا جانشین تھا +

[2] لارڈ الفریڈ ٹینی سن سنہ ۱۸۱۰ء میں پیدا ہوئے اور سنہ ۱۸۹۳ء میں رحلت کی۔ دربار انگلستان کے شاہی شاعر تھے۔ اپنے زمانہ کے نہایت ممتاز اور اعلےٰ پایہ کے شاعر تھے۔ آپ فطرت انسانی سے خوب واقف تھے اور سچائی کا نہایت پاکیزہ اور شستہ پیرایہ میں اظہار کیا کرتے تھے۔ "ان میموریم" "کوئین میری" وغیرہ مشہور تصانیف ہیں +

بہت ہی معمولی قسم کی ہیں۔ مگر شاعرانہ تخیل اور دلاویز بیان سے بہت ہی مزیدار اور پر لطف ہوگئی ہیں۔ ہر ایک شاعر کے گیتوں میں ان کا تذکرہ موجود ہے +

لیکن کیا وجہ ہے کہ زمانۂ قدیم کا تمام ادبیات ان باتوں میں بالکل تہیدست ہے۔ کیا باعث ہے کہ رومہ اور یونان کے شعرا کو زندگی کا ابتدائی حصہ جو اس قدر "فطری راحت اور برکت" سے لبریز ہے۔ خالی از لطف معلوم ہوتا ہے اور اسکی کوئی بات ذکر کے قابل نظر نہیں آتی؟ کیا سبب ہے کہ سسرو[۱]۔ ورجل[۲]۔ اور ہوریس[۳] جیسے جید اور غیر فانی مصنفین جو روزمرہ کی زندگی کے واقعات کو ایسے دلچسپ انداز سے بالتفصیل بیان کرتے ہیں۔ اپنی ماؤں کے خواص پاکیزہ اور اوصاف حمیدہ کا کوئی ذکر نہیں کرتے ہیں"؟

ان سوالات کا جواب شافی دینے کے لئے ایک جامع اور مطول مضمون لکھنے کی ضرورت لاحق ہوگی۔ جس میں زمانۂ قدیم اور زمانۂ حال کی معاشرت کے اختلافات اور امتیازات دکھانے پڑینگے۔ اور مصنف نفس مضمون سے بھٹک کر کہیں سے کہیں جا پہنچیگا۔ اس موقع پر صرف اسی قدر کہنا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اسلاف بچوں سے بڑی بے اعتنائی اور لاپروائی کا سلوک روا رکھتے تھے۔ جس کے سبب سے ان کے لئے بچپن کا زمانہ ایسا خوشی و راحت کا زمانہ نہ تھا۔ جیسا زمانہ جدید میں دیکھنے میں آتا ہے

---

[۱] سنہ ۱۰۶ قبل مسیح میں پیدا ہوا تھا۔ ایک رومی سردار (نائٹ) کا بیٹا تھا۔ رومہ کا مشہور فلاسفر اور سیاست مدن کا ایک بڑا عالم تھا۔ فن فصاحت و بلاغت میں اس سے بڑا کوئی مقرر رومہ میں نہیں گزرا ہے۔ ابھی لڑکا ہی تھا کہ جنگ مارس میں شریک ہونا پڑا۔ سنہ ۷۵ قبل مسیح میں سسلی کا صوبہ مقرر ہوا۔ اپنی فصاحت کے زور سے بہت جلد مشہور ہوگیا اور اپنے واسطے ایک وقیع جگہ حاصل کرلی۔ سنہ ۷۹ قبل مسیح میں یونان کو نقل مکان کیا۔ مگر جلد بلا لیا گیا۔ جولیس سیزر اور پامپی کے جھگڑے کے وقت موخر الذکر کے ساتھ شریک ہوگیا۔ مارک انٹونی کا دشمن تھا۔ جس کی شہ سے وہ سنہ ۴۳ قبل مسیح میں ایک شرمناک سازش کے وسیلے سے مارا گیا +

[۲] ورجلیس پبلیس مارو ورجل روم کا ایک بہت مشہور شاعر تھا جس نے رزمیہ نظم لکھکر غیر فانی شہرت حاصل کرلی تھی۔ سنہ ۷۰ قبل مسیح میں پیدا ہوا تھا۔ شہنشاہ اس کا بڑا مربی تھا۔ اس نے "ہسیڈ" کے علاوہ دو ایک اور مشہور نظمیں بھی لکھی ہیں۔ جو لطافت بیان اور نزاکت فکر اور حسن ادا کے لئے یکتا ہیں۔ سنہ ۱۹ قبل مسیح میں انتقال کیا +

[۳] ہوریشس کوئنٹس فلیکس ہوریس سنہ ۶۵ قبل مسیح میں پیدا ہوا اور سنہ ۸ قبل مسیح میں انتقال کیا۔ روم کا ایک بہت مشہور شاعر۔ شہنشاہ آگسٹس کا منہ چڑھا اور ورجل کا ہمعصر تھا۔ اسکی نظم ادبیات قدیمہ میں سب سے زیادہ مقبول عام ہے +

جب کسی یونانی یا رومی گھرانے میں کوئی بچہ پیدا ہوتا۔ تو کسی قسم کی خوشی کا اظہار نہ کیا جاتا۔ جب وہ پہلے پہل باپ کے سامنے لایا جاتا۔ اگر وہ اسے اٹھاکر گود میں لے لیتا۔ تو بچہ خاندان کا ممبر سمجھا جاتا۔ اور اگر وہ التفات ہی نہ کرتا تو اس کی قسمت کا فیصلہ وہیں ہو جاتا۔ یعنی دائی بچہ کو اٹھاکر بستی سے دور جنگل میں چھوڑ آتی۔ جہاں وہ یا تو درندوں کا لقمہ بن جاتا۔ یا اگر کوئی خداترس راہگیر ادھر آنکلتا۔ تو اسے اٹھاکر اپنے گھر لے جاتا۔ اگر یہ نہ ہوتا تو بچہ سات آٹھ برس تک زنانخانہ کے اندر رکھا جاتا۔ باپ بہت کم اسے پیار کرتا یا اپنی گود میں اٹھاکر کھلاتا۔ محبت کا برتاؤ اس کے ساتھ نہ ہوتا تھا۔ اس کی تفریح اور دل بہلاؤ کے لئے کسی قسم کا سامان بہم نہ پہنچایا جاتا۔ جبتک وہ بالکل بالغ نہ ہو جاتا۔ اس کی موت اور زندگی کا مالک مختار اس کا باپ تھا۔ اسے کسی قسم کی آزادی اور کسی قسم کے حقوق حاصل نہ تھے جس کے سبب سے وہ نہایت کس مپرسی کی حالت میں رہتا تھا۔ اُس زمانہ کے لوگ اپنی شخصی زندگی کو بڑی بیقدری کی نظر سے دیکھتے تھے۔ انکی فطرت ایسی تھی کہ اپنے ذاتی فوائد اور نج کے حقوق کو جمہوری فلاح اور حکومت کی بہبود عامہ پر فائق سمجھتے تھے۔ اور انہیں بڑی خوشی سے قربان کر دیتے تھے۔ اس واسطے اپنی نج کی زندگی سے کوئی خاص دلچسپی نہیں رکھتے تھے۔ ان کی نظروں میں زیست عام یعنی حکومت کی زندگی سب کچھ تھی۔ خانگی زندگی یعنی نج کی معاشرت انکے نزدیک کوئی حقیقت نہیں رکھتی تھی۔ خانگی راحت و آرام مجلسی دلبستگیوں اور اہل وعیال کے ساتھ رہنے سہنے سے جو شادمانی اور لطف حاصل ہوتا ہے۔ اُس کی وہ کچھ قدر نہیں کرتے تھے۔ لڑکپن میں یہ اُمید لگائی جاتی تھی کہ عالم شباب میں خوشی اور شادمانی کا زمانہ آئیگا۔ اس لئے جب وہ جوان ہو جاتے۔ تو اپنے لڑکپن کو بالکل یاد نہیں کرتے تھے۔ کیونکہ وہ ہر طرح کی خوشیوں سے مُعرّا تھا۔ اگر سنیکا کی تصانیف کا قدیم زمانہ کے مصنفوں سے مقابلہ کیا جاوے تو ظاہر ہو جائیگا کہ وہ ایک نئے رنگ میں رنگا ہوا ہے۔ زمانۂ حال کے مصنفوں کی تصنیفات میں جو خصوصیات پائی جاتی ہیں۔ وہی سنیکا کی کتابوں میں بھی نمایاں اور مبیّن ہیں۔ وہ اپنی والدہ کو محبت بھرے لفظوں میں مخاطب کرتا ہے۔ اور اپنے لختِ جگر اور نور نظر کا ایسے ڈھنگ سے ذکر کرتا ہے کہ پڑھنے سے رِقّت

طاری ہوتی ہے۔ اور دل پسیجتا ہے۔ اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جوش محبت سے
اس کے دل میں ایک سیلاب اُمنڈا چلا آتا ہے +

ایک اور قابل غور امر یہ ہے کہ ہم اس بات کے قائل ہیں کہ سیرت انسانی کی
نشو و نما کا دار و مدار اخلاقی قوانین کی پہچان اور پیروی پر منحصر ہے۔ یا یوں کہیں کہ سیرت
اُس جدّ و جہد سے کمال کو پہنچتی ہے جو نفسانی حظ اور فرائض کے درمیان ہوتی رہتی
ہے۔ کبھی نیکی کرنے کی خواہش اور کبھی بدی کی آزمائش غالب آتی ہے اور جیسا ہم نے
کہا۔ زمانۂ حال کے اہل الرّائے کے نزدیک یہ جنگ و جدل انسان کی خصلت کے لئے
نہایت ضروری ہے۔ مگر اہلِ سلف کا تصوّر اخلاق ہمارے خیال سے بالکل مختلف تھا
ان کا اخلاقی ذمّہ واری کا اعتقاد بھی ایسا اعلیٰ اور درست نہ تھا۔ اور نہ ہمارا
ادراک ایسا لطیف و ارفع تھا۔ جن گناہوں کو ہم سختی سے معتوب کرتے ہیں۔ وہ انکے
خلاف ملائم لہجہ میں اظہار ناپسندیدگی کرتے تھے۔ اور جن بدکاریوں سے ہم ایسی
گہری نفرت رکھتے ہیں۔ وہ ان سے اتنی تھوڑی گھن رکھتے تھے۔ کہ ہم خیال نہیں
کرسکتے کہ وہ لڑکپن میں اُن پیچیدہ اور لاینحل خیالات کو جو فرائض انسان کے نام سے
مشہور ہیں بخوبی سمجھتے تھے۔ اور اُن قوانین و قیود سے جو ایک کامل اخلاقی ہستی
کی چہار رُخی نشو و نما کے لئے لازمی ہیں کماحقہٗ واقفیت حاصل کر لیتے تھے۔ کیونکہ اعلیٰ
شخصی ترقی کے واسطے ان امور سے آشنا ہونا لابدی ہے +

اس واسطے ہمارے پاس نہ تو ایسا مصالح موجود ہے اور نہ وہ وسائل حاصل
ہیں جن سے کام لیکر سنیکا کے لڑکپن کے حالات کی ایک روشن اور مکمّل تصویر بنا سکیں
لیکن جو کچھ قرائن سے پایا جاتا ہے اور جو کچھ اُس کے خاندان کے چلن کی بابت ہمیں
معلوم ہے۔ اس سے ہم یہ نتیجہ بآسانی اخذ کرسکتے ہیں۔ کہ وہ نہایت خوش نصیب تھا۔
سنیکا کا خاندان متموّل اور بہت فارغ البال اور ذی عزت تھا۔ ان کا مذاق شستہ
و پاکیزہ اور سب مشاغل علمی کے دلدادہ۔ ان کا چلن اعلیٰ و افضل۔ اور ان کے
اطوار دل کو گرویدہ کرنے والے تھے۔ خاندانی تموّل اور آسودگی کے طفیل سے وہ
معاش کی طرف سے مستغنی اور بے فکر تھے اس لئے بڑے آرام اور آزادی سے

مطالعہ میں مشغول رہتے تھے۔ حالانکہ ان کے ہمعصر اور ہم پیشہ لوگ روزی کی فکر میں سرگرداں پھرا کرتے تھے۔ جس سے ان کی راہِ ترقی میں ایک رُکاوٹ حائل ہو گئی تھی۔ انہوں نے اپنے رتبہ اور اپنی شائستگی کی بدولت اُن اشخاص سے دوستانہ تعلقات پیدا کر لئے تھے۔ جو رومی حلقوں میں معزز اور ذوالاقتدار سمجھے جاتے تھے۔ اپنی طرزِ معاشرت کی پاکیزگی اور شرافت کے سبب سے اُس اوباش گروہ کی صحبت مذموم سے دُور رہے جن کی علانیہ بدکاریوں اور بے انتہا عیاشیوں کے لئے اُس زمانہ کی دُنیا کا صدر یعنی شہر رُدم بدنام تھا +

سنیکا فلاسفر کے والد بزرگوار کا نام نامی مارکس ریناس سنیکا تھا۔ اس کی نسبت ہمیں بہت تھوڑی باتیں معلوم ہیں۔ وہ فنِ فصاحت کا ایک مشہور استاد تھا۔ اُس نے اپنے بیٹوں اور شاگردوں کے لئے اپنے فن کی چند مشقیں تیار کی تھیں۔ جو اب تک موجود و محفوظ پائی جاتی ہیں۔ اُن میں کئی تاریخی اور بعض خیالی مباحث پر بڑی بلاغت سے بحث کی گئی ہے۔ اس کے مطالعہ سے صرف اتنا فائدہ ضرور ہوتا ہے کہ انسان کی قوّت استدلال تیز اور قوی ہو جاتی ہے۔ اسکی یاد بڑی زبردست تھی۔ دو ہزار الفاظ سُننے کے بعد بالترتیب ان کا اعادہ بلا تکان کر دیا کرتا تھا۔ الغرض بڈّھا سنیکا ایک آسودہ حال دُنیادار عقلمند اور بڑا معاملہ فہم شخص تھا۔ وہ تقریر کرنے میں اعلےٰ مہارت رکھتا تھا۔ اسے خیالی باتوں سے سخت نفرت تھی۔ وہ ہر ایک بات میں اپنا فائدہ مدِّنظر رکھتا تھا +

سنیکا کی ماں کا نام ہِل وِیہ تھا۔ جو کچھ اس کی تعریف میں لکھا ہے۔ اگر اسے معتبر سمجھا جاوے۔ تو ہم یہ خیال کرینگے کہ وہ کوئی معمولی قسم کی عورت نہ تھی۔ اگر اُس کا شوہر علم و حکمت سے اس قدر متنفّر نہ ہوتا۔ تو وہ ان دونوں میں اعلےٰ دسترس حاصل کر لیتی۔ کیونکہ اُس نے تھوڑے ہی عرصہ کے مطالعہ سے علم میں بہت ترقی حاصل کر لی تھی۔ مگر اس کی ذہانت و فراست ایسی اعلےٰ نہ تھی جیسی اس کی شرافت نفسی اور عالی حوصلگی تھی۔ اُس زمانہ کی اور عورتیں اپنے لڑکوں کو اس سبب سے عزیز رکھتی تھیں۔ کہ ان کی اقبالمندیوں سے اُن کی دلی تمنائیں بر آتی تھیں۔ اور ان کی کمائی ہوئی

دولت سے اپنے حوصلے پورے کرتی تھیں۔ مگر ہل وِیہ اپنے بیٹوں کو اس وجہ سے پیار کرتی تھی کہ وہ اس کے جگر کے پارے اور کلیجے کے ٹکڑے تھے وہ انہیں سب چیزوں سے زیادہ عزیز رکھتی اور زر و جواہر ان پر تصدق کرنے میں تامل نہ کرتی۔ ان کی پیدا کی ہوئی دولت اپنے مصرف میں کبھی نہیں لاتی۔ ان کے ورثہ ترکہ کا بڑی خود غرضی سے خود اہتمام کرتی تھی۔ اور اسے اپنے کام میں لانا حرام سمجھتی تھی۔ بلکہ اپنا نج کا روپیہ خرچ کر کے انہیں اعلےٰ عہدوں پر پہنچانے کی کوشش کیا کرتی تھی۔ وہ اپنے زمانے کی بُرائیوں اور خرابیوں کے اثر مذموم سے بے لوث تھی۔ رومی عورتوں میں پاکدامنی اور عصمت عنقا تھی۔ عیاشی کی وہ گرم بازاری تھی کہ اس کا انسداد انسانی عقل و فہم سے بعید تھا۔ مگر ہل وِیہ کا دامنِ عصمت و اخلاق بالکل بے داغ تھا۔ وہ زر و جواہر کو حقیر سمجھتی تھی۔ وہ اپنے جوان بیٹوں کے سامنے نوعمر عورت معلوم نہیں ہوتی تھی۔ تاہم وہ اس امر سے شرمندہ نہ ہوتی۔ ایک مرتبہ سنیکا نے ایام جلاوطنی میں اپنی ماں کا حوصلہ بڑھانے کو لکھا: "آپ نے اپنے چہرے پر اخروٹ[1] کا رس کبھی نہیں لگایا ہے۔ اپنا دل خوش کرنے کے لئے وضعدار لباس کبھی نہیں پہنا ہے۔ آپ کا زیور وہ حسن تھا جسے عمر برباد نہیں کر سکتی۔ آپ کا مایۂ ناز اور سرمایۂ افتخار وہ اعلےٰ عفت و پاکیزگی ہے جو سب پر عیاں ہے۔" ٹینی سن کہتا ہے:۔ خوش نصیب ہے وہ شخص جس کی ایسی ماں ہو! عورت ذات کی پاکیزگی عصمت کا خیال اس کی فطرت میں خمیر کی طرح جاگزین ہے۔ وہ نفس کو افضل و برتر بنانے والی باتوں کو بہت آسانی سے مان لیتا ہے۔ یہ ممکن ہے کہ وہ نیکی کی راہ سے بھٹک کر کسی قابل الزام حرکت کا مرتکب ہو۔ مگر ناپاک چیزوں کا اثر صرف اس کے بدن ہی پر ہوگا۔ اور اس کی روح تمام آلائشوں سے پاک صاف رہیگی۔"

سنیکا کی ماں ہی ایک ایسی شریف النفس نیک بخت عورت نہ تھی۔ جسکی پاکیزہ خصلت کا اُسکے بچپن پر ایسا گہرا اثر پڑا تھا۔ بلکہ اسکی خالہ کی ذات کا جو بیماری میں اُسکی

[1] رومی عورتیں جو وضعداری کی دلدادہ تھیں اپنے چہروں پر کئی قسم کے غازے لگایا کرتی تھیں جس سے انکی رنگت نکھر جاتی تھی۔ اور حسن دوبالا۔ اس قسم کی چیزوں کا استعمال عام تھا۔ مگر سنیکا کی ماں ایسی لغویات سے متنفر تھی۔

تیمارداری کرتی تھی۔ بہت نیک اثر پڑا تھا۔ اُس کے خصائل پسندیدہ اور پاک خوبیوں نے سنیکا کے دل کو تسخیر کر لیا تھا۔ وہ لکھتا ہے کہ جب اُس کا شوہر مصر کا گورنر تھا۔ تو اُس نے گورنروں کی بیویوں کی سی چال اختیار نہیں کی تھی۔ تو بھی اُس کی اسی قدر توقیر ہوتی تھی جس قدر اُن عورتوں کی صحبت سے اجتناب کیا جاتا تھا۔ اور وہ قابل نفرین سمجھی جاتی تھیں۔ اُس زمانہ میں گورنروں کی بیویاں طرح طرح کی افترا پردازیوں اور عشوہ گریوں میں ایسی مشغول رہتی تھیں۔ اور اُن کی حرص و ہوس بیرحمی کے درجے تک پہنچکر ایسی ناقابل برداشت ہوگئی تھی۔ کہ سینٹ میں ایک مرتبہ بڑی شد ومد سے اس امر پر بحث کی گئی۔ آیا گورنروں کو اپنی بیویاں ہمراہ رکھنے کی اجازت ملنی چاہئیے یا نہیں۔ مگر سنیکا کی خالہ ان تمام لغویات اور بُرائیوں سے مبرا تھی۔ وہ عام میں نہیں جاتی تھی۔ کسی غیر شخص کو اپنے گھر میں نہیں آنے دیتی تھی۔ وہ کسی شخص کی کسی بات کے لئے مرہون منت ہونا گوارا نہ کرتی اور نہ کسی پر احسان کرنے کی پروا کرتی تھی۔ ایسی اعلےٰ اور پاک صفتوں سے اُس نے اہل صوبہ کے دلوں کو مفتوں کر لیا تھا۔ طرفہ یہ کہ لوگ ذاتی طور پر اس کے ذاتی اوصاف سے بہت ہلکی واقفیت رکھتے تھے۔ تاہم اسے سبھی سراہتے تھے۔ اور یہ خواہش ظاہر کرتے کہ کاش باقی بلند مرتبہ عورتیں بھی اس کی تقلید کریں۔ گو مصر سخت قسم کے بہتان کا مصدر رہتا تھا۔ بایں ہمہ اسکی پاکدامنی پر کسی طرح کا دھبہ نہیں آیا۔ اور نہ اس کے برخلاف کسی قسم کے اتہام مشہور ہوئے تھے۔ جب دونوں میاں بیوی وطن کو واپس جارہے تھے۔ تو اثنائے مسافت بحر میں میاں کا انتقال ہوگیا۔ اُس زمانہ کی توہم پرستی کے مطابق جہاز پر لاشہ لاد کر سفر کرنا خطرناک سمجھا جاتا تھا۔ علاوہ ازیں طوفان کے سبب سے ان کا جہاز معرض خطر میں تھا۔ مگر اس عصمت مآب اور نیک بخت بی بی نے اپنے شوہر کے لاشہ سے اُس وقت تک جُدا ہونا گوارا نہ کیا جب تک کہ وہ خشکی پر پہنچکر مناسب رسوم کے ساتھ نہ گاڑا گیا۔ یہ عالی حوصلہ اور بلند ہمت عورتوں کے خواص ہیں۔ جو محبت اور عزت سنیکا کے دل میں اپنی خالہ کے لئے تھی۔ جس کی وجہ سے وہ اسے اس قدر سراہتا ہے۔ اسی قدر اُلفت اسکے دل میں بھی اپنے بھانجہ کے واسطے تھی۔ جس کا اظہار اُس نے اس طرح کیا

کیاکہ جب سنیکا پہلے پہل سرکاری ملازمت کے لئے اُمیدوار ہوا۔ تو وہ اپنی عزلت نشینی سے نکلی۔ اپنی ناآشنا مزاجی اور حجاب تھوڑی دیر کے لئے برطرف کر دیا۔ تاکہ حتی الامکان اپنے بھانجے کی کامیابی میں آسانیاں پیدا کرے۔ اس واسطے اُس کی خاطر عوام الناس کا ناشائستہ اور جاہلانہ سلوک برداشت کیا۔ اور اُس افراتفری اور قیل غپارہ کو بھی سہنا پڑا۔ جو رومہ کے بازاروں اور فورم میں اُن لوگوں کے حامیوں اور ساتھیوں نے برپا کر رکھا تھا جو ناجائز وسائل سے غیرواجب اثر و اقتدار حاصل کرنے کے بے طرح خواہشمند تھے۔ اور اپنے مقصد کے حصول کے لئے ناخنوں کا زور لگا رہے تھے ۔

سنیکا کے دو بھائی اور بھی تھے۔ جو عادات اور مزاج میں ایک دوسرے سے بالکل مختلف تھے۔ ایک کا نام مارکس اینایس نوائس تھا جو سب سے بڑا تھا۔ اور دوسرے کا لوشس اینایس میلا۔ جو سب سے چھوٹا تھا۔ مارکس نوائس تاریخ میں جونیس گلیو کے نام سے مشہور رہے۔ کیونکہ اسے ایک نامور فصیح وکیل نے جو اس کے باپ کا بڑا گہرا دوست تھا۔ اپنا متبنّٰے بنا لیا تھا۔ اعمال کی کتاب میں جس گلیو کا ذکر آیا ہے۔ وہ دراصل یہی شخص تھا۔ جو صوبہ اخایہ کا رومی گورنر تھا۔ عیسائیوں کے درمیان اس کی بے اعتنائی اور سہل انگاری ضرب المثل سمجھی جاتی ہے۔

جس معاملہ کے ضمن میں گلیو کا اعمال کی کتاب میں ذکر پایا جاتا ہے اس کی نسبت بھی بہت سی غلط فہمیاں پھیلی ہوئی ہیں۔ اسے "بے پروا گلیو" قرار دینا یا اسکی نسبت یہ کہنا کہ وہ مسائل مذہبی میں پرلے درجے کی بے پروائی ظاہر کرتا تھا۔ اس قصہ سے غلط مفہوم منسوب کرنا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہودی پولوس کی وعظ گوئی اور اسکی مساعی سے جو تبلیغ عیسویت کے متعلق کی جاتی تھیں بہت بیزار اور برانگیختہ ہوگئے تھے۔ چنانچہ وہ اسے پکڑ کر گلیو کی عدالت میں لے گئے۔ اور اس پر یہ الزام لگایا کہ وہ بدعت پھیلاتا ہے اور ایک ایسے طریق عبادت کی تلقین کرتا ہے جو شریعت موسوی کے سراسر منافی ہے اور جسکی کتب دینی سے پروانگی حاصل نہیں ہوسکتی پولوس اپنی صفائی پیش کرنا چاہتا تھا۔ مگر گلیو نے متکبرانہ انداز سے اسے باز رکھکر یہودیوں سے یہ کہا۔ اگر فی الحقیقت ظلم یا بڑی شرارت کی بات ہوتی۔ تو میں تمہاری شکایت

صبر اور توجہ سے سنتا۔ لیکن اگر یہ ایسا سوال ہے۔ جو لفظوں ناموں اور خاص تمہاری شریعت سے علاقہ رکھتا ہے۔ تو تم خود ہی نبٹ لو۔ میں ایسی باتوں میں منصف نہیں بننا چاہتا[۵۱]۔ یہ کہکر انہیں عدالت سے ایسی نخوت اور بے اعتنائی سے نکلوا دیا۔ جو رومی عمال یہودیوں اور ان کے مذہبی معاملات میں برتتے تھے۔ اور جو بعد میں فسٹس نے لامذہب اگرپّہ کے سامنے ظاہر کی تھی۔ یا اس سے پیشتر پنطیس پیلاطوس نے فتنہ انگیز فریسیوں سے روا رکھی تھی۔ یہودیوں کی اس سے بڑی ہیٹی ہوئی۔ اور وہ اپنا سا منہ لیکر چلے گئے۔ مگر یونانی بہت ہی خوش ہوئے۔ وہ بظاہر پولوس کے خیرخواہ تھے۔ ایکا کر کے یہودیوں کی ہیکل پر چڑھ گئے۔ اور ان کے سردار سوستھنیز کو پکڑ کر گورنر کے سامنے خوب زدوکوب کیا۔ گلیو خاموش بیٹھا دیکھا کیا۔ اور دم نہ مارا۔ حق یہ ہے کہ اتنے بڑے عالی مرتبہ حاکم کو اس بات کی کیا پروا تھی۔ کہ یونانی کسی یہودی کو پیٹ رہے ہیں۔ یا کسی اَور کو؟ اگر وہ کوئی ہنگامہ برپا کرتے اور دنگہ فساد کے مرتکب ہوتے۔ یا یہودی پولوس کے معاملہ کو دوبارہ اس کے سامنے لاتے۔ تو وہ ضرور متوجہ ہوتا۔ سوستھنیز یا چند یہودیوں کو سخت پٹتے دیکھکر وہ کب پروا کرنیوالا تھا! ایک شخص کے بیان کردہ چشمدید حالات پڑھکر ہم پر بخوبی روشن ہو جاتا ہے کہ رومی صوبہ کے صدر میں عدالتی کارروائی کس طریقہ سے ہوتی تھی۔ ہم چشم تصور سے دیکھتے ہیں۔ کہ رومی رئیس ایک شاندار چبوترہ پر بڑی شان و شوکت سے بیٹھا ہوا ہے اسکے بشرہ پر نخوت و تکبر اور غرور و خود بینی کی علامات ظاہر ہیں۔ اور اسکے پتلے نازک ہونٹوں میں بل سے پڑ رہے ہیں کیونکہ مرعوب و محکوم قوموں کے سامنے اور خصوصاً یہودیوں کے روبرو رومی حکام اپنے دبدبہ اور شوکت کو چھپا نہیں سکتے تھے۔ اگر سنیکا اپنی سیاحت مصر کے دوران میں سکندریہ کے یہودیوں سے دوچار ہوتا تو اسکے دل پر وہی اثر باقی رہ جاتا۔ جو ٹیسی ٹس[۵۲]۔ جونل[۵۳] اور سوٹونیئس[۵۴] نے بیان کیا ہے،

---

[۵۱] اعمال ۱۸: ۱۲-۱۶ + [۵۲] ٹیسی ٹس (کیئس کارنیلئس ٹیسی ٹس) مشہور رومی مورخ شہنشاہ نیرو کے زمانہ اول صدی مسیحی کے انجام میں گزرا ہے۔ اس کی تاریخی تصانیف نہایت مشہور اور قیمتی سمجھی جاتی ہیں۔ اس نے اہل جرمنی کے حالات لکھے ہیں۔ جو بڑی قدر و منزلت کی نظر سے دیکھے جاتے ہیں۔
[۵۳] جونل (ڈیسمس جونیس جونل) روم کا سب سے بڑا مشہور ہجوگو شاعر۔ وہ اقنم میں پیدا ہوا

اور یہ لوگ ان کا ذکر حقارت آمیز طریقہ سے کرتے ہیں۔ سینٹ آگسٹین[۱۵] نے سنیکا کی ایک کتاب الموسوم بہ "توہمات" میں سے ایک پیرہ اپنی کتاب میں نقل کیا ہے جس میں اُس نے یہودیوں کے مریدوں کی کثرت کا ذکر کیا ہے۔ اور بنی اسرائیل کو "ایک نہایت گناہگار قوم" کہکر پکارا ہے۔ یہ نرا گمان نہیں۔ بلکہ تسلیم کیا جاتا ہے کہ سنیکا نے پولوس سے ملاقات کی اور اس سے مسیحی مذہب کی تعلیم حاصل کی۔ لیکن جس واقعہ کا ہم نے پیچھے ذکر کیا ہے۔ اس سے یہ قیاس بالکل لچر اور نامعقول ٹھیرتا ہے۔ وہ موقع جب پولوس کو اس نامور رومی فلاسفر سے تعارف پیدا کرنے کا اتفاق ہوا ہوگا۔ یہی تھا۔ جب یہودی اسے کشاں کشاں اس کے برادر کلاں کی عدالت میں لے گئے تھے۔ نخوت اور بے پروائی کا جو سلوک اس کے ساتھ روا رکھا گیا۔ اور وہ طریقہ جس سے اسے اپنی صفائی پیش کرنے سے روکا گیا۔ اس سے ہم اچھی طرح اندازہ کرسکتے ہیں کہ سنیکا پولوس کے ساتھ کس قسم کا برتاؤ کرتا۔ اگر وہ ایک دوسرے سے ملاقات کرتے۔ اور یہ بھی قرین قیاس نہیں ہے کہ گلیو کے دل اور دماغ پر ایسے ادنےٰ ادنےٰ واقعات کا جو روزمرہ کی زندگی میں پیش آتے تھے ذرا بھی اثر باقی رہا ہو۔ جن میں سے پولوس اور یہودیوں کا تنازعہ فیمابین ایک ہے اور جس کے سبب سے اسے اتنی شہرت حاصل ہوئی ہے۔ یہ ممکن ہے کہ وہ پولوس کے نام سے بھی آشنا نہ ہو۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ اگر اسے کبھی پولوس کا خیال آیا بھی ہو۔ تو صرف بطور ایک پھٹے حالوں۔ کریہ منظر۔

(بقیہ حاشیہ) اور شہنشاہ ٹراجن کے عہد میں (سنہ ۱۳۰ء) میں انتقال کیا۔ یہ آخری رومی شاعر سمجھا جاتا ہے کیونکہ اسکی وفات کے ساتھ رومی شاعری بھی رخصت ہوگئی۔ [۱۴] سوٹونیئس (کیئس ٹرانکلس سوٹونیئس) رومی مورخ۔ وہ پلائنی خرد کا بڑا گہرا دوست تھا۔ سنہ ۷۰ء میں پیدا ہوا اور سنہ ۱۲۳ء میں انتقال کیا۔ شہنشاہ ایڈرین اس پر مہربان تھا اور اسے اپنا سیکریٹری مقرر کیا تھا۔ اُسکی مشہور تصنیف "اوّل بارہ شہنشاہوں کی زندگیاں" ہیں۔ [۱۵] سینٹ آگسٹین (سنہ ۳۵۴–۴۳۰ء) چوتھی پانچویں صدی مسیحی میں عیسائی کلیسیا کے ایک نہایت نامور اور مقتدر بزرگ و پیشوا تھے۔ ان کی ابتدائی زندگی بڑی بے اصولی اور غیر معین تھی۔ سنہ ۳۷۳ء میں شہر کارتھیج کو فن فصاحت سیکھنے گئے۔ جب وہاں سے فارغ ہوئے تو شہر روم میں اس علم کی تعلیم دینے لگے۔ بعد میں شہر میلان میں فن فصاحت کے پروفیسر مقرر ہوئے۔ جہاں سنہ ۳۸۶ء میں سینٹ امبروس کے اثر سے مسیحی مذہب قبول کرلیا۔ اسکے بعد خادم الدین مقرر ہوئے۔ رفتہ رفتہ ہپّو کے بشپ بن گئے۔ بڑے جید فاضل اور الٰہیات و دینیات کے مستند اُستاد سمجھے جاتے ہیں۔

منحنی اور مجذوب یہودی کے - جو ایک مرتبہ اپنی صفائی کے لئے اپنا حال سُنانا چاہتا تھا - اور چند منٹ کے واسطے اُس کے روبرو لایا گیا تھا - اگر اُس وقت کوئی شخص اس کے کان میں یہ بات کہہ دیتا کہ " آپ کی زندگی کا سانحۂ واحد جو آپ کو آنے والی پود کی یاد کا مستحق بنائیگا - اور جس واقعہ کے سبب سے مدّت دراز تک آپ کا اسم مبارک روشن رہیگا - وہ یہی ناچیز ملزم ہے - جس سے اس وقت آپ کو واسطہ پڑا ہے؟ " تو گلیو کو اتنی حیرت اور استعجاب ہوتا کہ اسے لفظوں میں ادا کرنا محال ہو جاتا - نواٹس عرف گلیو اپنے چھوٹے بھائی سنیکا اور باقی ماندہ دُنیا کی نظروں میں کچھ اَور ہی شخص تھا - مگر ہمارے نزدیک اُس کی کچھ اَور ہی حیثیت ہے - وہ ایک نہایت خوش تقریر اور فصیح البیان مقرر تھا - اور وہ زمانہ ایسا تھا کہ جب خالی لفاظی اور شیریں کلامی سب سے اعلےٰ درجہ کا کمال سمجھی جاتی تھی - اس کی طرز گویائی نمائشی اور بناوٹی تھی جس میں مصنوعی گونج پیدا کر کے جوش پیدا کرنے کی کوشش کی جاتی تھی - مگر اہل فکر اور مہذب مذاق لوگ جو لفاظی سے قطع نظر کر کے خیال اور نفس مضمون کی رفعت اور پختگی پر نظر رکھتے تھے - اس کی طرز تقریر کو معیوب سمجھتے تھے - لیکن اس وقت عام طور پر رنگینی کلام اور آرائشی فصاحت کی قدر و منزلت بہت تھی - ہر کوئی اس میں کمال پیدا کرنے کی فکر میں سرگردان تھا - نمود کا ہر طرف چرچا تھا - اور ظاہر داری ہر جگہ غالب تھی - اہل زمانہ کے قوائے اخلاقی اور عقلی ایسے خراب و کمزور تھے - اور عام مذاق ایسا بگڑا ہوا تھا کہ اُس زوردار بلاغت اور مدلل خوش بیانی کی جو آزادی اور جوش دلی سے متحرک ہوتی تھی کوئی قدر نہ کی جاتی تھی - اسی وجہ سے اس کے احباب اور اغیار نے اسے " شیریں کلام اور سحر بیان گلیو " کا لقب دیدیا تھا - مثلاً مشہور رومی شاعر اَسٹیشس کی نظم میں ایک جگہ ایک مصرع پایا جاتا ہے - جس میں اُس نے " شیریں کلام " کے نام سے موسوم کیا ہے - جو لفظی تصویر اُس کی سنیکا نے کھینچی ہے - وہ بالکل بے مثال ہے - چنانچہ وہ کہتا ہے کہ کوئی شخص ہر کس و ناکس سے ایسی نرمی اور شرافت کا برتاؤ روا نہ رکھتا - جیسا گلیو ہر ایک آدمی سے یکساں اخلاق سے پیش آتا ہے - اُس کے اطوار ایسے دلفریب اور گرویدہ کرنے والے ہیں کہ جن لوگوں سے

اسے ایک مرتبہ بھی ملنے کا اتفاق ہوتا ہے۔ ان کے دل تسخیر ہو جاتے ہیں۔ اور وہ ایسا پاک طینت اور شریف النفس ہے کہ کسی کو اشتباہ تک نہیں ہوتا۔ آیا اس کا برتاؤ محض ریاکاری ہے یا خاصۂ طبیعت۔ وہ اپنی مشہور تصنیف الموسوم بہ سوالات فطرتی کی چوتھی کتاب میں تملق اور زمانہ سازی کی بابت اپنے دوست لوسلس سے کہتا ہے۔ "میں نے تم سے چند مرتبہ اپنے بھائی گلیو کا (جسے تھوڑا بہت سبھی عزیز رکھتے ہیں) ذکر کیا ہے۔ کہ وہ تمام برائیوں سے قطعی نا آشنا ہے۔ اور خوشامد و چاپلوسی سے تو سخت متنفر ہے۔ تم اسے جس طرح چاہو۔ آزما کر دیکھ لو۔ اور میرے بیان کی صحت کی تصدیق ہو جائیگی۔ اگر تم اس کی فہم و فراست کی تعریف کرو۔ جو فی الواقع اعلیٰ ترین درجہ کی ہے تو وہ اٹھکر چل دیگا۔ اگر تم اس کی میانہ روی اور بردباری کو سراہنا شروع کرو۔ تو وہ فوراً تمہیں روک دیگا۔ اگر تم اس کی شرافت اور اس کی جبلی خوش خلقی کی توصیف کرو تو وہ اسے بھی پسند نہ کریگا۔ اگر تم اس کی عادات دیکھکر یہ کہو۔ کہ مجھے ایک ایسے شخص سے سابقہ پڑا ہے جو چکنی چپڑی باتوں میں نہیں آسکتا۔ حالانکہ ہر آدمی چاپلوسی سے خوش ہوتا ہے۔ اور تم یہ بھی امید لگاؤ۔ کہ وہ تمہارے اس تکلف کی بوجہ اسکی صحت اور راستی کے برداشت کریگا۔ تو وہ اسے بھی گوارا نہ کریگا۔ اس کی وجہ یہ نہیں کہ تم ایک ناشائستہ طریقے سے اس کی تحسین کرتے ہو۔ یا اسے تمہاری نیت میں کوئی فتور معلوم ہوتا ہے۔ بلکہ اس کا سبب یہ ہے کہ وہ طبعاً ہر طرح کی خوشامد سے کوسوں دور بھاگتا ہے۔" اس بیان سے ہم یہ بآسانی سمجھ سکتے ہیں۔ کہ سنیکا گلیو کو بہت عزیز رکھتا تھا۔ اس نے اپنی تین کتابیں جو "غصہ" پر لکھی تھیں اور ایک چھوٹا رسالہ جو "زیست شادمان" پر تھا۔ اپنے بڑے بھائی کی نذر کی تھیں۔ اور اس کا یہ طرزِ عمل حیرت افزا نہیں ہے +

سنیکا کے تیسرے بھائی انیئس میلا کا ہمیں بہت تھوڑا حال معلوم ہے۔ اور اس کی بنا پر ہم کہہ سکتے ہیں۔ کہ باعتبار اپنی لیاقت خداداد اور ذہانت طبعی کے کیا باعتبار شہرت کے وہ اپنے بڑے بھائیوں کی برابری نہیں کر سکتا تھا۔ بایں ہمہ وہ باپ کا پیارا بیٹا تھا۔ وہ خیال کرتا تھا کہ میرا سب سے چھوٹا لڑکا اپنے دونوں بھائیوں

سے ذہانت اور استعداد میں بڑھکر ہے - اور ہر فن میں کمال حاصل کرسکتا ہے
ممکن ہے۔ بڈھے سنیکا کا یہ گمان درست ہو۔ کیونکہ میلا اپنی حالت پر خوش تھا۔
مال ومتاع بکثرت تھا - اس کا رسوخ اور رتبہ بھی اعلےٰ تھا۔ اسکے دل میں کوئی
اعلےٰ آرزو اور خواہش نہ تھی - اگر کوئی تمنا تھی - تو یہ تھی۔ کہ اُس دُنیا میں جا ے
جہاں تمام خواہشوں اور تمناؤں سے انسان آزاد ہوجاتا ہے - اس واسطے اُس
نے خود کو فنِ فصاحت کے مطالعہ کے لئے وقف کردیا - اسے حکمرانی اور سرکاری
عہدوں کی خواہش نہ تھی - اس وجہ سے دانستہ تمام ملکی مخمصوں اور انتظامی
جھمیلوں سے خود کو بالکل علیحدہ رکھا - اور آسایش اور آسودگی کی زندگی میں
منہمک ہوگیا - اُس نے فارمر جنرل[1] کے شغل کو کنسلٹ[2] کے کام پر ترجیح دی -
اس کا بیٹا لوکن ہی زیادہ تر اُس کی شہرت اور نیک نامی کا باعث ہے - جو
اُس زمانہ میں ایک بڑا شاعر ہوگزرا ہے - جب رومی لٹریچر کا زوال شروع
ہوگیا تھا - میلا کی بابت صرف ایک قصہ ہمارے پاس پہنچا ہے - جس سے
اس کی طمع بخوبی ظاہر ہوتی ہے - اور وہ یہ ہے کہ جب اس کا نامور مگر بدنصیب
بیٹا لوکن شاعر پاٹیو[3] کی سازش میں شریک ہونے کے سبب سے خودکشی
کرکے مرگیا اور نیز اپنی ماں اٹلا کو علانیہ الزام دیکر ذلت ورسوائی حاصل
کرچکا تو واجب تھا کہ غیرت اور رنج کے مارے مرجاتا - مگر نہیں اس ہولناک واقعہ

[1] فارمر جنرل (فارمر جنرل کا رتبہ بلفظی "کاشتکار اعظم") کسی ضلع یا صوبہ کا سب سے بڑا زمیندار - جو سرکار سے اراضیات لے لیتا تھا - ان کے بدلہ میں ایک خاص رقم بطور محاصل دینے کا عہد کرکے اپنے صوبہ یا ضلع سے مالگزاری جمع کرتا تھا - یہ رومیوں کے دوران حکومت کا قاعدہ تھا +

[2] کنسل - روم کی حکومت جمہوری کے دوران میں دو حاکم منتخب ہوتے تھے - جو سینٹ کی رائے سے تمام سلطنت کے کچھ عرصہ کے واسطے اعلےٰ ترین حاکم قرار دئے جاتے تھے - اور ان کا عہدہ اور رتبہ کنسلٹ کہلاتا ہے - رومی کنسل آج کل کے فرانس اور امریکہ کے پریسیڈنٹوں کی مانند ہوتا تھا +

[3] کیئش پاشو - ایک رومی باشندہ تھا جس نے شہنشاہ نیرو کے خلاف ایک عظیم سازش کرکے شہرت حاصل کی تھی اپنی فراست اور نیکوکاری کے سبب سے اُس نے سب گروہوں اور فرقوں میں بڑی ہردلعزیزی حاصل کرلی تھی بعض لوگ اسے شہنشاہ کی جانشینی کے قابل سمجھتے تھے - مگر راز افشا ہوتے ہی اپنے مکان کے اندر جا گھسا اور دونوں شاہ رگیں کھول دیں جس سے خون

کے بعد ہی اُس نے نامناسب حرص سے وہ رقوم جمع کرنی شروع کر دئے جو اس کے بیٹے کے لوگوں پر واجب تھے۔ اور شہنشاہ نیرو کو یہ دکھانا چاہا کہ مجھے بیٹے کے مرنے کا کوئی غم نہیں۔ مگر ظالم اور بیدرد شہنشاہ کی اس سے تسلی نہیں ہوئی۔ اس لئے میلا کو اپنے بیٹے کے نقش قدم پر چلنے کی ہدایت کی۔ اور اسے طوعاً کرہاً فرمان سلطانی کی تعمیل کرنی پڑی ؛

اگر ہلویہ اپنے بیٹوں پوتوں کی وفات کے بعد بھی زندہ رہی ہوگی۔ تو وہ ضرور اس دن کو کوستی ہوگی۔ جس دن وہ اپنے شوہر اور بچوں سمیت کارڈوا چھوڑ کر رومہ کو روانہ ہوئی تھی۔ تینوں بیٹے نہایت لائق اور نامور نکلے۔ اور تینوں ننگ خاندان ہوئے۔ وہ ایسے افعال ناسزا کے مرتکب ہوئے۔ اور اپنے اپنے نام پر داغ لگائے کہ جن کا نہ کرنا ہی بہتر تھا۔ تینوں کے تینوں یا تو اپنی خوشی سے یا ظالم اور مردم آزار شہنشاہ کے حسب فرمائش خودکشی کر کے راہی ملک بقا ہوئے۔ میلا اپنی خوشی سے نہیں موا۔ جیسا پیچھے مذکور ہو چکا ہے اس کا بیٹا لوکن اور اس کا بڑا بھائی سنیکا نیرو کے سخت احکام کے سبب سے اپنی جان اپنے ہاتھ سے برباد کرنے پر مجبور ہوئے تھے۔ گلیو نے پہلے خائف ہو کر اپنی ذاتی سلامتی اور جان کی اماں کے واسطے نہایت عاجزی اور بیکسی سے درخواست کی۔ مگر جب ادھر سے مایوس ہوا۔ تو اپنے ہاتھ سے اپنا گلا کاٹ لیا۔ ان سب کا انجام واقعی بڑا شرمناک اور اندوہناک ہے۔ مگر اس کی ایک وجہ تو ان کی اپنی غلط کاریاں اور ناعاقبت اندیشیاں تھیں۔ اور دوسرے اُس زمانہ کے لوگوں کی ناگفتہ بہ اخلاقی حالت تھی۔ جبکہ خودکشی عام طور پر مروج تھی۔ اور فسق و فجور کا ہر طرف دور دورہ تھا ؛

دوسری فصل

سنیکا کی تعلیم

جیسا پیچھے بیان ہو چکا ہے۔ قدیم زمانہ کے مصنفوں نے اپنے بچپن کے حالات حوالہ قلم کرنے میں بڑے بخل سے کام لیا ہے۔ اس سے بڑی دقت یہ واقع ہو گئی ہے کہ ہم شریف آسودہ حال رومی خاندانوں کے لڑکوں کی تعلیم و تربیت کی بابت جو پندرہ برس کی عمر تک کی جاتی تھی کوئی صحیح خیال قائم نہیں کر سکتے۔ کیونکہ جب وہ پندرہ سال کی عمر کو پہنچ جاتے۔ تو وہ طلائی ہنسلی اُتار کر کارچوبی[51] چغہ پہن لیتے تھے۔ جو آزادانہ طریق معاشرت کی علامت تھا ❖

تاہم ہوریس۔ جیونل۔ مارشل اور پرسیوس[52] کی تصانیف میں کہیں کہیں ایسے اشارات ملتے ہیں۔ جن سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اس زمانہ میں اُستادوں کو قلیل مشاہرے ملتے تھے۔ اور اُن کے ساتھ حقارت کا سلوک ہوتا تھا۔ اور یہ توقع کی جاتی تھی۔ کہ وہ علوم و فنون میں یکتائے روزگار ہوں۔ چاہے وہ مطلب کے ہوں چاہے غیر ضروری۔ اُستاد اپنے شاگردوں کو سخت سخت جسمانی سزائیں بھی دیا کرتے تھے۔ ہوریس کا اُستاد آربلیوس بڑا سخت آدمی تھا۔ ذرا سے قصور پر قمچیوں سے لڑکوں کی کھال اُتار دیتا تھا۔ مارشل شاعر نے اُستادوں کی سختیوں اور انکی وحشیانہ مار پیٹ کو جو وہ طلبا پر روا رکھتے تھے۔ غصہ بھرے الفاظ میں بیان کر کے اسے سخت قابل الزام

---

۵۱ جب لڑکا پندرھویں برس میں داخل ہوتا۔ تو اسکے سارے رشتہ دار جمع ہوتے۔ اسکی ہنسلی اور انگرکھا جو بچپن کا نشان تھا۔ اتروا دیتے۔ اور اُسے اونی لمبا چغہ پہنایا جاتا۔ جو ایڑیوں تک پہنچتا تھا۔ اسے شہریت کے تمام حقوق دئے جاتے۔ اور وہ اسکے فرائض کو انجام دینے کے قابل سمجھا جاتا۔ یہ سن بلوغت کو پہنچنے کی رسم تھی ❖

۵۲ ہوریس وغیرہ کے مختصر حالات پچھلے نوٹوں میں دئے جا چکے ہیں۔ یہاں پر صرف آلس فلیکس پرسیوس کا حال لکھا جاتا ہے۔ سنہ ۳۴ء میں پیدا ہوا اور سنہ ۶۲ء میں انتقال کیا۔ روم کا مشہور ہجوگو شاعر تھا۔ اس نے شہنشاہ نیرو کو بھی نہ چھوڑا تھا۔ اپنے زمانہ کے شعرا اور جادو بیان مقررین کو اپنی نظموں کا موضوع بنا کر انہیں دل لگی میں اُڑایا کرتا تھا ❖

ٹھیرایا ہے۔ اُس زمانہ میں مدارس میں حساب۔ لاطینی اور یونانی صرف و نحو۔ اور نوشت و خواند سکھائی جاتی تھی۔ لہجہ و تلفظ درست کرنے کے لئے مشہور لاطینی نظموں کی قرأت ہوتی تھی۔ اچھی اچھی غزلیں اور قطعات ازبر کرانے کا دستور بھی تھا۔ مشہور تاریخی واقعات پر مضامین لکھوائے جاتے تھے۔ حساب بہت سادہ اور روزمرہ کے کام کا سکھایا جاتا تھا۔ سود اور سود در سود اور بہی کھاتہ پر زور دیا جاتا تھا۔ علم اللسان یعنی الفاظ کے معانی۔ اُن کا مادّہ اور انکی تاریخ اچھی طرح سکھائی جاتی تھی۔ مگر گرامر اور ادبی تنقید کا دائرہ بہت محدود تھا۔ اس سے لڑکوں کو کسی قسم کی دلچسپی نہ تھی۔ اور اسکی تحصیل بھی بالکل غیر ضروری اور فضول تھی۔ بھلا ذرا بتاؤ۔ ہیقبہ[۵۱] کی ماں۔ اَنکی سیز[۵۲] کی دایہ۔ اینچ موکس[۵۳] کی سوتیلی ماں کے نام اور آسس ٹیز[۵۴] کی عمر یاد کرنے سے کیا حاصل ہو سکتا ہے؟ اہل سسلی نے اہل فرجیا کو کتنے پیپے شراب دی تھی؟ اسکے یاد کرنے سے کیا فائدہ؟ بایں‌ہمہ اس زمانہ کے اُستادوں سے یہ اُمید رکھی جاتی تھی کہ وہ اس قسم کی فضول باتوں میں بھی ماہر ہوں۔ طلبہ کو مار مار کر یہ امور یاد کرائے جاتے تھے۔ حالانکہ اس قسم کی لغویات ایک کان سے سُن کر دوسرے کان سے نکال دینی چاہئیں۔

سنیکا کو بھی قدیم زمانہ کی نکمی اور لچر باتیں یاد کرنی پڑی تھیں اور فضول و لایعنی ادبی نکتہ چینی کا طریقہ سیکھنا پڑا تھا۔ جس کے برخلاف وہ بڑی معقولیت سے حقارت ظاہر کرتا ہے۔ وہ ایک جگہ بتاتا ہے کہ ورجل کی تصنیف سے ایک سبق پڑھکر ایک فیلسوف اور عالم نحو کیا فائدہ حاصل کر سکتا ہے "انسان کی زندگی کے نہایت مبارک اور شادمانی سے لبریز ایّام بچپن میں جلدی سے گزر جاتے ہیں۔

---

۵۱ ہیقبہ۔ پرائم شاہ ٹرائے کی بیوی اور ہیکٹر کی ماں تھی۔ جب یونانیوں نے ٹرائے پر قبضہ کر لیا۔ جو بقول ہیراڈوٹس ۱۱۳۵ قبل مسیح کا واقعہ ہے۔ تو ہیقبہ گرفتار ہو کر یونان میں پہنچی۔ وہاں اُس نے کُتّے کی شکل اختیار کر لی۔ جیسا یونانی روایت سے پایا جاتا ہے۔ ۵۲ اَنکی سیز۔ کاپیس رئیس ٹرائے کا بیٹا نہایت حسین تھا۔ وینس محبت و حسن کی دیوی اس پر عاشق ہوگئی۔ اَنکی سیز کے اس دیوی کے بطن سے بہادر اور پارسا بیٹا پیدا ہوا جس کا نام انیاس تھا ۵۳ اینچ موکس۔ ادمنٹ شاہ مرو بیائی (اٹلی) کا بیٹا تھا۔ جب انیاس نے لاطینیوں سے جنگ چھیڑی۔ تو اس میں یہ کام آیا ۵۴ آسس ٹیز۔ سسلی کے شہر سگسٹے کا حسب روایت بانی تصور کیا جاتا ہے۔ ورجل کہتا ہے۔ اُس نے انیاس کو جب وہ لاٹیم کو جا رہا تھا اپنے ملک میں ٹھہرایا تھا

اس کے بعد مصیبت اور تکلیف کے دن آتے ہیں۔ بیماری اور بڑھاپا آگھیرتا ہے" فیلسوف بتا سکتا ہے۔ کہ کس طرح اور کس معنی میں زندگی کا ابتدائی زمانہ بہترین ہوتا ہے اور کس طرح بُرے دن جلدی سے اُس کی جگہ آموجود ہوتے ہیں۔ اور کیوں بچپن کے قیمتی دنوں کو نہایت عمدگی سے استعمال کرنا چاہیئے۔ مگر لفظوں پر بحث کرنے کا شیدائی یہی کہیگا۔ کہ ورجل شاعر وقت گزرنے کو پروازی سے تشبیہ دیتا ہے اور بڑھاپے کو بیماری سے منسلک کرتا ہے۔ اس وجہ سے ان کے ازبر کرنے پر زور دیگا۔ تاکہ طلبا مضمون نویسی میں ان الفاظ۔ محاورات اور خیالات کی بندش باندھیں اور اپنی طبعزادی کا ثبوت دیں۔ اگر اسی طرح سسرو کی مشہور تصنیف "حکومت" کو پڑھو تو اس میں سیاست مدن کے اہم مسائل کی بحث نہیں ملیگی۔ بلکہ اس قسم کی لغویات پائی جائینگی۔ کہ فلاں رومی بادشاہ کا باپ نہ تھا۔ فلاں کی والدہ کا نام و نشان نہیں ملتا۔ ڈکٹیٹر[۵۱] جمہور کے آقا اور مالک ہوا کرتے تھے۔ اور رومولس[۵۲] ایک گہن کے دوران میں ہلاک ہوا تھا۔ وغیرہ وغیرہ۔ کیا سچی تعلیم ان فضولیات کا نام ہے یعنی کیا ہمارا مقصود اولے یہ ہونا چاہیئے کہ اخلاق کے اعلےٰ و ارفع اصولوں سے جو ہم نے سیکھے ہیں۔ روزانہ زندگی کی ہدایت اور رہنمائی کا کام لینا چاہیئے۔ سنیکا لکھتا ہے:۔ "مجھے عیش و عشرت۔ اور شان و شکوہ کو ہیچ سمجھنا سکھا بعد ازاں مجھے دشواریوں کو زیر کرنا۔ ابہام میں تمیز کرنا۔ اور ظلمات میں دیکھنا سکھا۔ اس وقت وہی بتا۔ جو لازمی ہے" زمانۂ حال کے طریق تعلیم کی حالت پر غور کرنیکے بعد ہم باسانی

[۵۱] ڈکٹیٹر۔ ابتدا میں لاطینیوں کے جتھے کا اعلےٰ ترین مجسٹریٹ ہوا کرتا تھا جب لاطینی شہر رومیوں کے قبضے میں آئے تو اسکے بعد بھی اس کا لقب اور عہدہ قائم رہا۔ مگر رومی حکومت میں ڈکٹیٹر ایک غیر ذمہ دار اور مطلق العنان حاکم ہوا کرتا تھا۔ جو صرف نہایت نازک وقت میں جمہور کی مشورت سے مقرر کیا جاتا۔ لیکن روم کی ملک گیری کی ہوس کے ساتھ ساتھ قومی اور ملکی مشکلات بھی بڑھتی چلی گئیں جنکی وجہ سے مستقل طور پر ایک حاکم لامحدود الاختیار مقرر کرنا پڑا۔ جو نازک موقع پر مناسب تجاویز اختیار کرتا۔ اور اپنی قوم کو بچا لیتا۔ پہلا ڈکٹیٹر ۵۱۰ سنہ قبل مسیح میں ولیریئس مقرر ہوا تھا۔ اس وقت لاطینیوں سے روم کو ایک خوفناک جنگ پیش آئی تھی۔ ۲۰۲ سنہ قبل مسیح میں یہ عہدہ موقوف ہوگیا۔ اور کنسل مقرر ہونے لگے جنہیں حکومت کے وسیع ترین اختیارات حاصل تھے ۔ [۵۲] شہر روم کا بانی تصور کیا جاتا ہے۔ لیکن اُسکا وجود روائتی ہے یعنی اسکی پیدائش کی نسبت عجیب فسانے مشہور تھے جنکی وجہ سے اسے تاریخی شخص سمجھنے میں تامل ہوتا ہے ۔

یہ نتیجہ نکال سکتے ہیں۔ کہ سنیکا کا خیال بالکل غلط اور نامعقول ہے۔ یعنی اس کا استدلال موجودہ طریقہ تعلیم پر بھی عائد ہو سکتا ہے ٭

ہمیں کچھ معلوم نہیں ہے کہ سنیکا کا اُستاد کس قسم کا تھا۔ جس کے پاس وہ ہر روز اپنے بھائیوں سمیت پڑھنے کو جایا کرتا تھا۔ ممکن ہے وہ سنگدل آدمی ہو۔ جو بڑی بیدردی سے اپنے شاگردوں کو ذرا ذراسی لغزشوں پر زدوکوب کرتا تھا۔ ہو سکتا ہے وہ اُن شریف النفس اُستادوں میں سے ہو۔ جن کے اوصاف حمیدہ اور عادات پسندیدہ کا مشہور و مقبول عوام شاعر کوین ٹلین نے ایسی وضاحت اور خوبی سے ذکر کیا ہے۔ سنیکا کی تصنیفات میں کوئی ایسا ذکر نہیں پایا جاتا۔ جس سے ظاہر ہو کہ کہ بچپن میں اُس کا کون اُستاد تھا۔ البتہ اپنے ایک ہم مکتب کا اُس نے ذکر کیا ہے۔ جس کا نام کلا اُنوس تھا۔ مدرسہ چھوڑنے کے بعد پھر کبھی ایک دوسرے سے ملاقی نہیں ہوئے۔ جب ملے تو دونوں بُڈھے تھے۔ کلا انوس ایک بدوضع اور بدہیئت شخص تھا۔ باوجود اپنے فطری کبڑاپن کے وہ اُن اشخاص کی آنکھوں میں بہت بھلا معلوم ہوتا تھا۔ جو اس سے اچھی طرح واقف تھے۔ اس کی شرافت ذاتی۔ اور خوش فہمی کا لوگوں کے دلوں پر اس کی طبعی ناہمواری اور بدشکلی سے زیادہ خوشگوار اثر ہوتا تھا۔ سنیکا لکھتا ہے "اُس کا بدن اُس کی رُوحانی وجاہت سے مزین تھا۔" جب لڑکا مدرسہ کی ابتدائی تعلیم ختم کر لیتا تھا۔ تو وہ فن فصاحت اور فلسفہ کا مطالعہ شروع کرتا تھا۔ جو ہمارے ہاں کی "یونیورسٹی کی تعلیم" سے مشابہ ہے۔ سنیکا کے برادر کلاں و خورد گلیو اور میلا نے دل و جان سے فصاحت کی اصولی و عملی تعلیم کے لئے اپنے تئیں وقف کر دیا۔ مگر منجھلے بھائی نے اپنے مضامین کے انتخاب میں کمال دوراندیشی اور دانائی سے کام لیا۔ یعنی اپنے آپ کو مطالعۂ فلسفہ کے واسطے مخصوص کر دیا ٭

طبیعت کے ولولے اور جوش جو تیزی اور شدت کے ساتھ پیدا ہوتے ہیں

لہ ۳۵ء میں کلہ گلا (ہسپانیہ) میں پیدا ہوا۔ اور ۹۶ء میں مر گیا۔ عالم شباب میں روم میں آگیا۔ فن فصاحت کا مشہور اُستاد تھا۔ پلائنی خورد اس کا مشہور شاگرد تھا۔ روم میں فن صنائع بدائع کا معلم تھا۔ اُس نے اس فن پر ایک مشہور کتاب لکھی تھی جس کے سبب سے اسے اسقدر شہرت حاصل ہوئی تھی ٭

اور سچائیاں جن کا ادق حقیقی علم معنوی انسان کو حاصل ہوتا ہے۔ ان تمام امنگوں کو کمال خوبی کے ساتھ ایسے دلفریب پیرایہ میں ادا کرنا جس سے پڑھنے والے کے دل پر نہایت گہرا اور خوشگوار اثر ہو بلاغت کا کام ہے۔ یہ ایسا شعلہ ہے کہ مصنوعی طریقوں سے پیدا نہیں ہو سکتا۔ صنعت کلام کو اگر کوئی آدمی ضروری سمجھے تو حاصل کر سکتا ہے۔ مگر بلاغت اس عقلی خوبی کی مانند جس سے اسکی تولید و تحریک ہوتی ہے خداداد ہے جو مشق اور کوشش سے حاصل نہیں ہو سکتی۔ لاطینی میں اسکی تعریف ذیل کی گئی ہے "اگر انسان کی زندگی برق ہے۔ تو اسکی زبان کڑک ہے" جس کا مطلب یہ ہے۔ کہ اگر انسان کو خدا کی طرف سے اعلیٰ و لطیف ادراک ملا ہو۔ جس کی وجہ سے اس کے قوائے عقلیہ کو اوروں پر تفوق حاصل ہو تو ممکن نہیں کہ اس کی تقریر و تحریر کا سننے یا پڑھنے والوں کے دلوں پر وہی اثر ہو۔ جو رعد اور گرج کا ہوتا ہے۔ جوہر عقل کی بجلی سے بلاغت کی گرج پیدا ہوتی ہے لیکن جس قسم کی خوش بیانی اور لسانی صنعت کلام کی مسلسل مشقوں سے حاصل ہوتی ہے۔ جیسی اس زمانہ کے اسکولوں میں سکھائی جاتی تھی۔ وہ غیر موثر ہوگی۔ اور حقیقی بلاغت اور سچی جادو بیانی کی محض نقل ہوگی۔ اس سے بڑھکر ناقص اور مضر تعلیم کیا ہو سکتی ہے۔ کہ بہت سے لڑکوں کو رات دن قدیم زمانہ کے خوش بیان مقرروں کی طرز تقریر کی تقلید کرنے کی تاکید کی جائے۔ غیر محدود لفاظی اور مسلسل لایعنی تقریروں کے زمانہ میں تخیل شستگی۔ رفعت۔ اور بلند پروازی حاصل نہیں کر سکتا۔ جہاں طرز تحریر کی خوبی تعلیم کا مقصد واحد ہو وہاں اور کوئی چیز نہیں سکھائی جاتی۔ چونکہ خیالات کی رفعت نظر انداز کی جاتی ہے۔ اس لئے طرز تحریر بودہ اور کھوکھلا ہو جاتا ہے۔ لفاظی کی تہ میں کوئی قابل قدر خیال نہیں ہوتا۔ صرف خوش آیند محاورات اور الفاظ کی بھرمار ہوتی ہے۔ جنکے نیچے کوئی سچائی نہیں پائی جاتی۔ جس زمانہ میں روم میں جعلی استادان بلاغت کی کثرت تھی۔ وہ عام زوال کا زمانہ تھا۔ اس زمانہ کے مصنفوں کی تصنیفات ادبی پایہ سے گری ہوئی ہیں۔ گو بظاہر علمیت کا لباس پہنانے کی

کوشش کی گئی ہے۔ اُن کے مطالعہ سے طبیعت پریشان ہوجاتی ہے۔ اس زمانہ کے نہایت نامور اور طباع اہل قلم بھی اپنے زمانہ کی ادبی بُرائیوں سے مُبّرا نہیں ہیں۔ نمائش اور ظاہرداری کے رنگ میں رنگے ہوتے ہیں۔ وہ کوئی بات سادگی سے بیان نہیں کرسکتے۔ معمولی باتوں کو رنگین انداز سے بیان کرتے ہیں۔ عجیب عجیب الفاظ اور محاورات استعمال کرتے ہیں۔ جب وہ جذبۂ غصہ کا جو فی الواقع صادق اور طبعی ہے۔ اظہار کرتے ہیں۔ تو ایسے انداز سے جیسے تھیٹر میں ایکٹر مصنوعی جوش طبع ظاہر کرتے ہیں۔ ان کی تصانیف لغویات اور ہزلیات کا مجموعہ ہیں۔ انکے انداز کا سارا رنگ بگڑا ہوا ہے۔ استعارات اور تشبیہات کی رنگ آمیزیوں سے رنگینی اور طباعی پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ مگر اس کی لغویت اور بناوٹ اپنے آپ ظاہر ہورہی ہے۔ جس زمانہ میں مصنوعی بلاغت کی تعلیم کا چرچا زوروں پر ہو اور بھاڑے کے لفاظوں کی چڑھ بن رہی ہو۔ جو بڑے بڑے جلسوں کے سامنے دھواں دھار تقریروں میں ایسے جذبات کے اظہار کی کوشش کریں جو ان کی طبیعت سے بعید ہوں۔ اور ایسے ایسے کارناموں کی تقلید پر زور دیں جن پر عمل پیرا ہونے کی اُن کی مطلق خواہش نہ ہو۔ وہاں اسکے سوا اور کیا توقع ہوسکتی تھی؟ وہ ایک طرف تارکوین[۱] اور پائسسٹراٹید[۲] ایسے ستمران حکمرانوں کی ظلم رانیوں

---

[۱] تارکوین۔ خاندان تارکوین کے بادشاہ بڑے ستم کیش اور مردم آزار تھے مگر اس سلسلہ کا پانچواں بادشاہ روم بڑا عقلمند اور فنون حربہ میں بڑا ماہر تھا۔ اُسکی حکمرانی سے رعایا خوش تھی۔ وہ ۶۱۶ قبل مسیح میں بادشاہ منتخب ہوا تھا۔ اور [illegible] قبل مسیح میں مقتول ہوا۔ اسکے بعد اس کا پوتا جو تارکوین "مغرور" یا "مردم آزار" کے نام سے مشہور تھا تخت نشین ہوا۔ روم کی شاہی حکومت کا چراغ اسی کے ساتھ گل ہوا۔ یہ بڑا بے رحم اور ظالم تھا۔ اسکے طرز عمل اور اسکے بیٹے سکٹس کی عیاشیاں اس کے خاندان کی بربادی کی موجب ہوئیں۔ جس کی وجہ سے یہ خاندان روم سے جلاوطن کیا گیا۔ اور تاج و تخت اسکے قبضے سے نکل گیا۔ اور کبھی ہاتھ نہیں آیا۔

[۲] پائسسٹراٹید۔ یہ پائسسٹراٹوس کا جو چھٹی صدی قبل مسیح میں ایتھنز کا حکمران اور ستمگار بادشاہ تھا بیٹا تھا۔ جب ۵۲۷ قبل مسیح میں مرگیا تو اُس کا بیٹا تخت نشین ہوا جو ۵۱۴ قبل مسیح میں مقتول ہوا۔ اسکے بعد اس کا بھائی بادشاہ ہوا۔ اُس نے ظلم و جفا کو اپنا پیشہ ٹھیرایا۔ اسکا عہد سخت مردم آزاری کے واسطے بدنام ہے۔ ۵۱۰ قبل مسیح میں رعایا نے اُسے ملک بدر کردیا۔

اور مردم آزاریوں کو گلا پھاڑ پھاڑ کر شاندار تقریروں میں معتوب کرتے اور انہیں گردن زدنی اور قابل دار ٹھیراتے تھے۔ اور دوسری طرف زندہ مردم آزار اور ستم کش بادشاہ کے سامنے بڑے انکسار اور عجز سے خوشامد اور مدح سرائی کرتے۔ عنایات شاہی کے بے طرح اُمیدوار رہتے تھے۔ بلاغت کس طرح دیر تک زندہ رہ سکتی تھی۔ جبکہ عالی دماغی و اولوالعزمی اور مبادرت و آزادگی جن سے وہ تحریک پذیر ہوتی تھی مفقود تھیں۔ کتابیں جو فن فصاحت کے متعلق نکمی ہدایات سے لبریز تھیں۔ وہ صرف تقریر کے وقت کھڑے ہونے اور ہاتھوں کو ہلانے کا طریقہ بتاتی تھیں +

مطالعۂ فلسفہ جس کا بچپن ہی سے سنیکا کو کمال شوق تھا۔ لغو بلاغت سے بدرجہا بہتر تھا۔ اُس کے اُستادوں نے اس کے دل کو تسخیر کرلیا۔ اور اسکے عادات و کیرکٹر بنانے اور اس کی روزانہ زندگی کو اعلےٰ اخلاقی اصولوں کے تابع کرنے کے موجب ہوئے۔ سنیکا نے خصوصیت سے اپنے دو اُستادوں کا ذکر کیا ہے۔ ایک تو سوشن مقلد فیثاغورث[1]۔ جو شہر سکندریہ کا رہنے والا۔ علم نحو اور فلسفہ کا ماہر تھا۔ اور دوسرا اطالوس۔ جو اسٹوئک فلسفہ کا ماہر و مقلد تھا۔ اُس نے قادرالکلام و شیریں بیان فیبیانوس یا پرپوس کے زیرنگرانی بھی تعلیم حاصل کی تھی۔ لیکن اُس نے سب سے زیادہ مذکورۂ بالا اُستادوں سے فیض حاصل کیا تھا +

سوشن نے مسئلہ تناسخ کی بابت فیثاغورث کے خیالات قبول کرلئے تھے۔ جن کی رو سے گوشت خوری مردم خوری کی برابر سمجھی جاتی تھی۔ گو اُس کے کئی مقلدوں کو تعلیم تناسخ سے انکار تھا۔ باہمہ سوشن اس بات پر مُصر تھا۔ کہ اگر جانوروں کا گوشت کھانا ناخدا ترسی نہ بھی ہو۔ تو بھی یہ ایک طرح کی بیرحمی اور لغویت ہے۔ وہ کہا کرتا تھا۔ "میرے اصول تعلیم سے تم پر کون سی سختیاں عائد ہو جاتی ہیں؟ میں تمہیں گدھوں اور

---

[1] فیثاغورث۔ یونان کا ایک نہایت مشہور فلاسفر تھا۔ ۵۸۲ قبل مسیح میں ساموس میں پیدا ہوا تھا۔ بڑا سیاح تھا۔ علم ہندسہ فلکیات اور موسیقی میں کئی دریافتیں کیں۔ اُس نے اقلیدس کی پہلی کتاب کی ۴۷ ویں شکل کو ثابت کیا۔ اُس نے سب سے پہلے آواگون کے مسئلہ کو رواج دیا۔ ۵۰۰ قبل مسیح میں انتقال کیا +

شیروں کا گوشت کھانے سے نہیں روکتا"؟ اُس کا شوقین شاگرد سنیکا جس کی عمر سترہ سال سے زائد نہیں ہوگی۔ اس کی تعلیم کا قائل ہوگیا۔ اُس نے گوشت کھانا ترک کرکے نباتاتی غذا اختیار کرلی۔ شروع میں تبدیل خوراک کی وجہ سے اسے تکلیف ہوئی۔ لیکن ایک سال کے بعد وہ اس نئی خوراک کا عادی ہوگیا۔ پھر اسے کسی قسم کی بے آرامی نہیں۔ بلکہ خاص لطف اور راحت حاصل ہونے لگی۔ اس کی نسبت اسکا یہ خیال تھا۔ کہ سبزی ترکاری کھانے سے ذہن کی تیزی اور مصروفیت کو تحریک مزید پہنچتی ہے۔ بڈھے سنیکا نے جس کی طبیعت جدت پسند اور فلسفیانہ واقع نہ ہوئی تھی۔ خیال کیا۔ میرے بیٹے کی انوکھی چال پر لوگ چہ میگوئیاں کرینگے۔ ہمیں کھلی میں اُڑائینگے۔ جس میں خاندان کی سراسر بدنامی ہے۔ اس لئے اسے گوشت کھانے پر مجبور کیا۔ اسے ایک اور اندیشہ بھی لاحق ہوگیا وہ یہ تھا کہ ان دنوں ٹائبریئس[۱۵] کے حکم سے انوکھے اور غیر ملکی معتقدات کے پیرو شہر بدر اور جلاوطن ہو رہے تھے۔ ان میں سے بعض فرقے روزے کے پابند بھی تھے۔ بڈھے سنیکا نے خیال کیا کہ اگر میرا بیٹا گوشت سے اجتناب کریگا تو وہ یہودی یا عیسائی سمجھا جائیگا۔ اس وجہ سے اسے گوشت خوری کی ہدایت کی گئی۔ اور سنیکا کو اپنے باپ کے حکم کی طوعاً کرہاً تعمیل کرنی پڑی۔ ایک اور فیثاغورث فلاسفر بھی تھا۔ جس کی عزت سنیکا کے دل میں تھی۔ اس کا نام سیکس ٹیوس تھا۔ اُس نے اسے شب کو اپنے دل بھر کے کاموں کی نظرثانی کرنے کی تعلیم دی تھی۔ سنیکا کہتا ہے اس کا دستور العمل یہ تھا۔ جب دن بھر کا کام ختم ہو جاتا۔ اور شب کو بستر راحت پہ لیٹنے کا وقت آتا۔ تو وہ اپنے آپ سے سوال کرتا: تم نے آج کس بُری عادت کی اصلاح کی ہے؟ تم نے کس آزمائش کی مزاحمت کی ہے! تم نے کس امر میں ترقی کی ہے؟ + میں نے بھی یہی طریقہ اختیار کرلیا۔ جب چراغ گُل کردیا جاتا۔ اور میری بیوی جو میری عادات سے واقف تھی۔ خاموش ہو جاتی۔ تو میں اپنے آپ سے اپنے دن بھر کے کام اور طرز عمل کی بابت سوالات پوچھا کرتا تھا۔ اور بڑی احتیاط سے اپنے الفاظ اور افعال کی نظرثانی کرتا"+

---

[۱۵] کلاڈیس نیرو سیزر ٹائبریئس۔ روم کا دوسرا شہنشاہ سنہ ۱۴ء سے سنہ ۳۷ء تک رہا۔ بڑا عیاش طبیعت تھا جن لوگوں کی طرف سے اسے خوف تھا۔ انہیں مروا ڈالا کرتا۔ آگسٹس سیزر کا داماد تھا۔ اُس نے اسے اپنا متبنےٰ اور جانشین بنایا تھا۔

سنیکا نے اسٹوئک فلاسفر اطالوس کی زیر نگرانی بہت دیر تک تعلیم حاصل
کی تھی۔ اسکے طریق تعلیم سے ایسے امور منتج ہونے کا احتمال نہ تھا جنکے خلاف بڈھے
سنیکا کو اعتراض ہوتا۔ اطالوس کے اسکول میں سنیکا بڑے شوق سے جایا کرتا۔
سب سے پہلے پہنچتا۔ اور سب کے پیچھے وہاں سے گھر کو واپس لوٹتا۔ وہ لکھتا
ہے "جب میں اسے بدی۔ خطاکاری اور زندگی کی خرابیوں کے خلاف تقریر
کرتے سُنتا۔ تو بنی آدم کے واسطے میرے دل میں رحم جوش مار اُٹھتا۔ اور میں
خیال کرتا کہ میرا اُستاد عقل و اخلاق میں اَوروں پر ہر طرح فائق ہے۔ اسٹوئک لوگوں
کی طرح وہ اپنے تئیں بادشاہ کہہ کر پکارتا تھا۔ مگر مجھے اس کی فرمانروائی اور
شاہیت صاحب تاج و تخت سے برتر معلوم ہوتی۔ کیونکہ وہ فرمانرواؤں اور
بادشاہوں کے طرز عمل کو قابل الزام ٹھیرایا کرتا تھا۔ جب وہ غربت اور افلاس
کی خوبیاں بیان کرتا۔ اور یہ دکھلانے کی کوشش کرتا۔ کہ معمولی ضروریات زندگی
کے سوا باقی باتیں بالکل غیر ضروری اور موجب زحمت ہیں۔ تو میرے دل میں یہ خیال
آتا کہ تحصیل علم سے فراغت پاکر غربت کی زندگی اختیار کرونگا۔ جب وہ دُنیاوی
خوشیوں اور لہو لعب کو قابل الزام ٹھیرا کر پاک جسم۔ اور خور و نوش کے اعتدال اور
سادگی کی تعریف کرتا۔ اور نفس کو نہ صرف تمام ناجائز بلکہ فضول آسائشوں سے
مبرا رکھنے کی تاکید کرتا۔ تو میں اپنی خواہشوں پر قیود عاید کرتا۔ ہر طرح کی لذتوں سے
اجتناب۔ اور بسیار خوری سے احتراز کرتا۔ عزیز دوست لوشس پر اسکی
تعلیم نے ایک مستقل نیک اثر پیدا کیا ہے۔ میں نے کمال شوق دلی سے ان
باتوں کو اپنا معمول بنایا۔ اور وہ میری عادتوں کا جزوِ اعظم سا بن گئیں۔ جب
کچھ عرصہ کے بعد میں نے ملکی معاملات میں حصہ لینا شروع کیا تو بھی کئی عادتیں
بدستور سابق قائم رہیں۔ انہی پسندیدہ ہدایات کے سبب سے مدت سے ستون مچھلی
اور کھمبیاں کھانا ترک کر دیا کیونکہ ان سے اشتہا کی سیری نہیں ہوتی بلکہ اسے
بڑھاتی اور تیز کرتی ہیں۔ اسی وجہ سے میں نے خوشبوئیات کا استعمال ترک کر دیا
ہے۔ کیونکہ ان سے بدن کو مطلق کوئی فائدہ نہیں پہنچتا۔ بہترین قسم کا عطر بھی

جسم کو پاک نہیں کرسکتا۔ اگر اندرونی صفائی اور پاکیزگی نہ ہو۔ اسی وجہ سے میں نے ہر قسم کی شرابیں ترک کردی ہیں اور خوشبودار پانی سے نہانا چھوڑ دیا ہے۔ اور عادات جو میں نے پہلے چھوڑ دئے تھے۔ دوبارہ آگئے ہیں مگر مختلف صورت میں یعنی جس چیز سے سخت پرہیز کرتا تھا۔ اسے اب اعتدال سے استعمال کرتا ہوں۔ اور یہ بہت مشکل ہے۔ کیونکہ ایک چیز سے اجتناب کلی کرنا اسکے معتدل استعمال سے بہتر ہے۔ اطالوس کہا کرتا تھا۔ کہ زور سے کھانسنے کی عادت ڈالو جس سے جسم ضعیف اور کمزور نہیں ہوتا۔ میں بڑھاپے میں اس پر گاہے گاہے عمل کرتا ہوں جس سے کوئی ناگوار اثر جسم پر نہیں پڑتا۔ میں نے یہ باتیں تمہیں اس واسطے بتائی ہیں کہ تم پر ظاہر ہو جائے۔ کہ اگر چھوٹے چھوٹے لڑکوں کو مفید مشورہ دیا جائے اور تعلیم و تربیت میں ان کی رہنمائی کی جائے۔ وہ بڑے شوق اور خواہش کے ساتھ نیک اور مفید باتیں سیکھ سکتے ہیں۔ مگر نقص تعلیم یہ ہے کہ اُستاد لڑکوں کو صرف طریقۂ استدلال سکھاتے ہیں۔ اور طریق زندگی سے چشم پوشی کرتے ہیں۔ لڑکے بھی ایک حد تک قصوروار ہیں۔ جو اُستادوں کے پاس محض تعلیم تو اے عقلیہ کی خاطر جاتے ہیں۔ اخلاقی اور رُوحانی تربیت سے بالکل بے پروائی برتتے ہیں۔ اس سے ظاہر ہے کہ فلسفہ کے مفہوم کو کس بُرے طریقہ سے استعمال کیا ہے۔ اور اسے علم اللسان کے درجے پر پہنچا دیا ہے"۔

دوسری جگہ سنیکا نے ایک نہایت واضح لفظی تصویر اُن لوگوں کی کھینچی ہے۔ جو فلاسفروں کے مدرسہ میں جمع ہوا کرتے تھے وہ اسکے ابتدا میں لکھتا ہے۔ فلسفہ کا لوگوں پر کچھ نہ کچھ اثر ضرور ہوتا ہے۔ جیسے گاندھی کی دوکان پر جانے سے کپڑوں میں عطر کی خوشبو سرایت کرجاتی ہے۔ اسی طرح سطحی واقفیت رکھنے والے آدمیوں پر حکمت کا اثر ہو جاتا ہے۔ چنانچہ وہ لکھتا ہے " کیا ہم کسی ایسے شخص سے واقف نہیں ہیں۔ جو برسوں تک کسی فلاسفر کی صحبت میں رہا ہو۔ اور اس کی تعلیم کا اس پر مطلق کوئی اثر نہ ہوا ہو۔ ہاں میں ایسے آدمیوں سے واقف ہوں۔ جو فلاسفروں کی قیل و قال برابر مدت تک سُنتے رہے۔ مگر میں انہیں شاگرد قرار نہیں دیتا۔ بلکہ صرف سُننے والے ہیں۔

ایک کان سے سُنا اور دوسرے سے نکال دیا۔ بعض لوگ صرف سُننے کے واسطے جاتے ہیں (وہ سیکھنے کے خواہشمند نہیں ہوتے)۔ جیسے ہم تھیٹر میں تفریح طبع کا نیں کو مقفّیٰ اور دلفریب عبارتوں۔ اور شیریں آوازوں سے محظوظ اور ایکٹروں کے گرِتب سے دل کو مسرور کرنے کو جاتے ہیں۔ تم دیکھو گے۔ کہ بہت سے آدمی محض دفع الوقتی کے لئے فلاسفروں کے اسکول میں جاتے ہیں۔ ان کا مقصد وہاں جانے سے یہ نہیں ہوتا کہ ان کی تعلیم سے مؤثر ہو کر اپنی بُرائیوں سے باز آئیں۔ یا ایسے اخلاقی اصول حاصل کریں جن سے ہدایت زندگی کا کام لیں۔ بلکہ ان کی بڑی غرض یہ ہوتی ہے۔ کہ ان کی نیک اور خوشگوار تعلیم اور اقوال سے اپنا جی خوش کریں۔ اور فرصت کا وقت گُزر جائے۔ بعض لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں۔ کہ وہ اپنے ساتھ لوحیں لے جاتے ہیں۔ تاکہ جو الفاظ اور اقوال اُستاد کی زبان سے نکلیں انہیں فوراً قلمبند کر لیں۔ بعض کے بشروں سے اشتیاق ظاہر ہوتا ہے۔ شاندار تقریروں سے ان کی روح میں جوش پیدا ہو جاتا ہے۔ خیالات کی لطافت اور رفعت انکے دلوں کو سفتوں بنا لیتی ہے۔ مگر اثر دیرپا نہیں ہوتا۔ بہت تھوڑے آدمی ایسے ہوتے ہیں جن کی طبائع اُستاد کے پُرحکمت کلام سے مستقل اثر قبول کرتی ہیں ''

اور اس مؤخر الذکر طبقہ سے سنیکا متعلق تھا۔ وہ لڑکپن ہی میں اسٹوئک اصولوں کا قائل اور پیرو ہو گیا تھا۔ قدیم زمانہ میں جتنے فریق اور طبقات فلاسفروں کے تھے۔ ان میں اسٹوئک شریف ترین اور نہایت پاکباز تھے۔ ان ریاضت کش اور فصیح الکلام اُستادوں کا جو اخلاق اور نیکوکاری کی اعلےٰ تعلیم دیتے پھرتے تھے اور اپنے نوعمر سامعین کے دلوں میں زہد و تقویٰ کا جوش متحرک کرتے تھے۔ اُس فسق و فجور اور عیش رانی کے زمانہ میں بہت عمدہ اثر ہوا ہوگا۔ اُنکے اصولوں کو سِنِک[۱] (کلبی) (Cynics) فرقہ کے فلاسفروں نے اور بھی سخت بنا دیا

[۱] انٹس تھنیز باشندۂ ایتھنز شاگرد سقراط اور مخالف افلاطون نے چوتھی صدی قبل مسیح کے وسط میں اس فرقہ کی بنیاد ڈالی تھی۔ یہ لوگ سگ صفت تھے کیونکہ دوسروں کے طرزِ عمل کی نہایت وحشیانہ انداز سے نکتہ چینی کرتے تھے۔ شروع میں اس گروہ کے فلاسفر دولت سے متنفر تھے آپس کے رشتے کو نہیں مانتے تھے۔ عادات کے ناپاک اور زمین پر سویا کرتے تھے۔ ننگے رہتے تھے۔ ہر طرح کی شائستگی کے دشمن تھے بے حیا و بے شرم طریق زندگی رکھتے تھے ؛

تھا۔ جو اپنے ناتراشیدہ اطوار کی خشونت اور وحشت کے لئے مشہور تھے۔ رومی شاعر جُوَنَل بڑے اہانت آمیز طریقہ سے کہتا ہے کہ اسٹوئک اور سِنِک فرقہ کے لوگوں میں صرف اتنا اختلاف تھا۔ کہ اول الذکر ایک "کُرتہ" پہن لیتے تھے۔ اور موخر الذکر اس کے بغیر ہی گزارہ کرتے تھے۔ سنیکا نے سِنِک فرقہ کی طرز معاشرت کبھی اختیار نہیں کی تھی۔ مگر وہ اپنی کتابوں میں کہیں کہیں سب سے بڑے سِنِک فلاسفر دیوجانس کلبی[1] کا بہت عمدہ الفاظ میں ذکر کرتا ہے۔ اور دِمطریوس کلبی کی بابت لکھتا ہے۔ کہ وہ اعلےٰ درجہ کی تعظیم وتکریم کا مستحق ہے۔ وہ لوسلیوس کو لکھتا ہے۔ "میں سب انسانوں میں بہتر آدمی یعنی دِمطریوس کو ہر جگہ اپنے ساتھ لے جاتا ہوں میں تاجپوشوں سے قطع نظر کر کے اس سے بات چیت کرتا ہوں۔ جو نیم برہنہ پھرتا ہے۔ میں کیوں اس آدمی کی تعریف نہ کروں؟ میں دیکھتا ہوں وہ کسی چیز کا محتاج نہیں ہے۔ سب چیزوں کو حقیر جاننا آسان ہے۔ مگر سب چیزوں کو اپنے قبضے میں لانا محال ہے۔ متموّل بننے کا بہترین طریقہ زر سے نفرت کرنا ہے۔ مگر ہمارے دوست دِمطریوس کی طرز معاشرت سے یہ ظاہر نہیں ہوتا۔ کہ وہ سب چیزوں سے متنفر ہے۔ مگر اتنا نوعیاں ہے۔ کہ وہ اس سبب سے تکلیف اُٹھاتا ہے کہ دوسرے اُن چیزوں پر قابض ہو جائیں"۔

ایسے ایسے عادات اور خیالات سنیکا کے کیرکٹر کو روشنی میں لاتے ہیں یہ بھی ظاہر ہے کہ اُس نے بچپن سے خودانکاری کو اپنی زندگی کا معمول بنا لیا تھا اور یہ کہ آخر دم تک اپنی کئی دیرینہ عادتوں کو قائم رکھا۔ اور اپنے پاک چلن پر کسی قسم کا حرف نہ آنے دیا۔ گو اسے سرکاری ملازمت کے وقت بعض عادتوں میں

---

[1] دیوجانس کلبی۔ سنوپ کا مشہور کلبی فلاسفر اور بانی فرقہ کا سب سے بڑا مشہور شاگرد تھا۔ وہ سِنِک (کلبی لوگ) لوگوں کا لباس پہن کر اپنی مشہور ناند اُٹھائے پھرا کرتا تھا۔ اس قسم کی تپسیا کے سبب سے وہ قابل عزت سمجھا گیا تھا۔ کہا جاتا ہے جب سکندر اس سے ملنے کو گیا۔ تو اس سے بڑی بے پروائی سے پیش آیا تھا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس کی نج کی زندگی بڑی ناپاک تھی۔ وہ طرح طرح کی عیاشیوں میں مبتلا تھا۔ ۳۲۴ قبل مسیح میں ۹۷ برس کی عمر میں انتقال کیا۔

ترمیم کرنے کی ضرورت لاحق ہوئی تھی۔ اور اپنے والد کو خوش کرنے کی غرض سے اُسے غیر معمولی قسم کی پرہیزگاری چھوڑنی پڑی تھی۔ مگر اس امر کے باور کرنے کی کافی وجہ ہے۔ کہ اُس نے بڑھاپے میں وہی عادات پھر اختیار کرلئے تھے۔ جو اُس نے اپنے عالی ہمت اور شریف النفس اُستادوں سے عنفوان شباب میں سیکھے تھے۔ یہ امور اُن بے بُنیاد اتہام کی تردید کے لئے بالکل کافی ہیں۔ جو سنیکا کے چلن پر نامناسب طور پر عاید کئے گئے ہیں اور جن میں حقیقت کا رمق بھی نہیں ہے کیونکہ حسد اور کینہ ان کی تحریک کا موجب ہوا تھا + آیندہ اس بہتان کا چرچا نہیں کیا جائیگا۔ کیونکہ ہمارے نزدیک وہ بالکل بے بُنیاد اور لچر ہے + اس میں کچھ شک نہیں کہ سنیکا ایک ایسا فلاسفر تھا کہ اس کے قول وفعل اور اصول وعمل میں تناقض تھا۔ وہ بعض وقت سخت غلطیوں کا مرتکب ہوتا تھا۔ جس سے اس کے کیرکٹر پر بدنامی کا داغ لگتا ہے۔ لیکن باوجود اس کے بھی وہ عیاشیوں سے مبرا تھا۔ بلکہ بلاخوف خلاف بیانی یہ کہا جاسکتا ہے۔ کہ مال ومتاع اور شان وشوکت اور اُن ازمائشوں کے درمیان بھی جو ان سے وابستہ ہیں۔ اُسکے عادات کی سادگی اور دل کی پاکیزگی میں کوئی فرق نہیں آیا۔ اس کی پانسو ہاتھی دانت کی میزوں کی خواہ کتنی اعلےٰ قیمت ہو۔ مگر خالص پانی۔ سبزیات اور پھلوں کے سوا کسی قسم کی مکلف اشیاے خوردنی ان پر نہیں چُنی گئی تھیں۔ اُس زمانہ کے متمولین چاہے کسی قسم کی تفریحات سے اپنا دل بہلاتے ہوں۔ مگر سنیکا صرف اپنے باغ میں اپنے چھوٹے غلام کے ساتھ کھیلنا اور اپنا جی خوش کرلیا کرتا تھا +

تیسری فصل

رومیوں کی مجلسی حالت

جہاں تک بن پڑا۔ ہم نے سنیکا کی تصنیفات میں سے جملہ حالات اور واقعات

بہم پہنچائے ہیں جو اسکی ابتدائی تعلیم پر روشنی ڈالتے ہیں۔ اور وہ گزشتہ فصل میں بیان کر دئے گئے ہیں + اسکول اور اُستادوں کے اثر کے سوا اور اثرات بھی ہیں جن کا ہر ایک انسان کی طبیعت پر بہت گہرا اور دیرپا اثر ہوتا ہے + زمانہ کی رفتار عقلی مصروفیتوں کے رجحان - طرز معاشرت - اور ملکی سرگرمی اور کشاکش کا جو رومیوں کی قومی خصوصیتوں کو ایک خاص سانچہ میں ڈھال رہی تھی سنیکا کے دل پر غیر محسوس مگر بہت پُرزور اثر ہوا ہوگا - ایسا اثر جو اطالوس اور سوشن کی تعلیم و تلقین سے بھی کئی درجے بڑھکر تھا + جو کچھ پچھلی فصلوں میں مذکور ہو چکا ہے - اسکی بنا پر اگر معقولیت سے یہ رائے قائم کی جا سکے - کہ اُس زمانہ کی تعلیم محض نمایشی اور بودی تھی - تو ہم اس نتیجہ پر پہنچ سکتے ہیں - کہ رومیوں کی عام مجلسی حالت جس میں نوخیز سنیکا کا بچپن اور لڑکپن گزرا تھا - ناگفتہ بہ اور سخت افسوسناک تھی +

یہ ایک امر مُسلمہ ہے کہ صبح صادق سے پہلے رات کا تاریک ترین حصہ گزرتا ہے - بعینہ یہی کیفیت بت پرست قوموں کے اخلاق کی **آفتاب صداقت** کے طلوع سے تھوڑی دیر پیشتر تھی - جو اخلاقی ابتری اور رُوحانی تاریکی **یسوع مسیح** کی پیدائش سے چند سال پہلے رومی سلطنت اور اسکے قرب و جوار کے ممالک پر محیط تھی - وہ قبل ازیں کبھی نہیں دیکھی گئی تھی - اس میں کلام نہیں کہ اس سے پیشتر بعض صدیوں کے دوران اور بعض ملکوں میں فسق و فجور سخت درجہ غالب رہا - اور مصنوعی نظام تہذیب و اخلاق کے زیر اثر بدی کو غیر معمولی اقتدار نصیب ہوا - اور اہل زمانہ کھلم کھلا ہر قسم کی عیاشیوں اور بد اخلاقیوں کے مرتکب ہوتے تھے - مگر کسی زمانہ اور کسی ملک اور کسی جگہ مکروہ ترین حرامکاریاں اور مذموم ترین اوباشیاں دیکھنے میں نہیں آئی ہونگی - جیسی شہر روم میں قیاصرہ کے عہد میں مروّج تھیں - ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اہل روم انسانیت اور اخلاق سے یکایک بیزار ہو کر بہیمیت میں مبتلا ہو گئے ہیں + حرامکاری اور بدذاتی ایک مہلک عارضہ تھا - جو رومیوں کی قومی زندگی کے اعضاے رئیسہ[۱] کو گھُن بن کر کھا رہا تھا -

[۱] اعضاے رئیسہ سے مراد وہ اعضا ہیں جن پر شخصی انسانی زندگی کا دار و مدار ہے - مثلاً قلب جگر - پھیپھڑے وغیرہ اسی طرح قوم کے اعضاے رئیسہ ہیں جن پر اسکی قومی زیست کا انحصار ہے - مثلاً عدالتیں - شرفا - امرا - روسا - ارکان سلطنت اور طبقۂ اعلے کے آدمی +

یہ امر قابلِ غور ہے۔ کہ تعیش وانبساط میں وہ جس قدر شستہ اور ستھرے تھے۔ اپنے طریق زیست میں نابکار و خراب اور قابلِ نفرت و حقارت تھے۔ مشہور شاعر ہوریس اپنے ابنائے وطن کی ذلیل و مذموم حالت پر یوں آنسو بہاتا ہے۔ "ہمارے باپ کے زمانہ نے جو ہمارے اجداد کے زمانہ سے بھی بدتر ہے۔ ہمیں پیدا کیا ہے۔ جو اپنے باپ سے بدتر ہیں۔ اور ہماری قسمت میں ایسی اولاد پیدا کرنا بدا ہے۔ جو ہم سے بھی کئی درجے خراب ہوگی۔" اس کے پچاس برس بعد جوُنل شاعر کا زمانہ آیا۔ جس نے خیال کیا کہ رومیوں کا فسق و فجور انتہا کے درجہ تک پہنچ گیا ہے۔ وہ نہایت یاس انگیز لہجہ میں کہتا ہے "یہ نا ممکن ہماری بداخلاقی اور بدکاری میں اضافہ نہیں کریگی۔ ہماری اولاد انہی بدیوں کی مرتکب ہوگی۔ جن میں ہم مبتلا ہیں۔" عیسویت کی تبلیغ کے وقت رومی سلطنت اور اس کے گردو پیش کے ممالک کی جو ناگفتہ اخلاقی حالت تھی۔ اس کا اگر اس وقت کچھ اندازہ کرنا چاہو۔ تو پولوس رسول کا رومیوں کا خط پڑھو۔ جس کے مطالعہ سے دل کانپ اُٹھتا ہے۔ اور انسان کے اخلاقی زوال اور ذلت کا منظر آنکھوں کے سامنے پھر جاتا ہے۔ اگر سنیکا کی خصلت کی نسبت صحیح رائے قائم کرنا چاہو۔ تو یہ واجب ہے کہ پیچھے بیان کئے ہوئے امور کو ملحوظ رکھا جائے۔ پھر اُس مجلس کی اخلاقی حالت پر غور کیا جائے۔ جس کے درمیان اُس نے بچپن سے پرورش پائی تھی۔ ہم اس زمانہ کے لوگوں کو صرف رومن سوسائٹی کی حالت پر صرف سرسری نظر ڈالنا چاہئے۔ اس کی بُرائیوں کی مفصل کیفیت قلمبند کرنا محال ہے۔ موٹی موٹی باتوں کا ذکر ہوسکتا ہے۔ مگر مذموم طرزِ زندگی اور ہولناک بدکاریوں پر جو انسانیت کے کسی طرح شایاں نہیں ہیں۔ پردہ ڈالنا ہی بہتر ہے۔ جیسے کسی بھیانک کھوہ کے دہانے پر کھڑے ہوکر اس کے اندر نظر ڈالی جاتی ہے۔ اور اسکی اندرونی تاریک دیواریں دیکھتے ہیں۔ اسی طرح ہمیں رومیوں کی اخلاقی خرابیوں اور ذلتوں پر سطحی نگاہ ڈالنے پر اکتفا کرنا چاہئے۔ اگر ہم گپھا کے اندر لیمپ لیکر داخل ہوں۔ تو وہ اندر کی مضر اور ناپاک ہوا کے اثر سے گل ہوجائیگا۔ رومیوں کی

بدکاریوں کے مفصّل کوائف پڑھنے سے ہمارے اخلاق اور دل پر سخت ناگوار اثر پڑنے کا احتمال ہے۔ اس واسطے مفصّل حالات سے اجتناب ہے۔

آگسٹس کے عہد سلطنت میں انحطاط کا سست عمل شروع ہوا۔ قومی اوباشیوں اور بدکاریوں نے قومی وجود اور سلطنت کی جڑوں کو آہستہ آہستہ کھوکھلا کر دیا۔ یہ عمل یہاں تک جاری رہا کہ اس کا زور اور طاقت سب زائل ہوگئی۔ وحشیوں[۵۱] نے چاروں طرف سے حملے شروع کر دئے۔ ہر جگہ کشت و خون ہونے لگا۔ سلطنت کی عظیم الشان عمارت منہدم اور مسمار ہوگئی۔ رُوم نہ صرف اپنی شان و شوکت اور عظمت و جلالت سے محروم ہوگیا۔ بلکہ اس کی خوبیاں بھی یکے بعد دیگرے تاروں کی طرح رخصت ہوگئیں۔ دلاوری اور شجاعت۔ مردانگی اور بہادری۔ دینداری اور سادگی وغیرہ جملہ اوصاف معدوم ہوگئے۔ اور ان کی جگہ رذالت اور ضلالت عیاشی داوباشی اور اوہام باطلہ نے لے لی۔ قصّہ کوتاہ وہ "ہر کملے را زوالے" کا مصداق بن گیا۔ ایک شاعر نے اُس کا خوب خاکہ کھینچا ہے:-

"بنی آدم کی داستان کا اخلاقی سبق رُوم کے زوال سے حاصل ہوتا ہے۔ جو کچھ دیکھنے میں آتا ہے وہ نیا نہیں بلکہ ماضی کے واقعات اور نظائر کا اعادہ ہے اوّل آزادی۔ پھر شان و شوکت آتی ہے۔ لیکن جب وہ زوال پذیر ہو جاتی ہے۔ تو مال و دولت۔ پھر فسق و فجور۔ اور اخلاقی انحطاط۔ بعدہٗ وحشیانہ عادات میں قوم گرفتار ہو جاتی ہے۔ گو بنی آدم کے کارناموں کی داستان کئی ضخیم جلدوں میں ہے۔ مگر اس سے صرف ایک سبق حاصل ہوتا ہے۔ اور اس کی نظیر رُوم کی کہانی پیش کرتی ہے۔ جہاں شان و شکوہ اور عیاشی کی زندگی گزارنے والے مردم آزار بادشاہوں نے زر و جواہر۔ مال و منال۔ عیش و آرام کے سامان۔ جمع کئے تھے۔ جو آنکھ کے دیکھنے۔ کان کے سُننے۔ زبان کے مانگنے میں آسکتے تھے۔ یا رُوح جن کے حصول کی خواہشمند ہوسکتی تھی"۔

---

۵۱ لاطینی قومیں ہن۔ بگاشا۔ اور ٹیوٹانک قوموں کو "وحشی" سمجھتی تھیں۔ دوسری صدی مسیحی کے وسط میں ہن۔ ونڈال۔ اور گاشاوں نے سلطنت روم پر حملے کئے۔ اور اسکے چند صوبوں پر قابض و متصرف ہوگئے۔

سوسائٹی کے مختلف فرقے اور گروہ اس زمانہ میں ایسے تھے کہ ان سے کسی قسم کی اصلاح اور ترقی کی اُمید نہیں ہو سکتی تھی - یہ انتہاؤں کا مجموعہ تھا یعنی وہاں طبقۂ وسطےٰ نہ تھا - ایک طبقہ اعلےٰ اور دوسرا ادنےٰ تھا - اور ان کا سرگروہ شہنشاہ تھا - جو بالعموم اپنی حین حیات ہی میں دیوتا کا رتبہ حاصل کر لیا کرتا تھا - اسے سینٹ کے اعلےٰ ترین ممبروں پر بھی بے انتہا تعلی اور تفوق حاصل تھا - مشہور انگریز مورخ گبن[1] لکھتا ہے - وہ ایک ساتھ "پروہت - ملحد اور دیوتا" ہوا کرتا تھا - اس کے خاص مصاحب امرا و رؤسا کے اُس طبقہ سے تھے - جو ذلیل چاپلوسی - رکیک تابعداری اور فسق و فجور کے باعث اخلاق اور شرافت سے بالکل معرّا ہو گئے تھے - بایںہمہ ان لوگوں کو ملکی اقتدار اور اختیارات حاصل نہ تھے - بلکہ ایسے آدمیوں کا رسوخ سب پر غالب تھا جو ابتدا میں شہنشاہ کے غلام ہوا کرتے تھے - مگر بعد میں آزادی حاصل کر لیتے تھے - یہ مصر اور تھینیا (بطھنیا) سے روم میں فروخت ہونے کے لئے آتے تھے - ان کے کان چھدے ہوئے - اور ان کے ننگے پاؤں پر چاک لگی ہوتی تھی - جو ان کی غلامی کی نشانی تھی - یا ایسے لوگ تھے جو وِلابرؔ روم اور سابراؔ کی منڈیوں میں چوہے مچھلیاں فروخت کیا کرتے تھے - اور جنہوں نے نہایت ذلیل اور رکیک وسائل سے کام لیکر دولت جمع کی تھی - اور جن کی بے باکی اور شوخی - کمینگی اور رذالت انکی اقبالمندی اور اقتدار کے دوش بدوش بڑھتی چلی گئی تھی - فیلکس[2] جس کے سامنے پولوس رسول کا مقدمہ پیش ہوا تھا - اسی طبقہ سے متعلق تھا - اور اس کا بھائی پلاس[3] بھی اسی قسم کا

---

[1] ایڈورڈ گبن اپریل ۱۷۳۷ء میں پیدا ہوا اور جنوری ۱۷۹۴ء میں انتقال کیا - اس نے بیس سال کے غور و خوض اور مطالعہ کے بعد "سلطنت رومہ کا زوال" آٹھ جلدوں میں لکھا - جس سے اس کا نام غیر فانی ہو گیا ہے - یہ ضخیم تاریخ انسانی عقل اور علمیت کی ایک بہترین یادگار سمجھی جاتی ہے +

[2] اول صدی مسیحی کے وسط میں ملک یہودیہ میں رومی صوبہ تھا - اسی کے سامنے یہودی لوگ پولوس رسول کو لے گئے تھے

[3] ٹیسی ٹس رومی مورخ لکھتا ہے "پلاس ایسا مغرور اور متمنع شخص تھا کہ اپنے غلاموں کے سامنے صرف اشاروں سے گفتگو کرتا تھا - یہ شخص کلاڈیس کا پروردہ اور آزاد غلام تھا - اپنے تمول اور اقتدار کے سبب سے بہت مشہور تھا - نیرو نے دولت کی طمع سے اسے مروا ڈالا +

آدمی تھا۔ جس کا طلائی مجسمہ ویٹلس[۵۱] کے گھر کے دیوتاؤں میں شمار ہوتا تھا۔ قیاصرہ کے عہد میں جو کیفیت روم کی حکومت کی تھی۔ اس کا اندازہ اس امر سے ہو سکتا ہے کہ جیمز اول شاہ انگلستان کے زمانہ میں جو اقتدار ارل آف سمرسٹ کو حاصل تھا۔ وہی اقبال منہ چڑھے مگر آزادی یافتہ غلاموں کو نصیب تھا۔ اسکے کئی اسباب تھے ✦

اول وہ زمانہ ایسا تھا کہ ایک طرف بڑے بڑے زر و جواہر اور حشمت و ثروت والے تھے۔ اور دوسری جانب ایسے مفلس قلاش پھرتے تھے۔ جنہیں ایک وقت کا کھانا بصد مشکل میسر آتا تھا۔ عالیشان محلوں کے قرب و جوار میں سیکڑوں فاقہ مست آدمی دیکھنے میں آتے تھے۔ جنہوں نے بھیک مانگنا اپنا ہولناک پیشہ ٹھیرالیا تھا۔ بعض مرتبہ چوریاں کرتے تھے۔ چھوٹے بچوں کے بازو اور ٹانگیں توڑ دیتے تھے۔ تاکہ دیکھنے والے ان کی دردانگیز حالت سے متاثر ہوں اور کچھ خیرات دیں۔ اس گروہ کے بھکاریوں کی تعداد میں اس وجہ سے اضافہ ہوتا رہتا تھا۔ کہ رومی لوگ اپنے بچوں کو آبادی سے کچھ فاصلے پر جنگل میں چھوڑ آتے تھے۔ تاکہ انہیں جنگلی جانور کھائیں۔ یا کسی اور طرح سے ہلاک ہوجائیں۔ مگر فقیر انہیں اُٹھا لیتے۔ ان کے اعضا کچل کر لوگوں کا رحم اُکساتے اور اپنا پیٹ پالتے تھے ✦ زمیندار اور جاگیردار اپنا تموّل بڑھانے کی حرص میں گرفتار ہو کر غریب کسانوں اور مزارعین پر طرح طرح کی آفتیں توڑتے۔ اور دُکھ دیتے تھے۔ جس سے تنگ آکر وہ بھیک مانگنے پر مجبور ہو جاتے تھے۔ بعض متوسط الحال ناعاقبت اندیش اشخاص کروڑپتیوں کی احمقانہ تقلید سے برباد ہو کر تباہ حال آدمیوں کے زمرہ میں داخل ہو جاتے اور ان کی تعداد بڑھاتے تھے۔ جب رومیوں نے ایشیائی[۵۲] ملک گیری پر کمر باندھی۔ بڑی بڑی فتوح حاصل کیں۔ بڑے بڑے

---

[۵۱] آلوس ویٹلس سینٹ کا مشہور ممبر تھا۔ اپنی عیاریوں سے تخت حاصل کیا۔ یہ چار مسلسل شہنشاہوں کا منہ چڑھا بنا رہا۔ جرمنی کی رومی سپاہ نے اسے شہنشاہ بنا لیا۔ مگر روم میں ایک اور شخص شہنشاہ بنایا گیا تھا۔ جسے اس نے چار لڑائیوں کے بعد زیر کرکے تخت نشین ہو گیا ✦

[۵۲] سنہ [illegible] قبل مسیح میں رومیوں نے مشرقی ممالک پر چڑھائی کی۔ انکے جرنیل فلامنی نیوس نے سنہ ۱۹۸ قبل مسیح میں فیلقوس شاہ مقدونیہ کو مغلوب کرکے یونانی شہروں کو روم میں شامل کر لیا ✦

سر کے مارے۔ انطیاکس[۱]۔ اطالوس[۲] اور متراد اطس[۳] کی قدیمی باد شاہتوں کو مغلوب کرکے لوٹا۔ تو زر و جواہر کی رَو بہہ کر روم میں پہنچی۔ اور وہاں کی نسبتاً پُر آسائش زندگی میں تزلزل پیدا کر دیا۔ جو رقوم عیش و عشرت کے سامانوں اور شان و شکوہ پر خرچ کئے جاتے تھے۔ ان کی کیفیت پڑھکر بہت تعجب ہوتا ہے۔ اُس زمانہ میں تجارت ذی عزت اور ذی رتبہ لوگوں کی شان کے شایاں نہ سمجھی جاتی تھی۔ اس لئے ایسے آدمیوں کا حصہ بن گئی تھی جو عزت و حرمت سے محض بیگانہ تھے یعنی یا تو غلام تجارت کرتے تھے۔ جو سمندروں کے اُس جانب سے روم میں پہنچتے تھے۔ اور وہ یہ حلقہ بگوشی چھپانے کا عمدہ ذریعہ سمجھی جاتی تھی۔ یا ایسے بدمعاش اور مجرم لوگ بھگتا یا کرتے تھے۔ جو مصنوعی وسائل سے اُن تین حروف کو مٹانے کی سعی کرتے تھے۔ جو جلاد گرم لوہے سے انکی پیشانی پر نقش کر دیا کرتے تھے۔ جس سے جرائم پیشہ اشخاص کی بآسانی شناخت ہو سکتی تھی۔ الغرض تجارت سفلے اور کمینے آدمیوں کا پیشہ تھا۔ روم میں اور بھی بہت سے دولتمند اشخاص تھے۔ جو مجرموں کے طبقہ سے نہ تھے۔ مگر وہ ان سے کسی طرح کم بھی نہ تھے۔ یعنی کلنکت کے ٹیکے کے ہر طرح سے مستحق تھے لیکن انکے گھر اور بدرسے غریب صوبوں کی دولت سے پُر ہوتے تھے۔ جن کے زر و مال پر معزز لوگوں کی آنکھ لگی رہتی تھی۔ شریف خاندان اور بلند حوصلہ۔ آرزومند نوجوان جن کی دولت عیاشیوں اور فضول خرچیوں میں اُڑ جاتی تھی۔ قرض لیکر جمہور کی تفریح اور دل بہلانے کے واسطے جلسے منعقد کرتے تھے۔ جن میں باکمال لوگ اپنے کمالوں سے حاضرین کو محظوظ کرتے تھے۔ اس سے ان کی غرض شہرت اور

[۱] انطیاکس سیریا (شام) کا بادشاہ تھا۔ سنہ ۱۹۰ قبل مسیح میں ایشیائے کوچک رومیوں کے سپرد کرنے پر مجبور ہوا تھا۔ اسکے بعد تمام ریاستیں روم کی مطیع ہوگئیں ✦ [۲] ایشیائے کوچک میں رومیوں نے پرگموس کی بادشاہت قائم کی۔ جب سنہ ۱۳۳ قبل مسیح میں اطالس ثالث انتقال کر گیا۔ تو وہ اپنی بادشاہت رومیوں کے نام وصیت کر گیا۔ اور وہ رومی صوبہ قرار پایا ✦ [۳] متراداطس علاقہ پونطس کا بادشاہ تھا۔ جو شمال مشرق میں واقع تھا۔ اس نے قرب جوار کا علاقہ فتح کرکے اپنی بادشاہت کو وسعت دی۔ سنہ ۸۸ قبل مسیح میں رومی سردار سُلا سے مڈبھیڑ ہوئی۔ مگر صلح کرنے پر مجبور ہوا۔ اسکے چند سال بعد پھر سرکش ہوگیا اور سلطنت کھو بیٹھا ✦

ہردلعزیزی اور تحسین و آفرین حاصل کرنا تھا۔ تاکہ جب سرکاری عہدیداروں کے انتخاب کا وقت آئے۔ تو اپنی ناموری کی بدولت کسی بڑے عہدہ پر تعینات ہو جائیں۔ جس سے رفتہ رفتہ بلند مناصب و مراتب پر پہنچنا دشوار نہ تھا۔ جب ایک مرتبہ کسی صوبہ کی گورنری پر متقرر ہوئے۔ پھر اپنی حسب منشا رعایا کا مال و متاع لوٹ کر اپنا گھر بھر لیتے تھے۔ فیلکس اور ویرس[1] جیسے گورنروں کے گھروں میں جاکر دیکھو۔ دالانوں اور برآمدوں کے شاندار سبز رنگ کے سنگ مرمر کے پیل پائے جن پر طرح طرح کے نقش و نگار کندہ تھے۔ سناده کی کانوں سے فرجیا[2] کے قلیوں نے جو بیگار میں پکڑے جاتے تھے۔ کھود کر نکالے تھے۔ منبت ظروف نقرئی۔ مرہہ[3] کے گلدان۔ مرصع پیالیاں۔ فن سنگتراشی کے بہترین نمونے اور تمام آرائشی سامان سسلی یا یونان کے مندروں اور آسودہ حال شوقینوں کو لوٹ کھسوٹ کر جمع کیا گیا تھا۔ ملک تاخت و تاراج کئے جاتے اور قومیں پائمال کی جاتی تھیں۔ تاکہ اپی سیوس[4] جیسے پیٹو شراب میں موتی تحلیل کر کے اپنے دوزخ پُر کریں۔ یا لولیا پالینہ[5] جیسی حسینہ اپنے شاندار لباس میں ہیرے موتی۔ اور زمرد ٹکا کر جگمگ جگمگ کرتی چندے آفتاب چندے ماہتاب دکھائی دے

---

[1] جزیرہ سسلی کا رومی گورنر تھا۔ اس کی ظلم رانیوں اور ہوس کاریوں سے اہل سسلی عاجز آگئے۔ انہوں نے سینٹ کے سامنے اس پر مقدمہ چلایا۔ اور فصیح اللسان سسرو کو اپنا وکیل مقرر کیا۔ جس نے اپنی سحر صفت تقاریر کے واسطے غیر فانی شہرت حاصل کر لی۔ ویرس دارالخلافہ سے نکل بھاگا۔ اور ایک صوبہ میں عیش و عشرت سے زندگی بسر کرنے لگا۔ انٹونی کے آدمیوں نے اسے چھبیس سال بعد قتل کر دیا۔

[2] فرجیا۔ ایشیائے کوچک کا ایک بڑا صوبہ تھا جس کا رقبہ اور حدود اربعہ ہر زمانہ اور سلطنت میں بدلتا رہا۔ اسکے شمال میں شہر سناده تھا۔ جو سنگ مرمر کی کانوں کے واسطے مشہور تھا۔

[3] یہ ایک قسم کا پتھر تھا اگر اسکے اندر زہر ڈالا جاتا تو ٹوٹ جاتا تھا۔

[4] اپی سیوس۔ اس نام کے تین شخص روم میں تھے۔ جو بسیار خوری اور شکم پرستی کے واسطے مشہور تھے دوسرا اپی سیوس سب سے مشہور آگسٹس اور تبریاس کے زمانہ میں تھا۔ بڑا صاحب ثروت تھا۔ زد سے نعمتیں حاصل ہونا ممکن تھیں وہ کھاتا تھا۔ جب اپنے مال متاع کا حصہ اعظم ختم ہو گیا۔ تو خودکشی کر کے مر گیا۔

[5] لولیا پالینہ۔ لوکیاس کی اکلوتی بیٹی۔ حسن و جمال میں بیمثال۔ زیورات اور شانداری کے اشتیاق کے لئے ضرب المثل ہے۔ اسکا باپ بڑا ہی متمول تھا۔ اسکی شادی پہلے ریگولس بعد ازاں کلی گلہ سے ساتھ ہوئی۔ شہنشاہ۔ بیگم اگرپنہ کے حسد کا شکار ہوئی۔

جن پر تیس بتیس ہزار پونڈ یعنی .... ۴۸ روپے خرچ ہوتے تھے + پلاٹینی
نے اسے زرق برق اور جواہر نگار لباس میں دیکھا تھا +
ان "ذی شان فاسقوں" کے جنہوں نے صوبوں کی رعایا کو لوٹ لوٹ کر اپنے
گھر بھر لئے تھے۔ سیکڑوں غلام۔ متعلقین۔ لواحقین تھے۔ انکے علاوہ بیسیوں
خوشامدی چیچڑ قناتیئے للو پتو کرنے والے بھی تھے۔ جن کی بسر اوقات اسی
قسم کے فاجر رئیسوں کی خوشامد گوئی اور چاپلوسی پر تھی۔ اور ایسے اشخاص تھے۔
جو ہر وقت اور ہر حالت میں ان کے دست نگر رہتے تھے + علے الصباح ایک
ہفت رنگ اور مختلف النوع جم غفیر امرا اور رؤسا کے دیوانخانوں میں دیکھنے میں
آتا تھا۔ ہر عمر اور ہر قوم یعنی جرمن۔ مصری۔ گال۔ گاٹ۔ سریانی۔ برطانی اور مور
غلام تھے۔ آزادی یافتہ غلام جو رؤسا اور حکام عالی جاہ کے منہ چڑھے۔ اور حرام
کا مال کھا کھا کر خوب ہٹے کٹے۔ موٹے تازے ہو گئے تھے۔ اور اپنے آپ کو
بہت بڑے آدمی سمجھتے تھے۔ بیباک۔ دریدہ دہن رازدار خدام۔ حریص لالچی
مسخرے جو رؤسا کے دسترخوانوں پر اپنی لطافت و ظرافت سے تفریح طبع کے
فرائض انجام دیا کرتے تھے۔ ملک ڈاشیا کے شمشیر زن پہلوان۔ جن کا پیشہ
شمشیر زنی تھا۔ فلاسفر (کلبی فیلسوف جن کی لمبی ڈاڑھیاں ہوا کرتی تھیں) جنکی
شہرت و ناموری لمبی لمبی ڈاڑھیوں کے سبب سے تھی۔ بے اصولے اور ریاکار یونانی
جو دروغگوئی اور خوشامد پر ادھار کھائے بیٹھے رہتے تھے۔ اور جہاں جاتے اپنی
جبلی خباثت کا زہر پھیلاتے تھے بہت کثرت سے پائے جاتے تھے۔ اور ان
سب کے درمیان ایسے خوش نیت اور نیک بندے بھی تھے جو انقلاب زمانہ
کے ہاتھوں برباد اور محتاج بالغیر ہو گئے تھے وہ ہر قسم کی رسوائی اور ذلت
چپکے سے گوارا کر لیتے تھے۔ غیر پُر آسائش بیکاری میں زندگی کے دن بسر کرتے
تھے۔ اور اپنی حوائج زیست کے واسطے خود پسند۔ اور مغرور مربیوں کی بے دلی
اور بے اعتنائی کی سخاوت اور بخشش کے محتاج رہتے تھے۔ غیرت اور حمیت
جو قدیم زمانہ کے رومیوں کا خاصہ تھی تقریباً مفقود ہو چکی تھی۔ آزادی طبع۔

خود اعتباری ۔ خود داری ۔ استغنا جو حرفتی آبادی کے خواص ہیں وہاں ان سے سب ناآشنا تھے +

جو بیفکرے ۔ بیباک ۔ ننگ اور آوارہ گرد فورم[۵۱] میں جمع ہو کر شور و شغب برپا کرتے اور رَولا مچایا کرتے تھے ۔ ان میں بالعموم ایسے غیر ملکی لوگ ہوا کرتے تھے ۔ جو ابتدا میں رومی جنرلوں کی خارجی فتوح کی لوٹ مار میں غلام بن کر آئے تھے مگر اٹلی میں مدت دراز تک رہنے سے اسی ملک کے باشندے سمجھے جانے لگے تھے ۔ یہ لوگ غیر قوموں کی تلچھٹ اور خوگیر کی بھرتی تھے ۔ اپنے ساتھ اپنے ملک اور اپنی قوم کی پاک خوبیوں کی بجائے ہر قسم کی بُرائیاں لائے تھے ۔ انکی سب سے بڑی دو ضرورتیں تھیں ۔ پیٹ بھر کر روٹی اور دل بہلانے کے لئے تماشا ۔ ان دونوں چیزوں کے علاوہ وہ کسی اور شے کے محتاج نہ تھے ۔ اور انکے متموّل اور با اثر مربّی ان کی ہر دو ضرورتوں کا اہتمام کر دیا کرتے تھے ۔ یا گاہے گاہے شہنشاہ ایک خاص رقم عنایت کر دیا کرتا تھا ۔ یا اعلیٰ سرکاری عہدوں کے اُمیدوار اپنی مطلب برآری کے واسطے عوام کو ضیافتیں دیتے تھے ۔ اور انہیں خوش کرنے کے واسطے کھیل تماشے کا انتظام کرتے تھے ۔ جب تک یہ سامان بہم پہنچتے رہے ۔ وہ آزادی اور اثر و اقتدار کے طالب نہ ہوئے ۔ بلکہ ذلت اور رسوائی کی زیست خوشی اور صبر سے بسر کرتے رہے +

دوم ۔ اُس زمانہ میں اوہام باطلہ اور بے دینی زوروں پر تھی ۔ یہ عجیب بات ہے کہ دونوں باتیں پہلو بہ پہلو پائی جاتی ہیں ۔ جیسے فلپ[۵۲] آزادی پسند ۔ ڈیوک آف آرلینز ۔ ایک طرف تو وجود باری سے منکر تھا ۔ اور دوسری طرف اس قدر کمزور دل تھا کہ ایک قہوہ کے پیالہ کے پیندہ میں تلچھٹ دیکھکر اپنی قسمت کے

---

۵۱ شہر روم میں سرکاری کورٹ ہوتی تھیں ۔ جہاں مقدمات کا فیصلہ کیا جاتا تھا ۔ اور جمہور کے اہم معاملات پر تقریریں ہوا کرتی تھیں +

۵۲ فلپ ۔ آزادی پسند ۔ لوئس شاہ فرانس کا باپ ۔ آرلینز کا زبردست ڈیوک تھا ۔ انقلاب کے وقت انقلاب پسندوں کے ساتھ شریک ہو گیا ۔ اور آزادی پسند کا لقب حاصل کیا ۔ اس نے ۱۷۹۲ء میں انقلاب پسندوں کو لوئس شانز دہم کے قتل کرنے کی شہ دی ۔ دوسرے سال خود بھی شوریدہ سری کا شکار ہو گیا +

لکھے کا اندازہ کر لیا اور لوئس یازدہم کسی قسم کی بدی اور گناہ کے ارتکاب سے نہ ہچکچاتا تھا۔ مگر اپنی ٹوپی میں ایک چھوٹا سا سیسہ کا بُت لٹکا رکھا تھا۔ جس کی پرستش دل وجان سے کرتا تھا۔ اسی طرح رومی لوگ اپنی سلطنت کی شان وشوکت کے زمانہ میں تمام دیوی دیوتاؤں کو جنکی عبادت ان کے آبا و اجداد اپنا فرض منصبی سمجھتے تھے۔ تمسخر میں اُڑاتے اور ان کی سخت تحقیر و تضحیک کرتے تھے۔ مگر تعویذ گنڈے اور جھاڑ پھونک کرنے والوں۔ جادوگروں۔ رمالوں اور نجومیوں کی باتوں پر بے حد اعتقاد تھا۔ گو دینی رسوم نہایت دھوم دھام سے ادا ہوتی تھیں۔ مگر مذہب پر ان کا مطلق ایمان نہ تھا + جُوِنَل کہتا ہے "بھوتوں۔ پریتوں۔ پریوں چڑیلوں۔ اور پاتال کے وجود کے لڑکے بھی قائل نہیں ہیں۔ جو اس قسم کی واہیات کو بڑی جلدی مان لیتے ہیں۔ دین ایمان کے ادق مسائل اور خیالات تو ایک طرف رہے۔ البتہ وہ بچے ایسی باتوں کو بلا چون وچرا مان لیتے ہیں جن کی سمجھ بالکل اوچھی اور خام ہے" مارشل شاعر کی بیباکانہ ڈھٹائی اور ہرزہ درائی کی کوئی انتہا نہیں نظر آتی۔ جس سے کام لیکر وہ شہنشاہ ڈومشیان کے الطاف شاہانہ کو مہادیوتا جوپی ٹر کی مہربانیوں پر ترجیح دیتا ہے۔ اسے اپنے سب سے بڑے دیوتا کی خوشنودی خاطر کی ذرہ بھر پرواہ نہیں ہے۔ مگر شہنشاہ کو خوش کرنے کے واسطے اس کی ادنےٰ صفات کو بڑھا بڑھا کر بیان کرتا اور بمنزلہ دیوتا سمجھتا ہے۔ اس سے بڑھکر اور کیا کفر اور بے دینی ہوسکتی ہے؟ + سنیکا نے اپنی کتاب میں جس میں توہمات کی دھجیاں اُڑائی گئی ہیں۔ متاہل اور ناکتخدا دیوتاؤں پر خوب پھبتیاں اُڑائیں اور فقرے پر فقرے چست کئے ہیں۔ اُس نے اُن دیوی دیوتاؤں کو تو خوب ہی آڑے ہاتھوں لیا ہے۔ جن کی بے رحمی اور بدکاری کی باتوں میں ایسے واضح طور پر بیان کی گئی ہے۔ کہ اگر انسان اُس کا مرتکب ہوتا۔ تو نہایت مکروہ اور معیوب سمجھی جاتی۔ دیویاں اور دیوتا تو ایک طرف رہے۔ جو پاکیزگی اور اخلاقی برتری میں انسان کے لئے نمونے ہوتے ہیں۔ اور اسی سبب سے انکی پرستش ہوتی ہے + باوجود اس کے بھی پجاریوں۔ تعویذ گنڈے کرنے والوں اور نجومیوں

کی چڑھو بنی رہی۔ اور عوام ان کی قدر و منزلت کرنا داخل فرض سمجھتے رہے +
شہنشاہ سردار کاہن کے لقب سے مشہور تھا اور وہ اپنے قومی مذہب کا
پیشوائے اعظم مانا جاتا تھا۔ مشہور مورخ گبن لکھتا ہے "جمہور عبادت عامہ کو
برابر صحیح اور برحق مانتے تھے۔ مگر فلاسفر اسے سراسر لغو سمجھتے تھے۔ عمال یہ
خیال کرتے تھے۔ کہ اس سے عوام کا باہمی اتحاد اور رابطہ قائم رہتا ہے"۔
اس نامور مورخ نے یہ خیال سنیکا کی تصنیفات سے اخذ کیا ہے۔ جو جمہور کے
معتقدات کی لغویت اور بطلان آشکارا کرنے کے بعد یوں رقمطراز ہے :-
"باینہمہ سمجھ والے اور فہمیدہ آدمی ان باتوں کی پابندی کرتے ہیں جس کی وجہ
دیوتاؤں کی خوشنودی نہیں۔ بلکہ عرف عام اور قانوناً ان کی پابندی فرض ہے
ہم دیوتاؤں کے حقیر و ذلیل گروہ کی جو عرصہ دراز کی اوہام پرستی سے پیدا ہوگیا
ہے۔ ایسے ڈھنگ سے عبادت کرتے ہیں۔ جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ
ان کی تعظیم و تکریم کو دیس چال سے زیادہ لگاؤ ہے۔ مگر اصلیت سے ذرّہ بھر
واسطہ نہیں ہے"۔ اس کی بابت سینٹ آگسٹین کہتا ہے "وہ چونکہ روم کی
جمہوری سینٹ کا مشہور و معروف رکن تھا۔ اس لئے اُن دیوتاؤں کی پوجا کرنے
پر مجبور تھا جنہیں وہ معتوب کرتا اور قابل الزام ٹھیراتا تھا۔ جن باتوں کے
خلاف دھوم دھام سے تقریریں کرتا اور لکھتا تھا۔ اُنہی پر عمل پیرا ہوتا اور اپنے
اعمال سے تائید کرتا تھا۔ جس طریقۂ عبادت کے عیوب ظاہر کرتا تھا۔ اسی کا
پابند تھا"۔ اس سے بڑھکر اور کیا بیہودگی اور ریاکاری ہوسکتی ہے؟ جو عقیدہ
اپنے مسلمہ حامیوں کی نظروں سے اُتر جائے۔ اور ان کے دلوں پر جو گرفت
حاصل کر رکھی ہو۔ وہ بھی جاتی رہے۔ اسکے قیام عام اور ظاہری پابندی سے
بڑھکر اور کونسی اخلاق کی بنیادوں کو کھوکھلا کرنے والی ہوسکتی ہے؟ یہ بالکل
قرین قیاس ہے کہ سنیکا اور نیز متعدد روشن دماغ فلاسفر اوہام پرستی
سے دست بردار ہوکر ایک پاک تر اور زیادہ سچے عقیدے کی طرف
رجوع ہوگئے تھے +

چوتھی صدی کا ایک مسیحی بزرگ[1] حسب ذیل لکھتا ہے " اُس نے (سنیکا) واحد حقیقی اور معبود صادق کی متبرک ذات کی بابت بہت سی باتیں بیان کی ہیں۔ جو ہمارے عقیدہ سے بہت مطابقت کھاتی ہیں" یعنی سنیکا کا تصور خدا۔ بقول ٹرٹلین۔ اس امر پر دال ہے۔ کہ وہ مسیحی مذہب کی تعلیم حاصل کرنے کے بغیر ہی طبعاً اس سے بہت مؤثر ہوا تھا۔ مگر جمہور کی کیا حالت تھی؟ اُنہوں نے اپنے فلاسفر اور فاضل ہموطنوں کی دیکھا دیکھی اپنے بزرگوں کے دیوتاؤں کی طاقت اور قدرت سے انکار کرنا شروع کر دیا۔ انکے دلوں میں طرح طرح کے سوالات پیدا ہونے لگے۔ جن کا جواب دیو پرستی سے حاصل نہ ہو سکتا تھا۔ لیکن طبعاً دل کسی نہ کسی مذہب اور اصول کی پابندی کا خواہشمند رہتا ہے۔ چنانچہ اس کی آرزو پوری کرنے کے لئے وہ غیر ملکی دیوتا مثلاً آسیبس[2]۔ اوسی رس[3] اور سگ انوپس[4] کی پرستش شروع کر دی۔ کلدیہ کے جادوگروں۔ یہودیہ کے اوجھاؤں۔ یونانی کٹھ بیدوں۔ سبلی[5] کے ذلیل آوارہ پجاریوں کی یاوہ گوئیوں پر بھی ایمان لائے۔ یہ لوگ روم کے بازاروں میں ڈھول۔ جھانجھ اور دف بجا بجا کر ناچتے پھرتے تھے۔ اگر شہر پامپی آئی[6] کے کھنڈروں کی سیر کرو۔ تو ایک مندر

---

[1] لوسیئوس فرمیانوس لکٹانٹیئوس۔ مسیحی کلیسیا کا ایک بزرگ اعظم تھا۔ طرز تحریر نہایت فصیح و بلیغ اور بہت ہی پاکیزہ تھی۔ تیسری صدی کے اخیر اور چوتھی کے شروع میں گزرا ہے۔ بادشاہ قسطنطین نے اسے اپنے بیٹے کا اتالیق مقرر کیا تھا۔ کمال فصاحت کے باعث " مسیحی سسرو" کے نام سے مشہور ہوا تھا + [2] مصریوں کی ایک مشہور ترین دیوی تھی۔ جو اوسیرس کی بہن اور بیوی تھی۔ جب روم نے مصر پر قبضہ کر لیا تو فاتح قوم نے اسکی پرستش شروع کر دی + [3] اوسیرس مصر کا دیوراجہ تھا جس نے اپنی بہن آئسیس سے شادی کی تھی۔ مصری روایات میں مذکور ہے کہ اُس نے ابتدا میں وہاں تمدن کی بنیاد ڈالی تھی۔ بعض محققوں کی رائے میں یہ دونوں میاں بیوی تمام دیوتاؤں اور کائنات کے سرتاج اور قائم مقام تھے + [4] انوبس۔ مصری دیوتا۔ جس کا دھڑ انسان کا مگر سر کتے کا تھا۔ یونان اور اٹلی میں اسکی عبادت شروع ہوئی تھی + [5] سبلی۔ سیٹرن کی بیوی تھی۔ اہل فرجیا کی آئسیس تھی۔ اور زرخیزی زمین کی نشان تھی۔ اسکے بعد یونان اور اٹلی میں اسکی پرستش ہونے لگی تھی + [6] سنیکا کے وقت ایک بہت سرسبز شہر تھا۔ جو وسووئیس کے قریب واقع تھا۔ ۷۹ء میں جب اس پہاڑ سے آتش فشانی ہوئی۔ تو یہ اور دوسرا شہر ہرکولینیم تباہ ہو گئے +

کے اندر آتشیں کی مورتی نظر آئیگی - جس کے کھلے منہ اور ہونٹوں کے درمیان سے پوجنے والے اپنے سوالات کے جواب اور اپنی مرادوں کے پورا ہونے کا وعدہ حاصل کرتے تھے - جمہور کا اعتقاد ایسا مستحکم تھا کہ وہ خیال کرتے تھے کہ مورتی فی الحقیقت بولتی اور بات کرتی ہے - جیسا ازمنہ وسطیٰ کے لوگ یہ سمجھتے تھے کہ میڈونہ[1] آنکھ جھپکتی اور سر ہلاتی ہے - مگر زمانہ نے ان زاہدانہ شعبدہ بازیوں اور ڈھب بندیوں کی قلعی کھول دی ہے - اس دیوی کے منہدم مندر کے متصل چور دروازہ اور سیڑھیاں نظر آتی ہیں - جن سے گزر کر پجاری مورتی کے پیچھے کھڑا ہو جاتا تھا - اور ایک نلکی کے وسیلے سے جو بت کے سر کے اندر رکھی جاتی تھی زائرین کے سوالات کا عجیب انداز سے جواب دیا کرتا تھا +

سوم - یہ وہ زمانہ تھا - جب عیش و عشرت اور نفس پرستی انتہا کو پہنچ گئی تھی - عورتیں شان و شوکت - زیب و زینت اور فضولیات میں ایک دوسرے پر سبقت لے جانے میں بڑی بے پروائی سے مقابلہ کرتی تھیں - اور اس مقابلہ میں مرد آنکھیں بند کر کے شامل ہو جاتے تھے - اور جائز و ناجائز طریقہ سے اپنی خواہشات کی سیری میں تامل نہ کرتے تھے - کسی نوع کی عیاشی نہ ہوگی - جس میں رومی روٴسا اور متمولین مبتلا نہ ہونگے - غیر قوموں کا کوئی شستہ اور کامل طریقہ اوباشی کا نہ ہوگا جو انہوں نے اختیار نہ کیا ہو "اہل تبرس کا زنانہ پن - انطاکیہ اور رودیس کے اوضاع و اطوار - ملطیہ والوں کی شان و شوکت - عشرت پسندی و اوباشی" روم میں موجود تھی - جس اخلاقی پاکیزگی - نیک چلنی - خودداری - تمکنت - سلامت روی اور متانت و ثقاہت کے واسطے اہل روم قدیم الایام سے مشہور تھے - وہ عنقا تھی - ای ملیوس[2] اور گراکس[3] کی اولاد اور ان کے جانشین نیز بڑے فوجی سردار -

[1] میڈونہ - لفظی (اٹلی کی زبان میں) "میری لیڈی" یا "میری مخدومہ" مگر یہ مورت ہے مقدس مریم کی جسکی رومن کیتھلک فرقہ کے عیسائی اسقدر احترام کرتے ہیں + [2] روم کا ایک مشہور خاندان تھا جسکا بانی ای ملیوس تھا - اسکی کئی شاخیں بھی تھیں - اسکے تمام رکن بہت ہی نامور اور با اثر گزرے ہیں پلوطارخ کہتا ہے فیثاغورث کے بیٹے کی اولاد سے اس خاندان کا بانی تھا + [3] سمپرونیس گراکس - دو دفعہ کنسل اور ایک مرتبہ سنسر رہا - اپنی ایمانداری - معاملہ فہمی - دور اندیشی کے واسطے مشہور تھا - فوجی اور ملکی معاملات میں اعلیٰ دسترس رکھتا تھا +

کنسل اور پریٹیر[1] بھوگ بلاس اور عیش رانی کے دوران میں نہایت ادنےٰ اور ذلیل لوگوں سے بے تکلفی سے ملتے تھے - جہاں حرام کاریاں برسرعام ہوتی تھیں - وہاں ادنےٰ و اعلےٰ بلا امتیاز ایک دوسرے سے ملتے اور اکٹھے ہو کر رنگ رلیاں کرتے تھے - وہ اکھاڑے میں شوقین پہلوانوں کی طرح اُترتے تھے - اور تلواروں اور بھالوں سے ایک دوسرے سے لڑتے تھے - جب رتھوں کی دوڑ ہوتی - تو وہ میدان میں رتھ چلاتے اور بازی لے جانے کی سعی کرتے تھے - یہاں تک کہ تھیٹر میں جا کر ایکٹروں کے ہنر اور کرتب دکھا کر تماشائیوں کو خوش کرتے تھے - قمار بازی کا جنون اس قدر سوار تھا کہ ایک ایک داؤں پر سیکڑوں ہزاروں روپے لگاتے تھے - حالانکہ وہ اپنے غلاموں کو موسم سرما میں ایک معمولی کرتہ دینے کا وعدہ پورا کرنے کی مقدرت بھی نہ رکھتے تھے - سنگ مرمر کے بے جان و بے حرکت پتلوں کے سایہ تلے یا اپنے شہرہ آفاق اور ذی شان بزرگوں کی مورتوں کے درمیان رات بھر عیاشیوں اور گلچھروں میں مشغول رہتے تھے - تن پروری کے مطالبات اور لوازمات کے واسطے تری بلو ڈالی اور خشکی چھان ماری بلکہ کی ایک ضرب المثل ہے " افسوس ہے اس شہر پر جہاں مچھلی کی قیمت بیل سے بھی زیادہ ہو " اور یہ کہاوت روم کی حالت پر عین صادق آتی ہے جہاں معمولی اشیا کی قیمت اس قدر زیادہ تھی کہ وہم و گمان سے بعید ہے + ایک ضیافت پر بعض وقت اس قدر خرچ اُٹھتا تھا - کہ اس سے ایک اچھی خاصی جاگیر خریدی جا سکتی ہے - گھونگہ مچھلی دور افتادہ اور نامعلوم ممالک - کے سواحل سے لائی جاتی تھی - مرغ اور پرندے پارتھیہ[2] اور فاسیس[3] کے کناروں سے آتے تھے -

---

[1] ابتدا میں کنسل کا لقب تھا - بعد میں دوا علےٰ ترین درجہ کے مجسٹریٹ قرار پائے بعد میں حکام عدالت کا نام پریٹر ہو گیا +

[2] ترکستان کے نزدیک ایک مشہور خطہ تھا - بقول طالمی د، ر، ۲۵ بڑے بڑے شہر تھے - ایک وقت میں اس خطہ کے بادشاہوں کا سکہ اٹھارہ بادشاہتوں پر جما ہوا تھا - جو بحیرہ کسپین اور بحیرہ عرب کے درمیان واقع ہیں + [3] فاسیس کوہستان آرمینیا سے نکلتا تھا - اسکا نام اب فیض ہے اور بحیرہ اسود میں گرتا ہے - یونانی روایتوں میں اس کا ذکر کثرت سے ہے +

ایک ہی قسم کے کھانے کے واسطے بیسیوں موروں کے مغز اور بلبلوں کی زبانوں کی ضرورت ہوتی تھی۔ روم کے ایک نہایت مالدار۔ تن پرور عیاش آدمی نے دس لاکھ پونڈ طرح طرح کی نعمتوں پر اُڑا دئے۔ اور بعد میں خودکشی کرلی کیونکہ اسکے پاس اسی ہزار پونڈ باقی رہ گئے تھے۔ اس کا نام اپی سیئوس تھا۔ اسکے دسترخوان پر جیسی نعمتیں آتی تھیں۔ وہ کسی شہنشاہ کو دیکھنی بھی نصیب نہ ہوئی ہونگی + سنیکا کہتا ہے "وہ کھاتے ہیں اور پھر اُگلتے ہیں۔ وہ اُگل دیتے ہیں اور پھر کھاتے ہیں"

ہم اُس زمانہ کی بے حد اخلاقی ابتری اور بے انتہا فسق وفجور کی ناقابل بیان کیفیت جو روم کے شاعروں نے مندرج کی ہے۔ رقم کرنے کی اپنے میں اس قدر ہمت نہیں پاتے + سنیکا کہتا ہے "سب باتوں اور چیزوں میں بدی اور گناہ بھرا ہوا ہے۔ اس قدر بدکاری ہوتی ہے کہ کسی قسم کی بندش اور امتناع سے اس کا تدارک نہیں ہوسکتا۔ ہماری جنگ اوباشی سے ہو رہی ہے۔ جو بہت ہی خوفناک ہے۔ ہر روز جذبہ گناہ زور پکڑتا جاتا ہے۔ اسکے ارتکاب میں شرم نظر انداز کی جاتی ہے۔ اب حرامکاری پردہ میں نہیں ہوتی۔ بلکہ ہماری آنکھوں کے سامنے کی جاتی ہے۔ عام طور پر اسے غلبہ حاصل ہے اور ہر سینہ میں اس کا مسکن موجود ہے۔ عصمت نہ صرف عنقا ہے بلکہ بالکل معدوم ہوگئی ہے"

چہارم۔ وہ بڑی بے کلی اور دلگیری کا زمانہ تھا۔ اس سے ایک مؤثر اور دلسوز سبق حاصل ہوتا ہے۔ جس قدر عیاشی زوروں پر تھی۔ اسی نسبت سے دُکھ اور مصیبت۔ تنزّل وفلاکت بڑھی ہوئی تھی۔ دیوانہ وار رات دن نفس پرستی میں منہمک اور کامرانی میں مشغول رہنے اور باقی باتوں کو فراموش کر دینے سے حقیقی شادمانی اور سچی خوشی کا ستیاناس ہوجاتا ہے۔ بےخودی اور بےقراری کے عالم میں وہ لوگ خودکشی کر لیتے ہیں۔ ہر وقت عیاشیوں میں مبتلا رہنے سے زندگی وبال ہو جاتی ہے۔ اور بعض وقت دل سخت افسردہ اور بےقرار ہوجاتا ہے۔ جس سے مجبور ہو کر انسان اپنی جان پر کھیل کر مخلصی حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ اسٹوئک فلسفہ جو شادی وغمی کو حقیر سمجھنے کی تلقین

کرتا ہے۔ اسے مستحسن اور قابل تعریف قرار دیتا ہے۔ لوگ اپنے آپ نہنگ اجل کے منہ میں جاتے تھے۔ کیونکہ ان کی طرز معاشرت اور عشرت پسندی نے ان کے واسطے کوئی اور پناہ گاہ نہ چھوڑی تھی۔ وہ اپنے آپ مرنا اس وجہ سے پسند کرتے تھے۔ کہ ہر روز ایک ہی قسم کی چیزیں دیکھتے۔ ایک ہی طرح کے کام کرتے اور بلا تغیر ایک ہی قسم کی زندگی بسر کرتے کرتے اُکتا اور گھبرا گئے تھے۔ علاوہ ازیں چند ہی ایسی خوشیاں تھیں۔ جن کا وہ فی الحقیقت لطف اُٹھا سکتے تھے۔ مگر مدت دراز کی عیاشانہ زیست کے سبب سے انکے قوائے عقلی اور جسمانی اس قدر معزول ہو گئے تھے۔ کہ وہ ان گنتی کی خوشیوں سے بھی بہرہ یاب ہونے کے اہل نہ تھے۔ مارسلی نوس ایک نوعمر اور متمول رئیس تھا۔ پہلے فاقہ مستیاں برداشت کیں۔ پھر گرم حمام کے اندر بند ہو کر بیٹھ گیا اور مر گیا۔ وجہ یہ تھی کہ وہ ایک مرض میں مبتلا تھا جس سے اس کی زندگی منغص ہو گئی تھی۔ اس کا علاج ممکن العمل تھا اگر اسے منظور ہوتا + جس فلسفہ کا یہ دعوے تھا کہ انسان کے تمام رنجوں اور غموں کا علاج ہو سکتا ہے۔ وہ اسٹوئک لوگوں کا تھا۔ مگر اس کی یہ ایک عجیب خصوصیت تھی کہ خودکشی کرنے کی ہمت اور حوصلہ کی بہت تعریف کی جاتی تھی۔ علاوہ اسکے۔ اسکے اصول بہت ادق اور اوکھے اور بالکل ناقابل عمل تھے۔ جس سے حقیقی اور دیرپا تسلی حاصل نہیں ہوتی تھی۔ کسی خیال سے رومی دنیا میں اس قدر ہلچل اور تزلزل پیدا نہیں ہوا تھا۔ جس قدر ذیل کے فقرہ سے ہوا تھا۔ کیونکہ عام طور پر دکھ تکلیف کی زندگی کو موت اور خودکشی پر ترجیح دی جاتی تھی۔ مگر میسی ناس[1] عام خیال کا مخالف تھا۔ اور پُردرد زیست کو ہزار درجہ پسند کرتا اور عمر نوح کا طالب تھا۔ چنانچہ وہ لکھتا ہے:۔ "چاہے میرے ہاتھ لقوہ سے بیکار ہو جائیں اور میرے پاؤں وجع المفاصل سے۔ چاہے میری پشت اور کندھے ٹیڑھے ہو جائیں۔ اور میرے

[1] کیئس سِلِنیوس میسی ناس۔ ایک مشہور رومی سردار۔ علم اور اہل علم کا بڑا مربی اور قدردان تھا۔ اور شہنشاہ آگسٹس کا دوست تھا۔ آٹھ سال قبل از ظہور مسیح انتقال کیا +

سارے دانت گر جائیں بلا سے۔ اگر زندگی عطا ہو۔ تو میں ان تمام دکھوں کو خوشی سے برداشت کرونگا۔ مجھے زندگی دو۔ چاہے مجھے تصلیب کا دکھ ہی کیوں نہ سہنا پڑے" سنیکا اپنے خط نمبر ۱۰۱ میں مذکورۂ بالا خیال کو "نہایت شرمناک اور ذلیل خواہش" قرار دیتا ہے + شاید یورپڈیس[۱] اور ہومر[۲] کی تصنیفات سے اقتباس پیش کر کے یہ دکھانے کی کوشش کی جائے۔ کہ اس قسم کی خواہش یونانی شعرا کے دلوں میں بھی تھی۔ ہومر کی شہرۂ آفاق کتاب "اوڈیسے"[۳] میں اکلیز[۴] آلس یوس[۵] (Ulysses) سے مخاطب ہو کر کہتا ہے "ان تاریک خطوں (پاتال) میں جو رنج و غم سے معمور ہیں۔ حکومت کرنے کا ذکر مت کر۔ نہ تمہاری جھوٹی باتوں سے زندگی کی تکلیف میں کچھ تخفیف ہو سکتی ہے۔ رنجوں کا بار دکھ سے سہنا بہت اچھا ہے۔ اور روح افزا ہوا میں زندگی بسر کرنا اور ادنے ترین کسان کی غلامی کرنا جو بھیک مانگ کر گزارہ کرتا ہو۔ بھی بہت اچھا ہے۔ مگر مُردوں کا تاجدار بن کر عصلے حکومت اُٹھانا گوارا نہیں ہے" یہ انتہا کا بطلان یعنی ایک طرف موت کی سخت دہشت اور خوف اور دوسری طرف خودکشی اور آتم گھات کی زبردست خواہش بت پرستی کا افسوسناک انجام تھا۔ ایک ملک کے لوگ وحشیوں اور جنگلی جانوروں کی طرح موت سے بدرجہ غایت خائف رہتے تھے۔ اور دوسرے

---

۱ یورپڈیس۔ ایتھنز کا ایک اندوہگین اور رقت خیز شعر کہنے والا مشہور شاعر ۴۸۰ قبل مسیح میں پیدا ہوا۔ اپنے ڈراموں کے واسطے خاص شہرت حاصل کی ۴۰۶ قبل مسیح میں انتقال کیا + ۲ ہومر۔ زمانۂ قدیم کا سب سے مشہور یونانی شاعر جس نے رزمیہ کتابیں لکھکر غیر فانی شہرت حاصل کی ہے۔ ایشیائے کوچک کا باشندہ تھا۔ نویں صدی قبل مسیح میں گزرا۔ اسکی "ایلیڈ" اور "اوڈیسے" نہایت مشہور رزمیہ نظمیں ہیں۔ یہ بالکل اندھا تھا ۳ "اوڈیسے" ہومر کی شہرہ آفاق رزمیہ نظم۔ رامائن سے کچھ کچھ ملتی ہے۔ اس میں آلس یوس مشہور بہادر ٹرائے کی سرگزشت بھری پڑی ہے۔ اور بہت سے بے سروپا قصے کہانیاں بھی ہیں۔ مگر اسکا موضوع یہی شخص ہے۔ اور اسی کے کارناموں کا مفصل ذکر پایا جاتا ہے۔ یہ نظم چوبیس کتابوں میں ہے + ۴ اکلیز۔ تھسلی کا بادشاہ۔ ایلیڈ کا موضوع۔ بہادر مگر بے رحم آدمی بیان کیا گیا ہے۔ اہل ٹرائے کے کمانڈر ہکٹر کو قتل کیا۔ بعد چند روز کے خود بھی مارا گیا + ۵ آلس یوس۔ ایتھکہ متصل یونان کے ایک جزیرہ کا بادشاہ۔ ہومر کے اوڈیسے کا موضوع۔ شہر ٹرائے کی فتح کے بعد وطن کو جاتا ہوا بحری آندھیوں میں مبتلا ہو گیا۔ اور ادھر اُدھر بھٹک کر دس سال کے بعد پہنچا۔ جو حوادث اسے اثنائے مسافت میں پیش آئے انکا اوڈیسے میں مفصل ذکر ہے +

ملک والے جب اپنے گناہوں اور بدکاریوں۔ رنجوں اور غموں کے باعث زندگی سے بیزار ہو جاتے تھے۔ تو وہ اسے (موت) آخری پناہ گاہ سمجھتے تھے۔ اور ایسی بزدلی اور بودہ پن کے ساتھ جوان کی جرأت خودکشی کی برابر تھی۔ اسکی آڑ میں جا چھپتے اور دُنیا کے مصائب سے بلاتامل رستگاری حاصل کرتے تھے۔

پنجم۔ یہ بیرحمی۔ ناخداترسی اور سنگدلی کا زمانہ تھا۔ تماشاگاہوں اور اکھاڑوں میں جانباز شمشیر بازوں کو ایک دوسرے سے لڑایا جاتا تھا۔ انہیں لہولہان دیکھکر لوگ محظوظ و مسرور ہوتے تھے۔ کبھی کئی روز کے بھوکے جنگلی درندوں سے مرد شمشیر زن کو بھڑاتے تھے۔ یا خونخوار جانوروں کا ایک دوسرے سے مقابلہ کرا کر دل بہلاتے تھے۔ کبھی قابل دار مجرموں کو سخت سخت وحشیانہ اذیتیں دیکر تفریح طبع کے سامان بہم پہنچاتے تھے۔ کبھی ناکردہ گناہ شہیدوں کو جو اپنے ایمان واعتقاد کی آڑ میں اپنی پیاری جانیں لڑا دینا ادنےٰ سی بات سمجھتے تھے۔ فی الفور آگ پکڑنے والے کپڑے پہنا کر میدان میں زندہ جلا کر تفنن حاصل کرتے تھے۔ اس قسم کے وحشیانہ اور خارج از انسانیت مشاغل سے اہل روم کے دل ضرور پتھر اور انکے طبائع میں وحشت پیدا ہو گئی ہو گی۔ غلامی کے رواج عام سے فسق و فجور اور زوال اخلاق و عدم احساس انسانیت کو تحریک مزید پہنچی ہو گی۔ غیر فانی شاعر جان ملٹن "پیرے ڈائز لاسٹ" کتاب اول (۱۷۰۴) میں کہتا ہے۔ ہوس کی ہمسایہ نفرت ہے۔ یعنی بداخلاقی اور بیرحمی ایک ہی آدمی میں پائی جاتی ہے۔ بیدرد قوم عیاش اور نفس پرست بھی ہوتی ہے۔ زمانہ سنگدلی کے بعد ہی بدکاری اور عیاشی کے عہد کا آغاز ہوتا ہے + متموّل اور معزز خاندانوں میں جتنے غلام ہوتے تھے ان کی تعداد کی کیفیت سُنکر سخت تعجب ہوتا ہے۔ ایک ایک ہزار غلاموں کا ایک خاندان میں موجود ہونا ایک معمولی بات تھی۔ اور ان میں زیادہ تر ایسے تھے۔ جو بڑے کاہل۔ نکمے۔ نوشت و خواند سے محض ناآشنا اور ہر قسم کی برائیوں کا مجموعہ تھے۔ انکے ساتھ حیوانوں سے کچھ ہی بہتر سلوک ہوتا تھا۔ اس واسطے وہ شرف انسانیت یعنی احساس خودداری اور رفعت اخلاقی

اور دیگر اوصاف حمیدہ سے بیگانہ تھے + اس زمانہ میں غلاموں کی موت اور زندگی آقا کے ہاتھ میں تھی۔ وہ جب چاہتا۔ انہیں اس سے محروم کر دیتا۔ جو بیرحمیاں انپر کی جاتی تھیں۔ اور جو ستم ان پر توڑے جاتے تھے۔ ان کی کیفیت پڑھکر رونگٹے کھڑے ہوتے اور دل کو سخت صدمہ پہنچتا ہے۔ اگر غلام بھولے سے کبھی بڑبڑاتا یا کھانستا۔ یا چھینکتا۔ تو مارے قمچیوں کے اس کی کھال اُدھیڑ دی جاتی۔ جب آقا کھانا کھانے بیٹھتا۔ تو انہیں بھوکے پیاسے ملب بھر۔ بے حس و حرکت دست بستہ خدمت میں کھڑے رہنا پڑتا۔ جب تک دسترخوان نہ بڑھایا جاتا ان سب کو اسی طرح رہنا پڑتا + بیوقوفانہ اور وحشیانہ سنگدلی سے بسا اوقات امیر کا دولت سرا جلاد خانہ بن جاتا۔ جہاں سے چیخ پکار۔ گریہ و زاری کا شور۔ زنجیروں کی جھنجھناہٹ اور قمچیوں کی آواز آیا کرتی تھی + ایک مرتبہ کا ذکر ہے۔ کہ شہنشاہ آگسٹس اپنے دوست ویڈیوس پولیو کے ہاں جو ایک نامور اور باا‌ثر رومی رئیس تھا۔ اور جو اپنی مچھلیوں کو انسانی گوشت کھلانے کے واسطے بھی مشہور تھا۔ کھانا تناول کر رہا تھا۔ ایک غلام بلورین صراحی لئے جا رہا تھا۔ اس کا پاؤں رپٹ گیا۔ اور جام چور چور ہوگیا۔ میزبان عالی مرتبہ یہ دیکھکر آگ بھبوکا ہوگیا۔ فوراً حکم دیا کہ اس غلام کو پکڑ کر مچھلیوں کے تالاب میں ڈال دو۔ تاکہ وہ اسے کھا جائیں۔ غلام اپنے ہم جنسوں کے ہاتھ سے چھوٹ کر بھاگ گیا اور سیدھا قیصر کی حضوری میں پہنچا۔ اس غرض سے نہیں کہ اپنی جان کی امان چاہے۔ جسکی اسے کوئی اُمید نہ تھی۔ بلکہ اس مقصد سے اسکے قدموں پر جا گرا۔ کہ مچھلیوں کے تالاب میں ڈلوائے جانے کی نسبت کسی کم خوفناک موت کی سزا دی جاے۔ گو اس زمانہ میں غلاموں کو سخت اذیتیں پہنچانا اور انہیں ادنٰے ادنٰے قصوروں پر مروا ڈالنا ایک معمولی بات تھی۔ مگر آگسٹس ویڈیوس کی بیرحمی دیکھکر سخت برہم ہوا۔ اور حکم دیا کہ اس غلام کو آزاد کیا جاے۔ اور جتنے جام اس گھر کے اندر ہوں۔ وہ لا کر میرے سامنے توڑے جائیں۔ اور مچھلیوں کے تالاب کو بالکل پُر کیا جاے۔ شہنشاہ کا یہ طرز بہت قابل تعریف اور تحسین تھا +

رومی خواتین بھی باندیوں پر ذرا ذرا قصوروں پر ستم توڑتی اور غضب ڈھاتی تھیں۔ اگر مجلس یا ٹکڑا جہاں اس کا لگانا مناسب تھا۔ ذرا اِدھر اُدھر ہو جاتا۔ یا کاکل کا پیچ ڈھیلا رہتا، تو وہ اپنے آپے سے باہر ہو کر اسے سخت زد و کوب کرنے اور دار پر کھینچے جانے کی فوری ہدایت کرتی تھیں۔ اگر نرم مزاج شوہر تعرض کرتا۔ تو لونڈی کو نہ صرف سزا دینے ہی کی زور شور سے حمایت کرتی۔ بلکہ حیرت زدہ ہو کر پوچھتی "کیا! غلام انسانی ہستی ہے"؟ کوئی تعجب نہیں کہ رومیوں میں ایک ضرب المثل مشہور ہو گئی تھی۔ "جتنے غلام اتنے دشمن" یعنی سخت بدسلوکی اور ظالمانہ برتاؤ سے غلام اپنے آقا کے جانی دشمن بن جایا کرتے تھے + یہ تعجب انگیز نہیں ہے کہ بہت سے ظالم اور سنگدل آدمی مدامی خوف اور اندیشہ کی زندگی بسر کرتے تھے۔ اور غلاموں کی طرف سے ہر وقت انکے دلوں میں ایک قسم کا خدشہ لگا رہتا۔ اور مردمزار کا شیطانی حیلہ کہ ضرورت سب کام جائز ٹھیراتی ہے" اس وحشیانہ قانون کے حق میں پیش کیا جائیگا۔ جو اس غرض سے پاس کیا گیا تھا کہ اگر کوئی آقا کسی اجنبی کے ہاتھ سے مقتول ہو تو اُس کے تمام غلاموں کے سر قلم کئے جائیں۔ اس قانون پر قیاصرہ کے عہد حکومت میں عموماً عملدرآمد ہوتا تھا + غلامی ایک قسم کی شامت ہے۔ جو اسکی حامی اور سرپرست حکومت کو آپ سزا دیتی ہے۔ جیسا اہل سپارٹا اور دیگر قوموں کی تاریخ سے عیاں ہے۔ جو غلاموں کی خرید و فروخت کو جائز اور برحق قرار دیتی تھیں۔ اس سے آزاد دہقین زمینداروں کا طبقہ آہستہ آہستہ نابود ہو گیا تھا + تبریاس گراخس نے اُس زمانہ سے بہت مدت پیشتر جب وہ ملک سارڈینیا سے اپنے وطن کو واپس آرہا تھا۔ راستہ کے اردگرد کے دیہات میں دیکھا۔ کہ کھیتوں میں شاذ و نادر ہی کوئی آزاد زمیندار نظر آتا ہے۔ غلاموں کا شمار اپنے مالکوں سے کہیں زیادہ بڑھا ہوا تھا اس وجہ سے ان کی سرکشی اور بغاوت کا ہر دم کھٹکا لگا رہتا تھا۔ غلاموں کی آبادی کو ہمیشہ نگاہ نفرت سے دیکھا جاتا تھا۔ کیونکہ وہ حکومت کے خلاف سازش کرنے والوں اور انقلاب پسندوں کے ہاتھ میں ایک خوفناک اور کامیاب اوزار بن سکتی تھی۔ علاوہ ازیں ہر آقا اپنی ظلم رانیوں اور ستم کاریوں کے

سبب سے جو وہ غلاموں پر روا رکھتا تھا۔ اپنی جان اور مال و متاع محفوظ و مصئون سمجھتا تھا۔
یہ مختصر تذکرہ ہے اُن خصوصیات کا جن کے واسطے سنیکا کا زمانہ مشہور تھا۔
یہ سراسر بے انصافی ہوگی۔ اگر ہم اس کی زندگی کے ایک بڑے حصے کا جو اُس نے رومیوں کے درمیان بسر کی تھی۔ اور اُسکے خیالات کا جو اُس نے ظاہر کئے تھے۔ جمہور کی طرز زیست اور خیالات سے مقابلہ نہ کریں۔ کیونکہ انکے تقابل باہمی سے انکی پاکیزگی۔ لطافت اور بلندی عیاں ہوتی ہے۔ ملک الشعرا جان ملٹن[۵۱] نے اپنی غیر فانی نظم "بہشت بازیافت" کی کتاب چہارم (سطور ۱۳۲ - ۱۴۵) میں روم اور اہل روم کی نسبت حسب ذیل لکھتا ہے :۔" وہ قوم جو پہلے مظفر و منصور تھی اب تباہ و خستہ اور رسوا و ذلیل پھرتی ہے جس نے گزشتہ زمانہ میں اوروں کو مطیع کیا تھا۔ وہ اب غیروں کی حکومت کے جوئے تلے ہے۔ وہ جو کبھی منصف۔ دور اندیش خوش انتظام۔ حلیم۔ میانہ رو تھی اور فتح اسکے پیچھے ہاتھ باندھے پھرتی تھی۔ اب اپنی مطیع و فرمانبردار قوموں پر بُری طرح سے حکومت کرتی ہے۔ اسکے ملکوں کو لوٹ کھسوٹ کر برباد کر دیا ہے اور خود ہوس پرستی عیاشی اور لوٹ مار سے تباہ اور ضعیف ہوگئی ہے۔ فتح و نصرت سے پہلے بلند نظر اور اولوالعزم بن گئی تھی۔ اور اسکے دماغ میں اس قدر رعونت اور فرعونیت سما گئی تھی۔ کہ دوسروں کے حقوق پائمال اور نظر انداز کرنے سے مسرور ہوتی تھی۔ فتوح نہ صرف مفتوح کی ذلت اور آبروریزی کے باعث ہوتے تھے۔ بلکہ فاتح کی رسوائی اور تذلیل کے موجب بھی ہوا کرتے تھے۔ کیونکہ ایسے موقع پر بڑی بڑی لغویات اور مخرب اخلاق خوشیاں روا رکھی جاتی تھیں۔ درندوں کو ایک دوسرے سے لڑاتے جس سے اسکے افراد کو خون آمیز اور وحشیانہ تفریح حاصل ہوتی تھی۔ اور کبھی تند خُو جانوروں سے مجرم انسانوں کو بھڑاتے اور ان کی خونریزی سے خوش ہوتے تھے جس سے وہ بیرحم ہوگئے۔

[۵۱] جان ملٹن ۱۶۰۸ء میں پیدا ہوا اور ۱۶۷۴ء میں انتقال کیا۔ انگلستان کا سب سے بڑا دینی شاعر تھا۔ کرامویل کا سیکرٹری بھی رہا۔ اُس نے "بہشت کھو گئی" اور "بہشت بازیافت" لکھکر غیر فانی شہرت حاصل کی ہے۔ اس میں اُس نے انسان کے اصلی اعلےٰ روحانی مرتبہ سے گرنے اور دوبارہ اسے حاصل کرنے کی کوشش کا ذکر ہے۔

زر و جواہر کی بہتات اور عیش و عشرت کے سامانوں کی بہم رسانی سے عیاش و حریص ہو گئے۔ اور ہر روز تھیٹروں میں جا کر تماشے دیکھنے سے شجاعت ۔ مردانگی اور عالی حوصلگی کھو کر نامرد اور زنانہ صفت بن بیٹھے ۔ جو لوگ اپنے جذبات نفسانی کے غلام اور حلقہ بگوش ہوں ۔ اور خود کو انحطاط اور بربادی کے سپرد کر رکھا ہو انہیں کون جوانمرد اور دانشمند آزاد کر سکتا ہے یا جن کا دل خواہشات قبیحہ کا غلام بن چکا ہو انہیں خارجا کون حلقہ بگوشی سے رہا کر سکتا ہے"؟

چوتھی فصل

تبریاس اور کیاس کے زمانہ میں روم کی ملکی حالت

سنیکا نے عالم شباب کو پہنچنے سے پیشتر کے جو حالات اپنی تصنیفات میں اپنی نسبت لکھے ہیں ۔ وہ بہت نامکمل اور تھوڑے ہیں ۔ کہیں کہیں ملتے ہیں ۔ ایک جگہ اس نے اتفاق سے دو چار سطریں اپنی بابت لکھی ہیں جس سے یہ نتیجہ نکالا جا سکتا ہے کہ وہ اپنی خالہ کے ہاں گیا تھا ۔ جب اس کا شوہر مصر کا گورنر تھا ۔ جب وہ وہاں سے واپس آئے اور بحری سفر کے دوران میں اسکے خالو کا انتقال ہو گیا ۔ تو اپنی خالہ کے ہمراہ تھا ۔ اور اسکے دکھ درد اور خوف و خطر میں برابر شریک رہا جن سے اُسے اپنے شوہر کے انتقال کے سبب سے دوچار ہونا پڑا تھا + اس کی کتاب "مسائل فطری" کی بعض عبارتوں سے پایا جاتا ہے کہ سیاحت مصر سے اس کے دل میں دریائے نیل کے مظاہر کے تجسس کا اشتیاق اور گہری دلچسپی ضرور پیدا ہو گئی ہوگی ۔ گمان غالب ہے کہ اس نے شہنشاہ نیرو کے سامنے یہ تجویز پیش کی تھی کہ راز سربستہ دریائے نیل کے منبع کا کھوج لگانے کو ایک مہم روانہ کی جاوے + اس کی تصنیفات میں اور کوئی حوالہ یا اشارہ اس کی سیاحت کی نسبت نہیں پایا جاتا ۔ مگر بآسانی

یہ نتیجہ اخذ کرسکتے ہیں کہ اوائل عمر ہی سے اسے مظاہر طبعی کی تحقیقات کا از حد شوق تھا - جیسا اُس کتاب سے ظاہر ہوتا ہے جو اُس نے سن بلوغ کو پہنچنے سے قبل زلزلوں کی بابت لکھی تھی - مگر وہ اب نیست و نابود ہوگئی ہے ✤

بڈھے سنیکا نے اسے اجازت نہ دی کہ فلسفہ کا مطالعہ جاری رکھے اور اس میں دستگاہ حاصل کرے - کیونکہ اسے علوم عقلیہ سے سخت نفرت تھی - اس لئے اسے ایک پیشہ کی طرف رجوع ہونا پڑا - چنانچہ اُس نے وکالت شروع کردی اور تھوڑے ہی عرصہ میں بلاغت و فصاحت اور فہم و فراست سے مقدمات کی پیروی کرنے کی شہرت حاصل کرلی ✤ پھر وہ سرکاری ملازمت کی طرف متوجہ ہوا - اور خزانچی (کویسٹر) کا عہدہ حاصل کرنے میں کامیاب ہوا - جو حکومت کے اعلےٰ عہدوں کے حصول کا پہلا قدم ہے - انہی دنوں اُس نے ایک شریف نژاد خاتون سے شادی کرلی [illegible] سے ہم ناآشنا ہیں - اور جس کا بہت مختصر سا ذکر ملتا ہے - اور وہ بھی ایک عجیب واقعہ کے متعلق ہے جیسا ہماری تاریخ سے ظاہر ہے کہ بلند مرتبہ خواتین اپنے خانگی ملازموں میں حبشی اور بونے اشخاص رکھنا داخل فیشن سمجھتی تھیں - اسی طرح رومی عورتیں بھی ایک نہایت احمقانہ اور لغو دستور کے سبب سے اپنے گھروں میں فاترالعقل شخصوں کو ملازم رکھا کرتی تھیں - سنیکا کی پہلی بیوی اس رواج کی پابند تھی - وہ اپنے عزیز دوست لوسلیوس[1] کو اپنے پچاسویں خط میں اسکی بابت حسب ذیل لکھتا ہے ”تم جانتے ہو - میری بیوی نے ایک فاترالعقل لڑکی کو اپنی باندی بنا رکھا تھا جسے وہ ایک پُر زحمت ورثہ ہمارے واسطے چھوڑ گئی ہے اور وہ میرے گھر میں ہے - اگر مجھ سے ایمان کی پوچھو - تو میں اس قسم کے عجیب مخلوق سے

[1] سنیکا کی سوانح عمری کے متعلق جو حالات معلوم ہوئے ہیں وہ اس کے خطوط سے ملتے ہیں جو اُس نے اپنے پیارے دوست لوسلیوس کو لکھے تھے - یہ شخص لڑکپن سے لیکر بڑھاپے تک اُس کا دوست رہا ”مسائل فطری“ اسی کے نام نہاد کی گئی تھی ✤ لوسلیوس سسلی کا صوبہ - مہذب اور با اصول آدمی تھا - اُس نے ایک نظم لکھکر بڑی شہرت حاصل کی تھی ✤ (مصنف)

سخت متنفر ہوں۔ اگر میرے دل میں کسی فاتر العقل سے دل بہلانے کی خواہش پیدا ہو تو مجھے کہیں دُور نہیں جانا پڑیگا + مَیں کبھی کبھی اپنے اُوپر خوب ہنستا ہوں۔ یہ بیوقوف لڑکی یکایک اندھی ہوگئی۔ شائد اسے کوئی آدمی باور نہ کریگا۔ مگر یہ بالکل صحیح ہے۔ کہ وہ نابینائی سے بھی باخبر نہیں ہے۔ اس وجہ سے وہ اپنے ہمراہی سے دوسری جگہ جانے کو کہتی ہے۔ کیونکہ اسے گھر تاریک معلوم ہوتا ہے۔ لیکن تم یقین جانو کہ ہم اُس لڑکی کی جس کوتاہی پر ہنستے ہیں۔ وہ ہم سب میں بھی پائی جاتی ہے یعنی ایک نہ ایک اعتبار سے ہم بھی اندھے ہیں۔ اور صداقت سے بے خبر رہتے ہیں۔ گو ہماری دونوں آنکھیں سالم ہیں۔ کوئی شخص نہیں جانتا۔ کہ وہ طامع اور حریص ہے۔ اندھے رہبر کے محتاج ہیں۔ ہم بغیر ہادی کے اِدھر اُدھر بھٹکتے پھرتے ہیں اور راہِ راست سے دُور نہیں جا پڑتے" اس اقتباس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ سنیکا نصیحت کرنے کا کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتا تھا +

پہلی بیوی سے جو سنیکا کے کارسیکا کو جلا وطن ہونے سے پہلے انتقال کرگئی تھی دو لڑکے پیدا ہوئے تھے۔ ان میں سے ایک لڑکا اپنی دادی کی گود ہی میں روانگی سے ایک ماہ پیشتر مر گیا تھا۔ دوسرے کا نام مارکس تھا۔ اپنی ماں کو تاکید کرتا ہے کہ پوتے کی موت کا خیال نہ کرے۔ بلکہ اپنے دونوں بچوں گلیو اور میلا کو دیکھکر تسلی حاصل کرے۔ آگے جاکر اپنے بیٹے کا ذکر کرتا ہے" ان سے تسلی حاصل کرنے کے بعد آپ اپنے پوتوں پر نظر کریں اور ان سے اپنا جی بہلایا کریں۔ خاص کر مارکس سے جو بہت ہی پیارا ننھا بچہ ہے۔ اس کی پیاری پیاری۔ بھولی بھالی صورت دیکھنے سے تمام رنج وغم دُور ہوجاتا ہے۔ کوئی درد دل اور کوئی تکلیف ایسی نہ ہوگی۔ جو اسکی پیاری باتوں سے دُور نہ ہو۔ اس کی پیار بھری مسکراہٹ آنسوؤں کو خشک کردیتی ہے۔ اسکے ٹوٹے پھوٹے لفظ اور بے جوڑ فقرے کس کے دل کی فکر و تردّد کا بوجھ ہلکا نہ کرینگے؟ اس کی حرکتیں دیکھکر کون شخص دل لگی پر مائل نہ ہوگا؟ اسکی باتوں کی طرف کس کی توجہ منعطف نہ ہوگی۔ اور کون ان کے سُننے سے پریشان ہوگا؟ خدا کرے وہ عمر دراز حاصل کرے۔ اسکے تمام دُکھ اور تکالیف مجھ پر آجائیں گے

ہم نہیں جانتے۔ آیا سنیکا کی مذکورہ بالا دعا قبول ہوئی تھی یا نہیں لیکن چونکہ مارکس کا ذکر کسی اور جگہ نہیں ملتا اس واسطے ہم یہ نتیجہ اخذ کرتے ہیں کہ وہ اپنے باپ کی حین حیات ہی میں انتقال کر گیا تھا جس سے سب بڑے آدمیوں کی طرح اس کے خاندان کا سلسلہ دوسری پشت کے ساتھ ہی ختم ہو گیا +

گمان غالب ہے کہ اسی زمانہ میں سنیکا نے دولت جمع کرنا شروع کی تھی جسکے سبب سے وہ اپنے مخالفوں اور بدخواہوں کے نزدیک قابل نفرت اور قابل تضحیک بن گیا تھا + قرائن سے پایا جاتا ہے۔ کہ اس نے نیک اور جائز وسائل سے یہ دولت حاصل کی تھی۔ اس کے والدین بڑے صاحب زر تھے۔ اس لئے ورثہ میں بھی اسے بہت سا روپیہ ملا تھا۔ جس میں اس نے وکالت کی کمائی سے اضافہ کثیر کیا تھا۔ اور جب اسکے شاگرد نیرو نے اسے انعام وغیرہ دئے تو اس میں ازدیاد بیش ہوا + ظن غالب ہے کہ سنیکا نے اس زمانہ کے دستور کے مطابق تسسرو کی طرح سود پر روپیہ دیکر اپنی دولت کو بڑھایا تھا۔ یہ کارروائی مذموم نہیں ہے + اور جو بہتان دیوکسیوس نے سنیکا پر لگایا تھا۔ وہ بے بنیاد ہے۔ اس کا کوئی ثبوت موجود نہیں ہے۔ اس لئے ہم اس کا نوٹس ہی نہیں لینگے + وہ کہتا ہے کہ سنیکا نے برطانیہ میں فساد پیدا کرنے کے واسطے چالیس لاکھ سسٹرس (دو آنے کے برابر رومی سکہ) رشوت لی تھی۔ مگر یہ ایک جانی دشمن کا الزام معلوم ہوتا ہے جو اس نے اپنے حریف پر لگایا تھا + ہم سنیکا کے تمول کا آگے چل کر بھی کچھ ذکر کرینگے۔ لیکن یہاں ہم یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتے۔ کہ جو شخص افلاس کے فوائد اور تعریفیں کرتے کرتے نہ تھکتا ہو اس کے پاس اس قدر دولت کا موجود ہونا متناقض اور متضاد معلوم ہوتا ہے۔ زر و مال کا اجتماع اس کے اصول زندگی اور تعلیم کے سراسر نقیض تھا۔ اس کے ہم چشموں اور ہم عصروں کے درمیان اس کی دولت پر چہ میگوئیاں ہوتی رہتی تھیں۔ ایک مشہور مورخ اور ایک ہجو گو شاعر نے اسے "متمول بنیا" کا لقب از راہ حقارت دیا تھا + سنیکا بھی بخوبی جانتا تھا کہ یہ اعتراض مجھ پر عائد ہو سکتا ہے۔ مگر اپنی صفائی میں جو دلائل اس نے اپنی کتاب "زیست فراغبال" میں پیش کئے ہیں وہ

کسی طرح قاطع اور معقول نہیں ہیں +
سنیکا کا لڑکپن شہنشاہ آگسٹس کے عہد کے آخری سالوں میں بسر ہوا تھا۔ جب لوگ اپنے بادشاہ کی بیدار مغزی اور ہردلعزیزی کے باوجود بھی یہ سمجھنے لگے تھے۔ کہ شخصی آزادی کا صرف نام ہی نام باقی رہ گیا ہے۔ اس کا شباب تبریاس کی تیئیس سالہ حکومت کے دوران میں صرف ہوا تھا۔ اور وہ زمانہ جبر و تعدی کی سلطنت کے واسطے مشہور ہے۔ اسکے دوران میں رومی دُنیا پر ایک قسم کی خوفناک خاموشی اور موت کی سی سُسنی چھاگئی تھی۔ گو اسے ذاتی طور پر اس "خوفناک وحشی" یعنی تبریاس سے واسطہ نہیں پڑا تھا۔ مگر تو بھی وہ اس کا بار بار ذکر کرتا ہے۔ اور اسکے سفاک اور ناخدا ترس وزیر سجانوس کے خطرناک اختیار اور اندھا دُھند بربادی و تباہی کا چرچا کرتا ہے۔ جو اُس کی سیاہ کاریوں اور بے وقوفیوں کے سبب سے نازل ہوئی تھی۔ اُس سے پیشتر سنیکا کو اُن مظالم کا تجربہ نہیں ہوا تھا۔ جو اُن کو جھیلنے پڑتے ہیں جنہیں براہ راست مردم آزاروں اور ستمرانوں سے سابقہ پڑتا ہے۔ اس قسم کی پہلی آفت اسے کیاس قیصر کے عہد حکومت میں بھگتنی پڑی تھی۔ جسکی تفاصیل اس کی تصانیف سے دستیاب ہوسکتی ہیں +
کیاس قیصر جرمنی کس برادر زادہ شہنشاہ تبریاس اور اگ رتپنہ۔ نواسی آگسٹس کا بیٹا تھا۔ جرمنی کس اپنے زمانہ کا ایک نہایت ہی پاکباز آدمی اور نہایت جری و کامیاب جرنیل تھا۔ اور وہ ساتھ ہی بڑا ہی دانشمند اور عاقبت اندیش بھی تھا۔ اس کی بیوی اگ رتپنہ (کلاں) اپنی شرافت نفسی۔ سخاوت و فیاضی۔ پاکدامنی و عفت داری۔ وفاشعاری اور شوہر پرستی میں اعلےٰ و پاک ترین رومی خواتین کی بہترین نمونہ تھی (مگر اس کی بیٹی جُولیہ اگ رتپنہ والدہ شہنشاہ نیرو اپنی ماں کی ضد تھی) مقام حیرت و استعجاب ہے کہ ایسے ماں باپ کا بیٹا بیرحمی۔ سفاکی۔ سنگدلی اور ظلم کاری کے لئے ضرب المثل ہو۔ لیکن تاریخ بھی بتاتی ہے۔ یہ قابل غور امر ہے کہ جرمنی کس اور اگ رتپنہ کے چھ بچوں میں سے ایک بھی اپنے ماں باپ کی مانند نہ تھا۔ کیاس قیصر اور اگ رتپنہ خورد نے اپنی بدذاتیوں اور بدعنوانیوں

کے واسطے غیر معمولی شہرت حاصل کی تھی ہوسکتا ہے ایک حد تک ان کی ابتدائی تعلیم کی افسوسناک حالت اس کی ذمہ وار ہو۔ جرمنیکس کی فتوحات اور نیکو کاریوں سے اس کا چچا تبریاس بہت جلتا تھا۔ گو اسکے ایما سے نہیں مگر اسکی چشم پوشی سے وہ ملک شام میں زہر دیکر بہت بُری طرح مارا گیا۔ اسکے بعد اسکی نیک بخت اور پاکباز بیوی اگ رتینہ کو طرح طرح کی رسوائیاں اور ذلتیں برداشت کرنی پڑیں۔ آخر کار اس کا اثاث البیت چھین لیا گیا۔ اور اسے جزیرہ پندا تریا کو جلاوطن کردیا گیا۔ ان کے دو بیٹے نیرو اور دراسوس سلطنت کے دشمن قرار دئے گئے۔ اول الذکر جزیرۂ پونشیا کو جلا وطن کیا گیا۔ اور وہاں اس کا سر تن سے جدا ہوا۔ موخر الذکر محلوں کے اندر ایک تہ خانہ میں بند کردیا گیا۔ سب سے چھوٹے کا نام کیاس تھا۔ مگر وہ کلی گلہ کے نام سے مشہور ہے۔ تبریاس نے اسے کپریہ میں طلب کیا۔ جہاں وہ عیش وعشرت کی زندگی بسر کرتا تھا۔ اُس نے بدکردار شہنشاہ کی نہایت رکیک قسم کی خوشامد اور پرلے درجے کی عیاری سے اپنی جان بچائی۔ کپریہ ایک چھوٹا سا جزیرہ خلیج نیپلز کے ایک گوشہ میں واقع اور اپنی قدرتی شادابی۔ سرسبزی۔ اور اپنے پُرفضا اور دلفریب مناظر کے واسطے نہایت ہی مشہور تھا۔ اس کی زمین زرخیز۔ سمندر نہایت صاف اور خوبصورت۔ اور ہوا صحت افزا اور خوشگوار ہے۔ سمندر کے درمیان واقع ہونے کے سبب سے براعظم سے الگ مگر روم سے بہت دُور نہیں ہے۔ اس وقت وسو ویئس کی غضب ڈھانے والی آتش فشانی جس نے پہلے ہرکولیئنم اور پامپی آئی کی بُنیادوں کو متزلزل کیا تھا۔ اور پھر آگ اور لاوے کی بربادی بخش بوچھاڑوں سے انہیں تحس نحس کیا تھا۔ زمین کی انتڑیوں میں ساکت پڑی تھی۔ اُس جزیرہ سے براعظم کے بعض خطوں کی سینریاں نہایت دلکش اور اور خوشنما معلوم ہوتی ہیں۔ جو اب ان کا پاؤ پاسنگ بھی نہیں ہیں۔ اُس دلفریب خلیج کے کنارے انگوروں کے باغوں اور زیتون کے جنگلوں سے ڈھکے ہوئے تھے۔ اور یہ اس مقام تک پھیلتے چلے گئے تھے۔ جہاں نیلگوں پانی کی ہلکی لہریں کھاڑی کی ہفت رنگ ٹھیکریوں اور کنکروں کو چومتی ہوئی معلوم ہوتی ہیں۔

ان سب سے اوپر وسوئیس کی شاندار چوٹی تھی۔ جسکے پہلوؤں پر جا بجا خوبصورت بنگلے اور شاداب دیہات نظر آتے تھے۔ صدیوں سے لوگوں کا یہ خیال تھا کہ یہ پہاڑ بالکل بجھ گیا ہے۔ اور کبھی اس سے آتش باری نہیں ہوگی۔ اسکے دہانے تک سبزہ ہی سبزہ لہلہاتا معلوم ہوتا تھا + اس قسم کا تھا وہ دلفریب اور پُرفضا جزیرہ جسے تبریاس ایسے ملعون نے بڑھاپے میں اپنی سکونت پذیری اور رہائش سے ذلیل اور ناپاک کیا تھا۔ وہ یہی مقام تھا جہاں اُس نے اپنے کو ہر قسم کی شُستہ عیاشی اور لہو باشی کے لئے وقف کر دیا تھا۔ تبریاس اسی جگہ اتفاق راے سے سب سے ناشاد اور بدنصیب شخص قرار دیا گیا تھا۔ اسی جگہ سے اُس نے سینٹ کو وہ مشہور خط لکھا تھا جس میں اُس نے اقرار کیا تھا کہ ضمیر مجرم کے تازیانوں کے زیر اثر وہ ہر وقت کیسا سخت ناخوش اور بیکل رہتا تھا۔ جس سے نہ تو عزلت نشینی اور نہ حکومت اسے مامون اور محفوظ رکھ سکتی تھی +

کسی دلکش سین کی ایسی ذلیل حالت نہیں ہوگی۔ جیسی اُس جزیرہ کی جہاں تبریاس کے محل بنے ہوئے تھے۔ وہاں ایک شاندار کوٹھی کے اندر جسے شہنشاہ نے تعمیر کرایا تھا اور کبودی حجروں کے درمیان جو شاہی فرمان سے عالم وجود میں آئے تھے۔ کمسن کیاس نے عالم شباب کو پہنچنے تک پرورش اور تربیت پائی تھی۔ اگر عالی اور شریف طبع لڑکا بھی ہوتا۔ تو بھی اُسکی پرورش کے واسطے یہ موزوں جگہ نہ ہوتی۔ مگر کیاس طبعاً خبیث۔ بدباطن اور خونخوار تھا۔ اس لئے اس کی طبیعت پر اس کے گرد و پیش کے حالات کا نہایت ہی بُرا اثر ہوا۔ بچپن سے ناخدا ترسی۔ بے دردی اور بدی اس کی سرشت میں خمیر کی طرح مخلوط ہو گئی تھی + وہ شہنشاہ کی فرماں پذیری اپنی سعادت مندی اور فرض اولی سمجھتا تھا۔ اس لئے اُس نے ایک ایسا سانگ کیا۔ جس سے بُرا کسی نقال نے نہیں کیا ہوگا۔ اور اس سے بڑھکر کوئی چاپلوس غلام نہ ہوگا۔ جب اسکی ماں اور بھائی نہایت بیرحمی کی موت مارے گئے۔ تو اُس نے اپنی ناراضی اور غصہ کے جذبہ کو بڑی صفائی سے دبایا۔ گو وہ بڑی ہوشیاری اور صفائی سے اپنے عالی مرتبہ مربی کے بشرہ کی حالت

کو منعکس کرتا تھا۔ یعنی جب شہنشاہ کے چہرے پر بشاشت کے آثار نمایاں ہوتے تو یہ بھی شکل سے مسرت ظاہر کرتا۔ اور جب اس کی پیشانی پر غم اور رنج ظاہر ہوتا تو اپنے کو مغموم اور اداس ظاہر کرتا تھا۔ باوجود اس سخت ریاکاری اور عیاری کے جو اس قسم کی طبیعت کے واسطے لازمی تھی۔ وہ اپنی اصل فطرت کو تبریاس کی خُرد بین آنکھ سے نہ چھپا سکا۔ وہ تاج و تخت کا مسلمہ وارث نہ تھا۔ کیونکہ شہنشاہ کا نوعمر پوتا۔ تبریاس گملاس زندہ تھا اور کیاس صرف اسکے بھائی کا پوتا تھا۔ وہ میکرو[سله] کمانڈر شاہی باڈی گارڈ۔ اور اس کی بیوی اِنّیا کی سازشوں اور عیاریوں کا اوزار بن گیا۔ اس کا ایک بڑا دوست ہیرد اگرپہ تھا جس نے مسیح یسوع کے حواری یعقوب (جیمز) کو قتل اور پطرس کو قید کیا تھا۔ اور جس کے افسوسناک حشر کا حال اعمال الرُّسل کے بارھویں باب میں ملتا ہے۔ ایک مرتبہ کیاس نے سُلہ کو گالیاں دیں۔ تو تبریاس نے بڑی نخوت اور رعونت کے سلتھ کہا۔ میں سُلہ کی تمام بُرائیوں اور کمزوریوں کی تقلید کرونگا۔ مگر تمہاری نیکیوں اور اوصاف پسندیدہ کو اپنے قریب بھی نہ آنے دونگا۔ ایک اور موقع پر کیاس اور اسکے چچیرے بھائی گملس کے درمیان کچھ تکرار ہوگئی۔ شہنشاہ نے اپنے نوخیز پوتے کو آبدیدہ ہوکر گلے لگایا۔ اور اول الذکر سے جسکی پیشانی پر غصے سے شکن پڑگئے تھے۔ عجیب دور بینی اور عاقبت اندیشی سے جس کی نظیریں تاریخ میں ملتی ہیں۔ کہنے لگا۔ "تم اس قدر بے صبر کیوں ہو؟ تم کسی روز اس لڑکے کو مار ڈالوگے۔ اور کوئی دوسرا آدمی تمہیں جہنم واصل کردیگا۔" تبریاس اس قسم کی پیشگوئیاں کرنے کا عادی تھا۔ اسنے جو کچھ کہا تھا وہ بعد میں پیش آیا + روم میں بعض لوگ ایسے بھی تھے جن کا یہ گمان تھا۔ کہ تبریاس دانستہ کیاس کو اپنا جانشین مقرر کرنا چاہتا

سله میکرو۔ شہنشاہ تبریاس کا ایک مُنہ چڑھا سردار اور شاہی باڈی گارڈ کا کمان افسر تھا۔ اپنی فتنہ پردازیوں سازشوں اور بیرحمیوں کے واسطے مشہور تھا۔ سجانوس کو برباد کرکے اُس کی جگہ لے لی۔ تبریاس کے قتل میں معاون تھا۔ کلی گلہ کو اپنی بیوی اَنیا دیکر خوش کرلیا۔ جلد بدنام ہوگیا۔ ۳۸ء میں کلی گلہ نے اسے اور اس کی بیوی کو خودکشی پر مجبور کیا + (مترجم)

چاہتا ہے۔ جسکی علت غائی یہ تھی کہ سخت تر مردم آزار کی ستم رانیوں اور جفاکاریوں کے سامنے میری حکومت کی بدعنوانیاں اور ظلم کاریاں گرد ہو جائینگی۔ اور اہل روم مجھے اس سے بہتر سمجھکر میری یادگار تازہ رکھینگے ✦ اہل روم جو جرمنی کس کے خاندان کو خاص عزت اور احترام کی نظر سے دیکھتے تھے۔ کیاس کی طرف سے اس کے عالم شباب کو پہنچنے سے پہلے ہی سخت مایوس ہو گئے تھے۔ وہ جانتے تھے کہ ایک بدطینت اور بہمت کے بیٹے کے عہد میں جو" معاملات سلطنت سے ناآشنا ہو اور اس نے بدی میں پرورش پائی ہو" انتظام حکومت میں کوئی ترقی اور بہتری نہیں نظر آسکتی۔ وہ میکرو ایسے سیاہ کاروں اور بدقماشوں کے ہاتھوں میں کٹھ پتلی ہوگا انہی کے اشاروں پر چلیگا۔ وہ تبریاس اور اسکے وزیر سجانوس سے بڑھکر بُرا حکمران نکلیگا ✦

انجام کار تبریاس کی صحت اور توانائی سلب ہونا شروع ہوئی۔ مگر اسکی ظاہرداری جوں کی توں بنی رہی۔ اس کی طبیعت کی خشونت اور سختی میں کوئی فرق نہ آیا۔ استقلالِ صورت اور محتاط گفتگو اور گاہے مصنوعی شُستگی اخلاق کے وسیلہ سے اپنے آنیوالے انجام کو چھپانے کی کوشش کرتا تھا۔ اُس نے کئی جگہ سکونت اختیار کی۔ مگر تھوڑے عرصے کے بعد گھبرا کر چھوڑ دیا۔ اور دوسری جگہ نقل مکان کر لیا۔ آخرکار مِسنُوم میں جا کر اُس محل میں رہائش اختیار کرلی۔ جہاں شوکت پسند لوکلوس رہا کرتا تھا۔ وہاں اسکی صحت کی اصلیت ظاہر ہو گئی۔ کرقلیس ایک مشہور طبیب تھا۔ ایک مرتبہ شہنشاہ کی قدمبوسی کے واسطے حاضر خدمت ہوا۔ باتیں کر کے جب چلنے لگا۔ تو اُس نے شہنشاہ کے ہاتھ کو بوسہ دیا۔ اور بڑی چالاکی سے اس کی نبض کی کیفیت معلوم کرلی شہنشاہ کو شک ہوا۔ اور ناخوش بھی ہوا۔ مگر ظاہر نہ کیا۔ بلکہ دسترخوان بچھانے کا حکم دیا۔

لہ لوسیوس لوسی لوس لوکلوس ۱۱۰ ق م میں پیدا ہوا۔ اور ۵۷ ق م میں انتقال کیا۔ ایک بہت مشہور رومی سپہ سالار تھا۔ جس نے ۷۴ ق م سے لیکر ۶۶ ق م تک متہرادا طس شاہ سے جنگ کی تھی۔ وہ علوم و فنون کا شائق تھا۔ عیش و عشرت کے سامانوں کے شوق کے واسطے شہرت خاص رکھتا تھا۔ اس کی ضیافتیں شاندار تکلف کے لئے ضرب المثل تھیں ✦ (مترجم)

گویا اپنے دوست کی رخصت کے اعزاز میں دعوت دی ہے۔ اور خلاف معمول زیادہ دیر تک دسترخوان پر بیٹھا رہا + لوئس چہاردہم شاہ فرانس کی بابت کہا جاتا ہے کہ امیروں وزیروں اور درباریوں سمیت کھانے پر بیٹھے تھے۔ مہمان آپس میں سرگوشیاں کر رہے تھے۔ کہ شاہ بہت دن تک زندہ نہ رہیگا۔ اُسے شک ہوا۔ اور معمول کے خلاف بہت بڑی مقدار خوراک کی پیٹ میں ڈال لی۔ اور یہ اس کی موت سے چند گھنٹے پیشتر کا واقعہ ہے + گو تبریاس نے اپنی پیشبندیاں کیں۔ توبھی کر قلبس نے میکرو سے کہہ دیا کہ شہنشاہ دو روز تک اور اس دُنیا کا مہمان ہے۔ بعد ازاں وہ ملک عدم کی طرف کوچ کر جائیگا +

جوں ہی کہ یہ خبر مشتہر ہوئی۔ فوراً سازشیں شروع ہوگئیں۔ اہل دربار کئی فرقوں اور گروہوں میں بٹ گئے۔ تاج وتخت کے دعویداروں نے ہاتھ پاؤں مارنے اور اس پر قابض ہوجانے کی اندر ہی اندر کوششیں شروع کردیں۔ ہر ایک صوبہ میں پیغام رساں بھیجے گئے۔ صوبہ داروں اور ان کے لشکروں کو ہدایت کی گئی۔ کہ وہ لڑنے بھڑنے کو تیار رہیں۔ اگر اس کی ضرورت پیش آئے۔ ۱۶ مارچ کو تبریاس کی وفات کی خبر اُڑی جیسے لوئس پانزدہم شاہ فرانس کی موت کے وقت یکایک شور بلند ہوا تھا۔ گویا کسی حصۂ محل پر بجلی گری ہے۔ کیونکہ دربار کے امیر وزیر لوئس شانزدہم کو جانشینی کی مبارکباد دینے کو یہ کہتے ہوئے اِدھر اُدھر سے نکل نکل کر بھاگتے تھے "شاہ مرگیا ہے۔ شاہ کی عمر دراز ہو" اسی طرح ایک جم غفیر تبریاس کے انتقال کی خبر پاکر کیاس کو مبارکباد دینے گیا۔ جب وہ محل سے نکل کر تخت وتاج سنبھالنے کو جارہا تھا اتنے میں یہ مشہور ہوا۔ اور کیاس کے پاس ایک پیادہ گیا۔ کہ تبریاس ہنوز زندہ ہے۔ اس کی بینائی اور گویائی بحال ہوگئی ہے + سنیکا اس واقعہ کی بابت لکھتا ہے۔ کہ جب اسے یہ یقین ہوگیا کہ مَیں صرف چند گھنٹوں کا مہمان ہوں۔ تو اُس نے اپنی اُنگلی سے شاہی انگشتری اُتاری۔ اور اسے کچھ دیر تک بائیں ہاتھ میں پکڑ کر خاموش پڑا رہا۔ پھر اپنے خدمتگاروں کو بُلایا۔ مگر وہاں کوئی موجود نہ تھا۔ جو جواب دیتا۔ اس لئے وہ پلنگ سے اُٹھا۔ چند قدم تک

لڑکھڑاتا ہوا گیا۔ لیکن طاقت جسمانی نے یارا نہ دیا۔ اس لئے فرش پر دھم سے جا گرا اور وہیں تھوڑی دیر تک پڑا رہا ۔

اس خبر کا وہی اثر ہوا۔ اور ویسی ہی سراسیمگی پھیلی۔ جیسی ادونیا[1] اور اس کے ہوا خواہوں کے درمیان عین راگ رنگ کے جلسہ میں پیدا ہوئی تھی۔ جب انہیں قریب المرگ حضرت داؤد کی تجاویز اور پیشبندیوں کی اطلاع ہوئی جو تخت کی حفاظت کے متعلق اختیار کی گئی تھیں ۔ کیاس کے بہی خواہ اور امرائے دربار پر ایک قسم کی دہشت چھا گئی۔ اور وہ اِدھر اُدھر بھاگنے لگے۔ بعض نے دکھاوے کے طور پر اظہار تاسف کیا۔ بعض نے یہ ظاہر کیا۔ گویا انہیں مطلق خبر نہیں۔ کہ کیا ہو رہا ہے۔ کیاس کے ہاتھ پاؤں پھول گئے۔ نہ جانتا تھا کہ کیا کرے۔ اسے یہ خدشہ لاحق ہوگیا۔ کہ تاج و تخت کی توقع میں جان شیریں جائیگی۔ مگر مکرو کے دل پر ذرا بھی اثر نہ ہوا۔ اس کی متانت اور استقلال میں کوئی تزلزل واقع نہ ہوا۔ اُس نے بڑی ہمت اور جرأت سے کام لیکر خادمان درگاہ کو ہدایت کی۔ کہ تبریاس پر بہت سے کپڑے اُڑھا دو۔ اور خوابگاہ سے نکل جاؤ۔ جس سے اس کی یہ غرض تھی کہ شہنشاہ تبریاس دم گھٹ کر مرجاے ۔ اس کی عمر اُس وقت ۷۸ برس کی تھی اور اس کی دُکھ بھری زندگی کا ایسا درد انگیز حشر ہوا۔ اور یہ وہ شخص تھا جسے ابلیس نے دُنیا کی سلطنتیں اور ان کی شان و شوکت دی تھی۔ اسی طرح اُس نے ابن اللہ۔ یسوع مسیح کو بھی آزمایا تھا۔ اور آپ سے التجا کی تھی۔ کہ اگر میری فرمانبرداری کرو۔ تو میں تمہیں یہ سب نعمتیں دونگا ۔ تبریاس اُس وقت ایک بڑا ذوالاقتدار شہنشاہ تھا۔ حالانکہ اس دُنیا کے **حقیقی فرمانروا یعنی مسیح** اس وقت موضع ناصرت کے ایک ادنےٰ کسان کی طرح زندگی بسر کر رہے تھے۔ یہ ایک

[1] ادونیا (Adonijah) حضرت داؤد کا چوتھا بیٹا تھا۔ اس کی آنکھ اپنے باپ کے تخت پر تھی۔ مگر حضرت ممدوح کی حسب منشا تاج سلیمان کے سر پر رکھا گیا۔ جس وقت ادونیا اور اس کے رفیقوں کو اس بات کا پتہ لگا۔ تو وہ بہت حیران ہوئے۔ پھر سب کے سب سلیمان کے قدموں پر گرے اور ادونیا کو بھاگنے اور ہیکل میں پناہ لینے کے سوا کچھ چارہ نہ رہا ۔ مترجم

دنیا کا واقعہ ہے کہ اس سے دل میں طرح طرح کے پیچیدہ اور اہم خیالات پیدا ہوتے ہیں اور رشور ہیں ایسے وقت میں اس دنیا میں آتے ہیں جب ان کی ہدایت کی سخت ضرورت ہوتی ہے +

پانچویں فصل

کیاس کی سلطنت

اس کی حکومت کی ابتدا کسی اچھے اور قابل تعریف کام سے نہیں ہوئی تھی۔ شروع سے لیکر اخیر تک اس کا عہد غضب ناک اور مجنونانہ کاموں۔ خونریزیوں اور عیاشیوں کا تسلسل پیش کرتا ہے + جنون اس خاندان میں جدی تھا۔ جسے شخصی طرز حکومت اور مطلق العنانی سے تحریک مزید پہنچی۔ اور اس نے خوفناک صورت اختیار کرلی۔ اور اُس نے مظالم اور ستمگاریوں میں اظہار پایا۔ اگر تاریخ عالم میں اس کا نمونہ اور اس کی نظیر تلاش کرنا چاہو۔ تو کرسچن ہفتم[51] شاہ ڈنمارک اور پال[52] شہنشاہ روس کے عہد فرمانروائی کی تاریخ ملاحظہ ہو۔ ان تینوں کے مرض کے علامات ایک ہی تھے۔ چہرے زرد اور پژمردہ۔ میٹھی نیند ان کے لئے حرام تھی۔ جس کی وجہ سے وہ رات کو اُٹھ بیٹھتے۔ اور اپنی اپنی خوابگاہوں میں چہل قدمی کیا کرتے جبکہ تمام عالم پڑا سوتا تھا۔ دوسروں کی طرف سے ہر وقت بدظن رہتے۔ اور اپنی جان

[51] کرسچن ہفتم ۱۷۴۹ء میں پیدا ہوا۔ ۱۷۶۶ء میں تخت نشین ہوا۔ اور جارج سوم شاہ انگلستان کی بہن سے شادی کی + اس کی حکومت میں ملک ڈنمارک کئی آفتوں میں مبتلا ہوا۔ ۱۸۰۱ء میں انگریزی جنگی بیڑہ نے پایہ تخت پر گولہ باری کی + ۱۸۰۸ء میں پاگل ہو کر مر گیا +

[52] پال اول پیٹر سوم شہنشاہ روس کا بیٹا تھا۔ ۱۷۹۶ء میں عنان حکومت ہاتھ میں لی۔ ظلم رانی اور مردم آزاری اور عہد شکنی کے لئے اس کا عہد بہت مشہور ہے +

مترجم

کو جو کھوں میں سمجھتے تھے۔ ان تینوں حکمرانوں کے دلوں میں بیرحمی اور ظلمرانی کی تشنگی ہر وقت مشتعل رہتی + عنان حکمرانی سنبھالتے ہی کیاس نے سب سے پہلے اپنے مربی ماکرو اور اس کی بیوی اینیا اور اپنے حریف نوعمر تبریاس کو تہ تیغ کیا + باقیماندہ سلطنت وحشیانہ کارروائیوں کا سلسلہ ہے + ٹیسی ٹس کی تاریخ کا وہ حصہ ضائع ہو گیا ہے جس میں کیاس قیصر کے عہد حکومت کے حالات قلمبند تھے۔ مگر سنیکا اور سوطانیوس (Suetonius) نے لاطینی اور دیوکسیوس نے یونانی میں جو کچھ لکھا ہے اسے پڑھکر رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اور کلیجہ منہ کو آتا ہے +

اس کی مجنونانہ حرکات کی کیا کیفیت بیان کی جاے۔ ایک مرتبہ اُس نے طعام شب تیار کرنے کی فرمائش کی۔ جس پر سوا لاکھ روپے کے قریب خرچ ہو گئے۔ بعض وقت نہایت عجیب قسم کا لباس پہن کر پھرا کرتا تھا۔ مثلاً جب عام میں جاتا تو عورتوں کے موزے پہن لیتا تھا۔ جن میں سونے کے تاروں کے ساتھ ہیرے موتی ٹکے ہوئے تھے۔ بعض مرتبہ ہر درجہ اور ہر گروہ کے لوگوں سے بے تکلفی برتنا شروع کر دیتا۔ کبھی کبھی اپنے بے تکلفانہ اطوار سے مجبور ہو کر سینٹ کے کسی رکن کو اپنے ہاں مدعو کرتا۔ اور اسے جام لے صحت پینے پر مجبور کرتا۔ ایک دفعہ اُس نے اپنے بیٹے کو معتوب کیا اور اس کا سر تن سے جدا کرنے کی ہدایت کی تھی۔ اسی شام کو ایک جلسہ کیا۔ اور اپنے آشناؤں کو بعض بیگمات کا جام صحت پینے کی فرمائش کی۔ اگر رات کا کھانا کھاتے وقت یا تماشا دیکھتے وقت مینہ پڑتا اور بجلی چمکتی۔ تو وہ سخت غضبناک ہو کر جوپی ٹر دیوتا کی شان میں سخت کلام کہتا۔ اور اسے گالیاں بکتا۔ جنون اور جوش ہر وقت اس کے سر پر سوار رہتا جسکی وجہ سے وہ نہایت وحشیانہ اور خلاف انسانیت کاموں کا مرتکب ہوتا۔ اسی سبب سے سنیکا اسے "تند خو عفریت" کے نام سے پکارتا ہے۔ اور کہتا ہے وہ "بنی آدم کی ہلاکت اور تذلیل کے لئے" پیدا کیا گیا تھا +

ہم سنیکا کی تصنیف سے ایک اقتباس پیش کر کے اس کے خیال کی تائید کرتے ہیں "انسانی خون کا اسے کچھ ایسا چسکا پڑ گیا تھا۔ کہ اپنے سامنے

اپنے شوق دلی سے جلادوں کے وسیلے سے بہایا کرتا تھا - گویا اس کے پینے کا خواہشمند ہے" + کبھی عمائد سلطنت اور ارکین حکومت کے بیٹے پوتوں اور جری بہادروں اور سینٹ کے ممبروں کو جوش جنون کے سبب سے سخت اذیتیں پہنچانا اور کوڑوں کی مار سے ان کی کھالیں ادھڑوا دیتا - کبھی سینٹ کے تمام ممبروں کو تلوار کے گھاٹ اُتارنے کا ارادہ کرتا - گاہے گاہے کہا کرتا کاش اہل روم کی ایک گردن ہوتی تاکہ ایک ہی وار میں ان کا فیصلہ کر دیا جاتا - جب وہ لوگوں کو بھوکے شیروں اور درندوں کے سامنے ڈلواتا - اور وہ چیخنے چلاتے تو ان کی آہ و بکا بند کرنے کے لئے کبھی اسفنج ان کے مُنہ میں بھروا دیتا - کبھی گیگ چڑھوا دیتا - اور کبھی اپنا لبادہ پھاڑ کر جلادوں کو دیتا - اور اسے ان کے مُنہ میں ٹھونسنے کی ہدایت کرتا - اور کبھی کبھی ان کی زبانیں نکلوا دیتا + ایک مرتبہ ایک بڑا جلسہ تھا - جب کھانا ختم ہو گیا - اور ہنوز مہمان دستر خوان ہی پر تھے - تو اُس نے اپنے سلیپرز (جوتی گھر کے اندر پہننے کی) منگوائے - جو ایک غلام کی سپردگی میں تھے - وہ خون کا ایسا پیاسا تھا - کہ چند آدمیوں کو جو کسی وجہ سے اس کی خفگی اور ناراضی کے موجب ہوئے تھے - بُلوایا - اور ایوان کے سامنے جہاں بیگمات اور سینٹ کے ممبر موجود تھے اِنہیں قتل کرنے کی ہدایت کی"

بعض قیاصرہ کے جور و ستم سے ایسی ہیبت چھا گئی تھی کہ اکثر لوگوں پر ان کی صورت ہی سے حالت نزع طاری ہو جایا کرتی تھی + ٹیسی ٹس اپنے خسر اگری کولہ کی حیات میں بیان کرتا ہے - کہ کھیل تماشوں میں اگر شہنشاہ ڈومشیان (Domitian) کا لال چہرہ دکھائی دیتا - تو دل پر خوف غالب آ جاتا + سنیکا ایک جگہ اپنی کتاب میں اُن بدنصیب اشخاص کا ذکر کرتا ہے - جو سنگسار - تیغ اور آگ سپرد ہوئے تھے + ایک اور جگہ لکھتا ہے کہ عالی تبار رومیوں کو گاہے گاہے ہر قسم کی اذیتیں پہنچائی جاتی تھیں - جن سے انسان کو سخت درد محسوس ہوتا ہے - وہ شکنجہ میں کھنچوائے اور جلتی آگ میں ڈلوائے جاتے - دھات کے جلتے پترے انکے بدنوں پر چپاں کئے جاتے وغیرہ وغیرہ عذاب برداشت کرنے پر مجبور ہوتے تھے

اس کی صورت ہی سے سخت خوف آتا تھا۔ اس کی نسبت وہی مصنف کہتا ہے۔ "اس کا بشرہ سخت زرد تھا۔ اور اس پر مردنی چھائی رہتی تھی۔ عام شباہت سے جنون ظاہر ہوتا تھا۔ اس کا بڑا بھونڈا سر تھا۔ جس کا ایک حصہ گنجہ اور دوسرا خضاب پذیر بالوں سے ڈھکا ہوا تھا۔ آنکھیں خوفناک اور سرد وخشک اور ابروؤں کے پیچھے سے آدھی کے قریب پوشیدہ تھیں۔ اس کی گردن پر چھوٹے موٹے سؤر ایسے بال تھے۔ ٹانگیں پتلی پتلی۔ پاؤں ٹیڑھے اور بدوضع تھے"!

یہ ہے کیاس کا حلیہ + غارت ہو وہ قوم جس کا حکمران ایسا جیوان مطلق العنان ہو۔ صد افسوس ہے اس قوم پر جو ایسے وحشی کی ظلمرانیوں اور جفا کاریوں کو چپکے سے برداشت کرتی ہو! بایں ہمہ یہ وہی قوم ہے۔ جس کا رکن سنیکا تھا۔ اور یہی وہ مردم آثار شہریار تھا۔ جس کی شہریاری کے دوران میں اس کی زندگی کے ابتدائی سال بسر ہوئے تھے۔ کیاس قیصر کی ایک یہ بھی عجیب بات تھی۔ کہ وہ ہر خوبی اور نیکی کے وجود سے سخت متنفر تھا۔ وہ طیش میں آکر دیوتاؤں کو بے نقط سُناتا تھا۔ اور ان کی تضحیک اور آبروریزی میں کوئی کسر اُٹھا نہ رکھتا تھا۔ اپالو (Apollo)[1] اور جوپی ٹر کی شان میں سخت کفر بکا کرتا تھا + اُس نے ایک دفعہ ہومر کی تصانیف منسوخ کرنے کا بھی ارادہ کیا تھا۔ اُس نے یہ بھی حکم دیا تھا۔ کہ لیوی[2] اور ورجل کی کتابوں کو ہر ایک کتب خانہ سے باہر نکال دیا جائے۔ کیونکہ وہ برداشت نہ کر سکتا تھا کہ لوگ باگ ان کی توصیف کریں + اُس نے جولیئس گریسی نوس کو صرف اس وجہ سے قتل کرایا۔ کہ وہ ایک بہت کھرا اور نیک معاش شخص تھا۔ کہ مردم کش اور ظلمران شہنشاہ اس کی ہستی کو اپنی طرز عمل کے منافی و نقیض سمجھتا تھا"+ پلائنی کہتا ہے۔ فیاصرہ یہ چاہتے تھے۔ کہ ان کی رعایا کے افراد عیاش بدکار اور اخلاق و پاکیزگی سے ناآشنا اور محض بیگانہ ہوں۔ تو بہت اچھا ہو۔

---

[1] رومیوں کا سورج دیوتا تھا + اور جوپی ٹر (زیوس یونانی۔ دیوس پتر سنسکرت) سب دیوتاؤں کا قبلۂ عالم تھا۔ [2] لیوی (Livy) ایک بڑا نامور رومی مورخ تھا۔ جس کی تصانیف بڑی قیمتی سمجھی جاتی ہیں۔ وہ ایک بہت بڑا ادیب بھی تھا۔ اسکا انتقال ۱۷ء میں ہوا تھا + مترجم

کیونکہ وہ نیکی اور انسانیت کے سخت دشمن تھے + خیال ہی نہیں آسکتا کہ کیاس جیسا دشمن اخلاق و آدمیت سنیکا کی شہرت کی روز افزوں شان کو ٹھنڈے پیٹوں دیکھتا اور سرد دلی سے گوارا کر لیتا۔ جب وہ تخت پر بیٹھا تو سنیکا کی عمر پینتیس سال کی تھی۔ اُس نے فلسفہ پر کوئی کتاب نہیں لکھی تھی۔ البتہ اس کی سیاحت مصر ہندوستان۔ اور زلزلوں کی ماہیت" پر چند چھوٹی کتابیں اس سے قبل شائع ہو چکی تھیں۔ گمان غالب ہے کہ اُس نے چند درد انگیز نظمیں عام میں پڑھی ہونگی۔ جو اب تک اس کی طبعزاد سمجھی جاتی ہیں۔ ان تصانیف سے اسے ضرور اعلےٰ علمی شہرت حاصل ہوئی ہوگی۔ جس کے لئے وہ لاطینی زبان کے مصنفین میں اس قدر مشہور ہے۔ مگر اس کی اس نیکنامی سے کیاس کے دل میں حسد کی آگ مشتعل نہیں ہوئی تھی۔ بلکہ اُس کی فصیح و بلیغ تقاریر نے شہنشاہ کو اس کا دشمن بنا لیا تھا۔ جو وہ عدالتوں میں دوران وکالت میں کیا کرتا تھا۔ کیاس کو بھی اپنی دلفشانی اور سحر بیانی پر بڑا گھمنڈ تھا۔ اور یہ ایک حد تک درست بھی تھا۔ اسکے بعض خیالات سے جو گا ہے ماہے ظاہر کیا کرتا تھا۔ کہ وہ جولانیٔ ذہانت اور تیزی فراست سے بے بہرہ نہ تھا۔ اُس نے متموّل اور رنگین طبع سِیلا نوس کو "سونے کی بھیڑ" اور اپنی دادی لیویا کو "سرسوتی تریا" (اصل۔ سایہ پوش الیسنیز ہے) کا نام دیا تھا۔ جس میں ظرافت اور ذکاوت نمایاں ہے + اُس نے سنیکا کے طرز تحریر پر تنقید بھی لکھی تھی۔ اور اسے محض نمائشی اور بودہ قرار دیا تھا۔ اور اُس کا یہ خیال راستی سے خالی نہیں ہے۔ کیونکہ سنیکا کے ڈھنگ میں ظاہر داری اور نمود عیاں تھی۔ اس میں طبعی سادگی اور زور نہ تھا۔ اُس نے ایک اور خیال بھی ظاہر کیا تھا۔ جو اس کے ایک قابل نقاد ہونے پر دال ہے۔ اُس نے یہ رائے دی تھی کہ سنیکا کی تصانیف "ریت کی رسّی" یا "ریت بغیر چونا" کے ہیں۔ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ کیاس میں واقعی تنقیدی قابلیت تھی + سنیکا کی طرز تحریر کا یہ بڑا نقص تھا۔ کہ اس کے فقرات بے میل اور خیالات متفرق اور بے تعلق تھے +

مگر شہنشاہ نے مخالفانہ تنقید ہی پر اکتفا نہیں کی۔ ایک مرتبہ جب سنیکا اس کے سامنے ایک مقدمہ کی بڑی فصاحت اور قابلانہ استدلال سے پیروی کر رہا تھا۔ تو اس کے دل میں حسد اور غصہ نے جوش کھایا۔ جس سے متحرک ہو کر کیاس نے اسے جلد مروا ڈالنے کا ارادہ کر لیا + اگر وہ اُس وقت مارا جاتا۔ تو سنیکا کو کبھی یہ غیر فانی شہرت نصیب نہ ہوتی۔ اور نہ وہ اپنی ہستی کی علامات چھوڑنے پاتا۔ جو اب دیکھنے میں آتے ہیں + لیکن اس کی قسمت میں کچھ اور ہی بدا تھا۔ اس کی تقدیر میں اعلےٰ نیکنامی حاصل کرنا لکھا تھا + ایک دفعہ کیاس کے ایک مُنہ چڑھے نے اس سے کہا۔ چراغ سحری کو بُجھانے کی کوشش کرنا بالکل فضول ہے۔ کیونکہ سنیکا کی صحت بہت خراب حالت میں تھی۔ جس سے اسکے مدقوق ہونے کا شک کیا جاتا تھا۔ اس کے بہت جلد اس دُنیا سے رخصت ہونے کا شہنشاہ کو یقین دلایا گیا تھا +

جب سنیکا کو کیاس کے حسد و کینہ کی اطلاع ہوئی۔ تو وہ وکالت اور علمی زندگی سے دست بردار ہو گیا۔ اور اس کی سلطنت کے باقیماندہ چند سال گمنامی میں بسر کرنے لگا۔ اُس نے مطالعہ کو اپنا مشغلۂ واحد قرار دیا۔ جس سے تھوڑے ہی عرصہ میں اس نے ہر قسم کے علوم و فنون پر قاموسی عبور حاصل کر لیا۔ اُس نے کچھ عرصہ کے بعد اپنی زندگی کے اس حصہ کی مصروفیت کی بابت حسب ذیل لکھا تھا۔ "میرا کوئی دن کامل راحت اور آسائش سے نہیں گزرا۔ میرے مطالعات میرے رات کے وقت کے ایک حصہ پر مطالبہ کرتے تھے۔ مجھے سونے کی بھی مہلت نہیں ملتی۔ لیکن پھر بھی نیند میری آنکھوں پر غالب آ ہی جاتی۔ میں نہ صرف لوگوں ہی سے اُکتا گیا ہوں۔ بلکہ اپنے معاملات اور خاص اپنے ہی مشاغل سے تنگ آ گیا ہوں + میں آنے والی پود کے لئے کام کر رہا ہوں۔ میں ایسی کتابیں لکھ رہا ہوں۔ جو شائد ان کے لئے کارآمد ثابت ہوں۔ میں اچھی اچھی نصائح اور اقوالِ زرّیں حوالۂ قلم کرتا ہوں" +

شہنشاہ کیاس کا عہد فرمانروائی جلد اختتام پذیر ہو گیا۔ اُس نے

والریوس ایشیائی کس اور کسیوس چریاس[1] کی توہین عزت ایسے طریقے سے کی تھی کہ کسی نے دیکھی نہ سُنی۔ مگر اس کی اسے بہت جلد سزا مل گئی۔ اگر ثبوت مزید کی ضرورت ہو۔ تو یہ سب سے بڑا ثبوت روستہ الکبری کی رسوائی اور نامحرمی اخلاق کا ہے۔ کہ شہنشاہ سے لوگوں کی طرف سے انتقام نہیں لیا گیا۔ جس نے بھاری بھاری ٹیکس لگا کر ان کا بھرکس نکال دیا تھا۔ نہ سپاہیوں نے اس کی زندگی کے رشتے کو قطع کیا تھا۔ جنہیں وہ بعض وقت صفحۂ ہستی سے ناپید کر دینے کی دھمکی دیا کرتا تھا۔ نہ جری سرداروں نے اسے عدم آباد کو روانہ کیا تھا جنکے فرقہ کے بیسیوں آدمیوں کو اُس نے بلاقصور بڑی بیدردی سے مروایا تھا۔ رؤسا نے بھی اس سے اپنی آبروریزیوں کا بدلہ نہیں لیا تھا۔ جن کی اُس نے بہت بُری طرح بے عزتی کی تھی۔ سینٹ بھی اسے کیفر کردار کو نہ پہنچا سکی جس سے اسے سخت نفرت تھی۔ اور حقارت سے پیش آیا کرتا تھا۔ بلکہ ایک سپاہی نے ذاتی پرخاش وعناد کی وجہ سے اسکے حلق پر چھُری پھیری تھی۔ کسیوس چریاس نے جسے شہنشاہ نے ستایا تھا۔ اس سے بچ کے طور پر سمجھنے اور دُنیا کو ایک انسانی عفریت سے آزاد کرنے کا مہتم بالشان کام انجام دیا تھا۔ اُس نے کئی آدمیوں کو سازش میں شریک کیا تھا۔ مگر ان کی کم ہمتی اور پستیٔ حوصلہ کے سبب سے بیکار ثابت ہوئی۔ تماشاگاہ شاہی میں چار روز تک خوں ریز کھیل ہوتے رہے۔ کیاس بذات خود صدارت کرتا تھا۔ سازش کرنیوالے اپنے موقع کی تاک میں لگے رہے۔ مگر ہاتھ نہ آیا۔ پانچویں دن (جنوری ۲۴ ۴۱ء) کا ذکر ہے کہ اُس نے نہایت مکلف اور نہایت لذیذ طعام شب خوب پیٹ بھر کر کھایا۔ جس سے اُس کی طبیعت کچھ ناساز ہو گئی۔ اس کی وجہ سے اُس نے تماشاگاہ میں جانے کا ارادہ ملتوی کر دیا۔ مگر اپنے مصاحبوں کی درخواست پر چلنے کو تیار ہو گیا۔ شاہی محلات اور تماشاگاہ کے درمیان چھتی غلام گردش تھی

[1] مشہور رومی رئیس تھا۔ جس پر شہنشاہ کلاڈیاس کے ایک عزیز کو قتل کرانے کا الزام لگایا تھا۔ وہ سازش کے سبب سے مجرم ٹھیرایا گیا۔ اُس نے اپنا فصد کھول لیا۔ اور مر گیا۔ ۵۲ء کہا جاتا ہے ۴۱ء میں اُس نے کیاس کو قتل کیا تھا (مترجم)

جس میں کیاس کو شریف النسل ایشیائی جوانوں سے دوچار ہونا پڑا۔ جن کی ٹولی تماشاگاہ میں ایک قدیم زمانہ کا فوجی ناچ دکھانے اور ایک غول شہنشاہ کی تعریف میں گانے والی تھی۔ شہنشاہ نے ان جوانوں کو حکم دیا کہ وہ اپنا رقص و سرود دکھائیں۔ اُن کے اُستاد نے اپنا گلا بیٹھنے کی معذرت اور ناچنے گانے سے معذور رکھے جانے کی درخواست کی۔ عین اسی وقت چریاس نے اس سے پوچھا۔ آج شب کا پل ول یعنی واچ ورڈ کیا ہے۔ اُس نے جواب میں "جوپی ٹر" کہا اور چریاس نے باآواز بلند کہا "اُس کا خیر مقدم کرو" یہ کہتے ہی کیاس کے حلق پر جھپٹا مارا۔ اور اُسی وقت سب نوس نے ظالم فرمانروا کا جبڑا پھاڑ ڈالا۔ اور وہ وہیں فرش پر گر پڑا۔ کہنے لگا "میں زندہ ہوں"! اتنے میں اس کی پالکی اُٹھانے والے بلیاں لیکر اُس کی مدد کو پہنچے۔ مگر کیاس کا بدن تیس زخموں سے چھلنی ہو گیا تھا۔ اور وہ لہولہان زمین پر ڈھیر ہو گیا + اسے وہیں چھوڑ کر سازش کرنے والے محلوں سے باہر نکل اور سیدھے سینٹ کے پاس گئے۔ تاکہ جمہوری حکومت کی بحالی کے لئے مل جُل کر کوشش کریں + قتل کے بعد کنسلوں نے چریاس سے کہا۔ آج شب کے پل ول "آزادی" ہوگی۔ اور یہ شاہی حکومت کے زمانہ میں تقریباً فراموش ہو گئی تھی۔ مگر یہ صرف خیال تھا۔ اور جو اُمید پُرانی جمہوری حکومت کے خیرخواہوں کے لئے دلوں میں پیدا ہوئی تھی۔ وہ دھوکہ ثابت ہوئی + اس وقت یہ خیال کیا گیا تھا کہ مقتول شہنشاہ کی مضطرب روح محلوں کے اندر دیوانہ وار پھرتی رہتی ہے۔ کیونکہ کیاس کی نعش کی شاہانہ تکفین و تدفین سے بہت دیر پہلے جولیئن خاندان کا ایک نیا شہنشاہ تخت پر بٹھا دیا گیا جس سے جمہوری حکومت کی تمام اُمیدیں خاک میں مل گئیں +

چھٹی فصل

کلاڈیوس کی حکومت

اور سنیکا کی جلاوطنی

جب سینٹ کے اراکین پرانی جمہوری حکومت کی بحالی کی تجاویز پر غور کر رہے تھے - اس وقت سپاہی اپنے کام میں مصروف تھے - وہ طبعاً خیال کرنے لگے کہ جمہوری طریق حکومت کو بحال کرنا ناممکن العمل اور غیر ضروری ہے کیونکہ ان میں قابلیت نہ تھی کہ جس سے وہ جمہوری حکومت کو بحال کر سکتے - اس لئے وہ یہ سوچنے لگے - کہ خالی تخت کے دعویداروں میں کون شخص حقدار اور قابل ہے - تعجب کی بات ہے کہ ان دعویداروں میں سے کسی نے بھی اُس شہزادہ کا خیال تک نہ کیا - جو تاج و تخت پر قابض ہوا +

ان دنوں محلوں میں جرمنی کس اعظم کا ایک بھائی تھا - جو مقتول شہنشاہ کا شہنشاہ کا چچا اور جس کا نام کلاڈیوس قیصر تھا - بچپن ہی میں یتیم ہو جانے کے سبب سے اس کا جسم اور اس کی عقل پوری نشو و نما حاصل کرنے میں کامیاب نہ ہو سکی - علاوہ ازیں اسے طرح طرح کی تکالیف سے دوچار ہونا پڑا تھا - ایک وحشی طبیعت غلام اس کا محافظ تھا - جو اسے اذیت پہنچایا کرتا تھا - اس کے خاندان کے لوگ بھی اس سے نفرت و حقارت سے پیش آیا کرتے تھے - کیونکہ وہ ننگ خاندان تھا - اس وجہ سے اس کی ابتدائی زندگی گمنامی اور بدنصیبی میں بسر ہوئی تھی - اس کی ماں انطونیہ اسے عجیب الخلقت سمجھتی تھی - جسے قدرت نے شروع کر کے نامکمل چھوڑ دیا ہو - اور یہ اُس کا تکیہ کلام ہو گیا تھا - جب کسی گاؤدی اور کند ذہن شخص کا ذکر آتا تو کہتی "وہ تو میرے لڑکے کلاڈیوس سے بھی بڑھکر بیوقوف ہے" اُس کی دادی لویہ اس سے سیدھے مُنہ کبھی بولنا پسند

ہی نہ کرتی تھی - اور جب کبھی بولتی - تو جلی کٹی باتیں کرتی - اُس کی بہن لیویلا اسکے شہنشاہ بننے کے خیال ہی کو حقیر اور مکروہ سمجھتی تھی + آگسٹس جو باعتبار تبنیت اُس کا دادا تھا - اسے اپنی آنکھوں سے دور رکھنے کی کوشش کرتا تھا - کیونکہ وہ اسے بالکل بیوقوف اور ننگ خاندان سمجھتا تھا - اُس نے اسے تمام ظاہری اور سرکاری اعزاز سے محروم کر دیا تھا - اور مرتے وقت بہت ہی ادنےٰ قسم کا ترکہ اس کے لئے چھوڑا تھا + تبریاس نے اپنے جانشین نامزد کرتے وقت اسے فاترالعقل سمجھکر اس کے دعوے کو بالکل نظرانداز کر دیا تھا - کیاس نے اسے اپنا دلبا اور کھلونا بنا رکھا تھا - درباری بھانڈوں اور نقالوں نے بھی اسے مضحکہ بنا رکھا تھا + اگر وہ شام کے کھانے کے وقت دیر سے آتا - تو سب نشستگاہیں رُکی پاتا - اور پریشاں خاطر ہو کر بغلیں جھانکتا - کھانے والے اس پر ہنستے تھے + اگر وہ کھانا کھاتے ہی سو جاتا - جیسا اُس کا معمول تھا - تو زیتون اور کھجوروں کی گٹھلیاں اس پر پھینکی جاتی تھیں - کبھی موٹے موزے اسکے ہاتھوں میں پہنا دئے جاتے - تاکہ وہ ہوشیار کئے جانے پر اپنا مُنہ رگڑے - یہی بدنصیب وہ شخص تھا - جس کے ہاتھ میں عنان حکومت دی گئی - اور اس سے یہ امید لگائی گئی - کہ وہ ڈگمگاتی سلطنت کو سنبھالیگا - کیاس کے قتل کے بعد سپاہی محلوں میں لوٹ مار کرنے کو گھُسے - ایک ادنےٰ سپاہی نے پردوں سے دو پاؤں باہر نکلے دیکھے - اُس نے پکڑ کر باہر کھینچا - اور پوچھا کون ہے تو ایک انگھڑ - ناہموار - اور دہشت زدہ آدمی برآمد ہوا - جو اُس سپاہی کے پاؤں پر جا گرا - اور اس سے جاں بخشی کی گڑگڑا کر درخواست کرنے لگا - یہ کلوڈیوس تھا - جو شہنشاہ کے قتل کی خبر سُن کر بدحواس ہو گیا اور اپنی جان بچانے کو پردوں کے پیچھے جا چھپا تھا + اسے دیکھکر سپاہی بولا ''یہ تو جرمنی کس ہے - آؤ اسے شہنشاہ بنائیں'' سپاہیوں نے کچھ تو دل لگی سے اور کچھ نیک نیتی سے اسے اپنے کندھوں پر اُٹھا لیا - کیونکہ دہشت کے مارے وہ چلنے کے ناقابل ہو گیا تھا - اور اسے جلدی جلدی پری ٹورین لوگوں کے

کیمپ میں لے گئے۔ راستہ میں دیکھنے والے اس کی حالت پر ترس کھاتے تھے اور خیال کرتے تھے کہ سپاہی اسے قتل کرنے کو لے جارہے ہیں۔ آخرکار وہ کیمپ میں پہنچا۔ اس کی حالت بہت ناگفتہ بہ ہوگئی تھی۔ مگر سپاہی اپنا نفع و نقصان خوب سمجھتے تھے۔ وہ جانتے تھے کہ جمہوری حکومت کا اجرا محال ہے۔ اس لئے ایسے آدمی کو تخت پر بٹھانے کے خواہشمند تھے۔ جو اُنکے ہاتھوں میں کٹھ پتلی ہو۔ اور انکے اشاروں پر چلے۔ اس لئے اُنھوں نے کلاڈیوس کو نعرہ ہائے خوشی کے درمیان اپنا شہنشاہ بنالیا۔ جب اُس نے اُنکی تنخواہیں بڑھانے اور انعام واکرام کا وعدہ کیا۔ تو وہ اور بھی خوش ہوئے۔ اور شادمانی اور خوشی کے نعرے بلند کرکے آسمان سر پر اُٹھالیا + اگرپہ جو اعمال الرسل (بارھویں باب) میں ہیرودس کے نام سے یاد کیا گیا ہے۔ ایک چالباز اور زمانہ ساز آدمی تھا۔ اُس نے ہوا کا اُلٹا رُخ دیکھکر کلوڈیوس سے کہا کہ میں سینٹ کے سامنے آپ کی وکالت کرونگا۔ چنانچہ کچھ استدلال۔ کچھ دھمکی و گھڑکی اور کچھ انتظامی اصلاحات کی چاٹ دیکر اُس نے اراکین سینٹ کو اس کی تخت نشینی اور اس کا دعوٰے تخت و تاج تسلیم کرنے پر آمادہ کرلیا۔ گو کلاڈیوس کو قماربازی اور مے نوشی کے لئے قابل الزام قرار دیا جاتا ہے۔ مگر اس سے بھی بدتر برائیاں منسوب کی جاتی تھیں۔ لیکن اُس نے کامیابی کے ساتھ اپنا علمیت کا دعوٰے قائم کردیا تھا۔ اگر خوبی قسمت سے وہ معمولی آدمیوں کی طرح مرتے دم تک زندگی بسر کرسکتا۔ اور سلطنت کے بکھیڑوں سے اسے واسطہ نہ پڑتا۔ تو شائد اسے اپنے خاندان میں وہی رتبہ حاصل ہوتا۔ جو نپولین اعظم کے بھائی لوشین بوناپارٹ[1] کو اپنے گھرانے میں نصیب ہوا تھا۔ یعنی وہ ایک سلیم الطبع صحیح المذاق فاضل شہزادہ ہوتا جو علم وفن کے مشاغل کو ملکی معاملات اور ذاتی تمناؤں اور حرص وہوا پر ہزار درجے ترجیح دیتا ہو + اس کی بابت جو قصے مشہور ہیں۔ ان سے ظاہر ہے کہ وہ آثار قدیمہ کا

---

[1] لوشین بوناپارٹ۔ نپولین اعظم کا برادر خرد۔ بڑا جری اور قابل شخص تھا۔ طبیعت کا ضدی تھا۔ اس لئے اپنے مشہور زمانہ بھائی سے متفق نہ ہوسکا۔ ذہانت میں اپنے بڑے بھائی کے ہم پایہ تھا۔ علم وفن کا شائق تھا۔ ۱۷۷۵ء میں پیدا ہوا۔ ۱۸۴۰ء میں انتقال کیا +

شائق تھا اور اس میں اُس نے معتد بہ مہارت بھی حاصل کرلی تھی۔ اور وہ علم زبان میں بھی اچھی دسترس رکھتا تھا۔ مشہور رومی مورّخ لیوی کو اس کی حالت پر ترس آیا۔ اور اس نے مطالعہ تاریخ کا اشتیاق دلایا۔ اُس نے اس کے مطالعہ کے بعد اپنے زمانہ کے حالات لکھے۔ آگسٹس کی زندگی کا احوال قلمبند کیا۔ اور معرکۂ اکشیم کے بعد جو خانہ جنگیاں ہوئی تھیں۔ وہ بھی اُس نے ایسی صفائی اور قابلیت سے حوالۂ قلم کیں۔ کہ اُس کے خاندان کے اراکین جل بھن گئے۔ اور ان تحریرات کو اُس کی بیوقوفی کا تازہ اظہار سمجھنے لگے۔ اور مسودہ کو لیکر ضائع کردیا +

اس قسم کا وہ آدمی تھا جو پچاس سال کی عمر میں متمدّن دنیا کا شہنشاہ اور فرماں روا مقرر ہوا تھا + یہ عجیب بات ہے کہ بعض خصوصیات میں انگلستان کا بادشاہ جیمز اوّل اور کلاڈیوس قیصر ایک دوسرے سے بہت مشابہ ہیں۔ مثلاً دونوں بڑے فاضل بھی تھے۔ اور نادان بھی تھے۔ دونوں مصنّف تھے۔ اور دونوں اپنی علمیت کی نمائش کے کمال درجہ شائق تھے۔ دونوں نے حکمرانی کے اعلےٰ ترین اختیارات اپنے چند نالائق خوشامدگوں کو عطا کردیے تھے۔ اور دونوں نے ان چاپلوس امیروں کو اندھادھند انعامات دیکر مالا مال کردیا۔ اور خود کنگال ہو گئے۔ دونوں کئی مرتبہ اپنی خلاف مرضی خونریزیاں دیکھنے پر مجبور ہوئے جس سے انکے کلیجے دہل جاتے۔ اور وہ سخت وحشت زدہ ہوجاتے تھے۔ گو دونوں فرمانروا طبعاً نیک نیت تھے۔ مگر خود غرضی اور خود پرستی میں مبتلا ہوکر بیرحمیوں کے مرتکب ہوتے تھے۔ دونوں اپنے فرائض کی انجام دہی میں بڑے سرگرم اور محنت کش تھے۔ مگر اپنی حرکات سے شاہی حکومت کی تضحیک کرتے تھے +

جیمز نے سر والٹر ریلے جیسے تجربہ کار۔ دُور اندیش اور آزاد منش مدبّر کو قید کیا تھا۔ اور کلاڈیوس نے سنیکا ایسے فاضل فلاسفر کو جلاوطن کیا تھا +

اس مماثلت پر بہت ہی کم عام خیال رجوع ہوا ہے۔ لیکن ان دونوں بادشاہوں کے طبائع میں بہت گہرا تشابہ پایا جاتا ہے۔ جو چاہے ان کے حالات پڑھکر اپنا اطمینان کرلے +

کلاڈیوس قیصر نے تخت پر بیٹھتے ہی اپنی برادر زادیوں جولیہ اور اگ رپینہ کو جلاوطنی سے واپس بلا لیا۔ جہاں ان کے بھائی نے انہیں ملک بدر کر کے نظربند کر رکھا تھا۔ ان دونوں شہزادیوں کی قسمت میں یہ بدا تھا کہ وہ سنیکا کی زندگی پر زبردست اثر ڈالیں +

کچھ معلوم نہیں ہوتا۔ کہ کیاس کے قتل کے چند روز بعد جو برہمی اور بے چینی ملک میں پھیلی تھی۔ اس میں سنیکا نے کیا حصہ لیا تھا۔ اگر وہ کوئی اہم حصہ لیتا۔ خواہ چریاس کلاڈیوس کی تخت نشینی کا مخالف تھا۔ یا جیسے سب نوس قیاصرہ کی حکومت کے خاتمہ اور جمہوری حکومت کی بحالی کا خواہشمند تھا۔ اگر سنیکا اس مہم کا بڑا حصہ لیتا۔ تو اس کا شائد کسی کتاب میں کسی واقعہ کے متعلق ذکر پایا جاتا۔ اس لئے ہم یہ خیال کرتے ہیں۔ کہ وہ اس زمانہ میں رومہ سے باہر کسی جگہ روپوش تھا۔ جہاں وہ کیاس کے حسد و کینہ سے بچنے کے لئے جا چھپا تھا۔ یا شاید اس نے ان جھگڑوں سے بے تعلق رہنے کو سب باتوں پر ترجیح دی ہو +

یہ بات یاد رہے کہ سنیکا کی زندگی سسرو کی طرح نہیں ہے۔ جس کی ذرا ذرا تفاصیل سے ہم واقف ہیں۔ اس کی زندگی کا اگر ایک حصہ ہمارے سامنے آتا ہے۔ تو دوسرا ہماری نظروں سے مستتر رہتا ہے۔ اس کے سوانح عمری دھوپ چھاؤں کی مانند ہیں + اس کے خطوط اور تصانیف میں بھی اس زمانہ کے ملکی حالات کا ذکر نہیں پایا جاتا۔ نہ ان میں اس نے اپنے ذاتی معاملات کا حال قلمبند کیا ہے۔ جس سے ہم اس کی زندگی کے حالات سے واقف ہو سکتے۔ یا ان تحریروں سے اس کی خود نوشت سوانح کا کام لے سکتے۔ اس کی تصنیفات میں بلا استثنا فلسفہ کے مسائل کی بحث پائی جاتی ہے۔ یا پند و نصائح کا چرچا ملتا ہے۔ مگر قرائن سے یہ ظاہر ہوتا ہے۔ کہ سنیکا نے کیاس کی وفات کے بعد ہی گمنامی اور تاریکی سے نکل کر دربار شاہی میں ایک وقیع رتبہ حاصل کرنے کا پہلا موقع تلاش کیا ہو گا +

سنیکا جن باتوں کا عقلاً معتقد تھا اگر ان پر دلیر اور دانا بن کر عمل بھی

کرتا تو اُسکے آرام دلی میں سرِمو فرق نہ آتا۔ اور نہ اُسکے آفتاب شہرت کو کسی طرح کا گہن لگتا۔ لیکن اُس نے شاہی دربار کی رنگ رلیوں کی خاطر اپنے خیالات کی پیروی نہ کی۔ اس کا افسوسناک نتیجہ یہ ہوا کہ بجز یاس وحسرت کے اور کچھ اُس کے پلّے نہ پڑا۔ کسی شاعر نے شاہانہ دربار کی شان وشوکت کی خرابیوں کا بہت اچھا فوٹو کھینچا ہے۔ وہ کہتا ہے۔ کہ "بادشاہوں کا دربار گویا سونے کا ایک حلقہ ہے جس پر موت اور ہلاکت کا پانی پھرا ہوتا ہے۔ کناروں پر ہزاروں شیاطین زرّین لباس پہنے متمکن ہوتے ہیں تاکہ انسان کے طائرِ پاکیزگی کو دامِ تزویر میں پھنسائیں اور اُس کی جوانی کی نیکی کو مرکز سے الگ کردیں" یہ تو عام شاہانہ درباروں کی تصویر ہے۔ مگر کیاس اور کلاڈیوس اور نیرو جیسے کوتہ اندیش اور ستم پیشہ بادشاہوں کے دربار کی حالت اس سے بھی ہزاروں درجہ ابتر تھی۔ ان بادشاہوں کے دربار میں حکما کا پاؤں جمنا مشکل اور نیک طینت اور نیک نہاد اشخاص کا ثابت قدم رہنا بالکل محال تھا۔ سنیکا کو شاہی دربار کا فریفتہ ہوکر کیا حاصل ہوا؟ یہ کہ پہلے بادشاہ نے اُس کی وفاداری اور جاں نثاری پر شک کیا۔ دوسرے نے اُسے ملک سے نکال دیا۔ تیسرے نے آبِ شمشیر سے اُس کے پیمانۂ عمر کو بھر دیا ❊

شروع شروع میں کلاڈیوس سے کئی ایسی باتیں سرزد ہوئیں جن سے اُس کی فراست اور مزاج کی نرمی مترشح ہوتی تھی۔ مگر افسوس ہے کہ یہ حالت بہت جلد دگرگوں ہوگئی اور یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ گئی کہ زمام سلطنت اس بزدل اور خام خیال بادشاہ کے ہاتھ میں نہیں رہیگی۔ بلکہ جو شخص کچھ عرصہ کے لیئے اُس کا منظور نظر ہوگا وہی حجام کے دام چلایا کریگا۔ جو لوگ اُسکے خاص ندما اور مشارٌ الیہ تھے اُنہیں اُس نے بہت عرصہ پیشتر اپنے آزاد کردہ غلاموں میں سے منتخب کر رکھا تھا۔ جس طرح لوئیس یازدہم اور ڈان لگوئیل کے ایام سلطنت میں عنانِ حکومت اُن کے حجاموں کے ہاتھ میں تھی اُسی طرح کلاڈیوس کی فرمانروائی کے زمانہ میں اُس کے چند آزاد وہ غلام حکمرانی کرتے تھے۔ یہ کہنا بیجا

نہیں کرہ وہ اپنے مکتر نارِسسّش اور اپنے علمی مشیر پالی ابس اور اپنے محاسب پالس کا حاکم نہ تھا بلکہ محکوم تھا۔ ایک اور شخص بھی ان میں شامل تھا۔ اُس کے نام سے پاک نوشتوں نے ہمیں آگاہ کر دیا ہے۔ وہ فیلکس پالس کا بھائی تھا۔ یہی وہ پروکیوریٹر (حاکم) تھا جو تین شہزادیوں کا شوہر یا عاشق تھا اور جو ایک کمزور اور اسیر یہودی کی سادہ سی فصاحت سے کانپنے لگ گیا تھا۔ یہ اہلکار اپنی کندہ ناتراشی اور کثیر روپیہ کے سبب سے بہت مشہور بلکہ ضرب المثل ہو گئے تھے۔ چنانچہ کلاڈیوس ایک دفعہ اپنی تنگدستی کی شکایت کر رہا تھا۔ سامعین میں سے ایک شخص نے اس کا یہ جواب دیا" اگر بادشاہ کے آزاد کردہ مشیروں میں سے فقط دو ہی اُسے اپنا حصہ دار اور شریک بنا لیتے تو اُسے روپیہ پیسے کی کچھ کمی نہ رہتی"۔

اس سمند اختیار کے لئے ایک اور تازیانہ یہ ہو گیا کہ شہنشاہ کی نوجوان اور پری چہرہ ملکہ کی حمایت اور منصوبوں نے ان کی دلیری کو دوبالا کر دیا۔ اس ملکہ کا نام ولیریا مسیلینا تھا۔ جس طرح اور باتوں میں بدبختی نے کلاڈیوس کو ستا رکھا تھا۔ اُسی طرح شادی کے معاملے میں بھی بدنصیبی نے اس کا پیچھا کیا۔ وہ ایک ایسے زمانہ میں پیدا ہوا جس کی خرابی اور خستہ حالی کا ایک ہولناک ثبوت یہ تھا کہ عورتیں مردوں سے بھی بدتر ہو گئی تھیں اور جو ان میں سب سے بدتر تھی وہ کلاڈیوس کو نصیب ہوئی۔ یہ عورت ایسا گلے کا ہار بنی کہ آخرکار اسی کے سبب سے اُس کی تباہی وقوع میں آئی۔ برنیکی۔ دروسلہ۔ سلومی (ہیرودیاس کی بیٹی) اور ہیرودیاس جیسی بدچلن شہزادیاں جن کا کچھ کچھ بیان انجیل میں بھی پایا جاتا ہے اس زمانہ میں بکثرت موجود تھیں۔ مگر کلاڈیوس کی کم از کم دو بیویاں شرارت میں ان سے بھی گوے سبقت لے گئی تھیں۔ کم از کم پانچ دفعہ اُس نے منگنی یا شادی کی۔ جو عورت سب سے پہلے اُس کے عقد ازدواج میں آنے کو تھی وہ اس لئے اُس کی نظر التفات سے گر گئی کہ اُس کے والدین نے آگسٹس سے گستاخانہ سلوک کیا تھا۔ اور دوسری عین اُس روز ملک عدم کو روانہ ہوئی جس روز کہ اُس کی شادی ہونیوالی

تھیں۔ اُس کی پہلی بیوی ارگولینیا تھی جس کے ساتھ اُس نے آغاز شباب میں
شادی کی اور جس سے دو بچے پیدا ہوئے۔ ایک لڑکا جس کا نام دروسس
رکھا گیا۔ اور ایک لڑکی جو کلاڈیا کہلائی۔ دروسس تو بچپن ہی میں گلا گھٹکر
مرگیا۔ وہ ایک ناشپاتی کو نگلنے کی کوشش کر رہا تھا۔ ناشپاتی گلے میں اٹک گئی
اور وہ دُنیا سے چلتا بنا۔ کلاڈیا کو پیدا ہوئے بہت تھوڑا عرصہ ہوا تھا کہ ارگولینیا
کو کلاڈیوس نے بہ سبب اُس کی بیوفائی کے طلاق دیکر الگ کر دیا اور اس معصوم
بچی کے حق میں یہ حکم صادر کیا کہ کپڑے اُتار کر باہر بٹھا دی جاوے تاکہ موسم کی
ناموافق ہواؤں سے تنگ آکر خود بخود مر جاوے۔ اُس کی دوسری بیوی
ایلیا پٹینا بھی اُس کے مزاج کے موافق نہ تھی۔ سو اس نے اُسے بھی طلاق
دیکر گھر سے نکال دیا۔ لیکن اُس کی تیسری اور چوتھی بیوی یعنی ولیریا میسلینا
اور اگرپینا بدنامی کا طوق پہننے کے لئے خاصی دیر تک جیتی رہیں۔ ولیریا
اپنی بدچلنی کے سبب سے اور اگرپینا اپنی بے لگام ہوا و ہوس کے سبب سے
شہرۂ آفاق ہوئی۔ میسلینا اپنی شادی کے وقت ۱۵ برس کی بھی نہ تھی۔ مگر
باوجود اس کم سنی کے اُس نے شاہی اختیار کو فوراً اپنے ہاتھ میں لے لیا اور
پھر اُسے طرح طرح کی شرمناک شرارتوں سے قائم رکھا +

مگر اُسے بھی ایسی مطلق العنانی سے راج کرنا نصیب نہ ہوا کہ حسد کی آگ
اور تفکرات کے غبار سے بالکل بچ جاتی۔ کیونکہ شہنشاہ کی دو بھتیجیوں جولیا
اور اگرپینا نے اُس کی ناک میں دم کر دیا۔ یہ دونوں عورتیں نہ تو حسن اور ذہانت
میں اس ملکہ سے کچھ کم تھیں اور نہ بدکرداری میں۔ پس وہ ہر وقت تیار تھیں کہ
اپنے ہواخواہوں کی اعانت سے اور اپنے مقدور کے مطابق اس دلیر اور
کوتہ اندیش رقیب کے اختیار کو خاک میں ملا دیں۔ یا یوں کہیں کہ وہ بھی اپنی
حیلہ سازیوں۔ اپنے جاہ و جلال۔ اپنے مال و منال۔ اپنے پولیٹکل رعب و داب
اور اپنے حسن و جمال کو کام میں لاتی رہتی تھیں تاکہ جاں نثاروں کا ایک مجمع
ہمیشہ بنا رہے کہ جب ضرورت ہو تو وہ اُن کے منصوبوں میں شریک ہو جاوے۔

ناممکن ہے کہ مسیلینا نے شہنشاہ کے اس خیال کو کہ یہ شہزادیاں جلاوطنی سے
واپس بلائی جائیں پسند کیا ہو۔ یہ خیال اُس نے تخت پر بیٹھتے ہی اپنی کامیابی
کے جوش میں آکر ظاہر کیا ہوگا۔ یقین قوی ہے کہ مسیلینا نے ضرور اُس کو اس بات
سے روکا ہوگا۔ گو وہ اس میں کامیاب نہ ہوئی۔ اور یہی ایک ایسی بات ہے جس میں
بادشاہ نے اُس کی مرضی کو رد کیا۔ اور اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جرمنی کس کی ان دو
بیٹیوں کا ملکہ کے حضور میں موجود ہونا گویا اس بات کی دلیل تھا کہ اُس کے
اختیارات میں اب وہ وسعت نہیں رہی جو پہلے تھی +

قوموں کا جیسا حال عموماً تنزل کے زمانہ میں ہوا کرتا ہے۔ وہی حال روما
کا اس وقت ہو رہا تھا۔ دوسرے لفظوں میں یوں کہیں کہ اہل روما کی اس وقت
کی تاریخ محض قصوں اور کہانیوں سے مشتمل ہے۔ ہم خوش ہیں کہ ہمارا اس وقت
یہ کام نہیں ہے کہ ہم اس زمانہ کی اُن سازشوں کا ذکر کریں جو ایک فریق دوسرے
فریق کے خلاف کر رہا تھا اور جن پر ٹھنڈے دل سے غور کرنا اُسی طرح جیطہ برداشت
سے باہر ہے۔ پس ہم یہاں صرف یہ سوال پوچھنا چاہتے ہیں کہ ایسے دربار میں
سنیکا جیسا فلاسفر کیا حصہ لے سکتا تھا یا کیا کام کر سکتا تھا؟ اس کے جواب
میں ہم یہ کہتے ہیں کہ ایسی جگہ میں داخل ہونا اُس کے فلسفانہ دعووں کے سراسر
خلاف تھا جس طرح ہم چارلس دوم کے آخری ایام کی اُس تصویر میں جو مشہور مصور
فرتھ نے کھینچی ہے اور "جو چارلس دوم کا وھائٹ ہال میں آخری اتوار" کے نام
سے مشہور ہے۔ ہاں جس طرح ہم اس تصویر میں چارلس کے دُنیادار اور دوں ہمت
اُسقف کو دیکھکر رنج کرتے ہیں اُسی طرح سنیکا کو اس دربار میں دیکھکر کف افسوس
ملتے ہیں +

ہمیں یہ بات یاد رکھنی چاہیئے کہ جب ہمارے اعتقاد اور عمل میں موافقت
نہیں ہوتی تو بُرے نتائج خود بخود پیدا ہونے لگ جاتے ہیں۔ نہ صرف عزت اور
شہرت برباد ہو جاتی ہے۔ بلکہ اس سے بھی بُرے نتائج واقع ہوتے ہیں۔ بیچارے
سنیکا کا بھی یہی حال ہوا۔ شاید بعض بعض باتوں کے سبب سے یا ممکن ہے کہ محض

مسیلینا کی نفرت انگیز بدچالی سے تنگ آکر اُس نے اُس کے حریفوں کے زمرہ میں پناہ لی۔ اب مسیلینا اس گھات میں تھی کہ اچھا موقع ہاتھ لگے تو اپنے دشمنوں پر حملہ کرکے اُن کا کام تمام کردے۔ جولیا چونکہ اپنی بہن سے چھوٹی تھی اور نہ اتنا اختیار ہی رکھتی تھی اس لئے مسیلینا نے پہلے اُسی کو شکار کرنا چاہا۔ اور جب ایک اچھا موقع سامنے آیا تو اُس کی بربادی میں سنیکا کو بھی شامل کرنے کے درپے ہوئی۔ سنیکا کی کثیر دولت اور روز افزوں شہرت اور اعلیٰ لیاقت کی وجہ سے ملکہ تو اُس سے بہت ڈرتی تھی مگر ملکہ کے ہمسر انہیں باتوں کے سبب سے اُس کی دوستی کی قدر کرتے تھے۔ اب مسیلینا نے جولیا اور سنیکا دونوں کو ایک ہی وار میں ختم کرنے کا منصوبہ باندھا۔ چنانچہ دونوں پر باہم سازش کرنے کا اتہام لگایا۔ جولیا بیچاری پہلے بلاوطن کی گئی اور پھر جان سے ماری گئی۔ اور اسی طرح سنیکا بھی جزیرہ کارسیکا کے بنجر اور ریڑ وبا ساحلوں پر جلاوطن کرکے بھیجا گیا +

سنیکا کا دل اور دماغ اپنے معاصرین سے زیادہ روشن تھا۔ اس لئے اُس پر لازم تھا کہ وہ ایسی سیرت اور خصلت پیدا کرنے کی کوشش کرتا جو ہر طرح کی عیب گیری سے بلند و بالا ہوتی مگر اُس نے ایسا نہ کیا۔ تو بھی ہمیں یاد رکھنا چاہیئے کہ جو الزام اُس پر لگائے گئے وہ ایسے تھے کہ اُس زمانہ میں ہر شخص پر بہ آسانی لگائے جاسکتے تھے۔ اور اُن کا ردّ کرنا بہت ہی مشکل کام تھا۔ پس جب ہم اس بات کو جان لیتے ہیں کہ جن لوگوں نے سنیکا پر الزام لگایا وہ کون تھے۔ تو یہ ضرورت نہیں رہتی کہ ہم اُسے مُجرم قرار دیں۔ اس میں شک نہیں کہ اُس کی طبیعت بہت کمزور تھی اور نیز وہ زمانہ بھی ایسا تھا کہ اس قسم کے معاملات میں کسی اصول کا پابند نہ تھا۔ تاہم بہت سی باتیں سنیکا کے متعلق پیش کی جاسکتی ہیں جن کی بنا پر ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ وہ بے قصور تھا۔ پس جب تک اُس کے جانی دشمنوں کے مخالفانہ بہتان کو ہم صحیح نہ مان لیں تب تک یہ دعوے کیا جاسکتا ہے کہ اُس کا عام طرز زندگانی اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ وہ اس بے اساس تہمت سے بری تھا +

اور جولیا کی نسبت تو سوٹونی اس صاف کہتا ہے کہ جو الزام اس پر لگایا گیا تھا وہ کبھی ثابت نہیں ہوا۔ اور کہ بغیر اُن کا عذر سننے کے اُس پر فتویٰ لگایا گیا۔ برعکس اس کے سنیکا کو اپنا عذر پیش کرنے کا موقع دیا گیا اور اُس پر فتویٰ ساعت کے بعد لگایا گیا۔ سنیکا کہتا ہے کہ "شہنشاہ کلاڈیوس نے مجھے دھکا نہیں دیا بلکہ اُس نے تو مجھے اُس وقت جبکہ میں سر کے بل گرنے کو تھا اپنے الٰہی بازو کی قوت سے چکنا چور ہونے سے بچا لیا۔ چنانچہ اُس نے میری جاں بخشی کے لئے سنٹ کی منت کی۔ اُس نے نہ صرف میری زندگی مجھے بخشی بلکہ اُس کے لئے میری خاطر سنٹ سے استدعا کی۔" اس کے بعد ذیل کے الفاظ جن کو خوشامد کی چاشنی نے شیریں کر دیا ہے رقم کرتا ہے "اب یہ بادشاہ کا فرض ہے کہ وہ اس بات پر غور کرے کہ میرے مقدمے کو کس نظر سے دیکھے۔ بہر حال مجھے اُمید ہے کہ یا تو اُسے اُس کا انصاف یا اُس کا رحم مجبور کریگا کہ میرے معاملے کو نظر تلطف سے دیکھے۔ جبر میں یہ عرض کئے دیتا ہوں کہ خواہ وہ یہ جانے کہ میں بے قصور ہوں یا اپنی شاہانہ مرضی کو کام میں لاکر مجھے بری ٹھیرائے میں ہر دو حالت میں اُس کا شکریہ ادا کرونگا۔"

اس بیان کو پڑھکر ہم قیاس کر سکتے ہیں کہ معاملات کی کیا صورت تھی۔ مسیلینا کی ضد انتہائی درجہ کو پہنچی ہوئی تھی۔ سو اگر اُس کا بس چلتا تو وہ سنیکا کی تمام دولت اور جائداد کو ضرور ضبط کروا دیتی۔ لہٰذا اُس نے مال و دولت کا ضبط نہ کیا جانا ثابت کرتا ہے کہ کوئی نہ کوئی وجہ ضرور ہوگی جس کے سبب سے اُس ڈر اور نفرت نے جو وہ سنیکا کی نسبت رکھتی تھی۔ پورا پورا کام نہ کیا۔ گو یہ بات عجیب سی معلوم ہوتی ہے کہ سنیکا کی کتابوں میں مشکل سے اُس کا ذکر آتا ہے۔ اور نہ ہی کسی جگہ اُس نے اُسے بُرا بھلا کہا ہے۔ تاہم اس میں شک نہیں کہ جو الزام سنیکا پر لگایا گیا وہ اسی کے اغوا سے سنیٹرز کے سامنے پیش کیا گیا تھا۔ اور یہ بھی اسی کی کارستانی کا نتیجہ تھا کہ کلاڈیوس تھوڑی سی بحث کے بعد سنیکا کے جُرم کا قائل ہوگیا۔ یا اُس نے جھوٹ موٹ ظاہر کیا کہ میں قائل ہوگیا ہوں۔ اُسکے خوش کرنے کے لئے ممبران سنٹ نے دوں ہمت غلاموں کی طرح سنیکا پر بغاوت کا الزام لگایا۔

سنیکا کے جرم کی بابت جو خیال کلاڈیوس کا تھا۔ نہ تو اس سے اور نہ اُن وجوہ سے جن کی بنا پر سینٹ نے اسے سزاوار اور مجرم قرار دیا تھا۔ یہ ثابت ہوتا ہے کہ وہ فی الواقع قصوروار اور قابل سزا تھا۔ اس زمانہ میں سینٹ کے ممبر ایسے رذیل طبع کم ہمت اور بزدل تھے۔ کہ ایک دفعہ ایک شہنشاہ کے ایک آزاد مُنہ چڑھے درباری نے ایک ممبر پر کچھ الزام لگایا۔ اور باقی سب نے فوراً اس پر حملہ کیا اور اپنے آہنی قلموں کی نیش زنیوں سے اس کا کام تمام کر دیا۔ رہی ضعیف فہم کلاڈیوس کا طریقۂ معدلت گستری سو وہ بڑی مشکلوں اور مدت کی کاوشوں کے بعد حاصل کی جاتی تھی۔ جس کی وجہ سے وہ رفتہ رفتہ مضحکۂ عام بن گئی۔ ایک دفعہ اُس نے ایک بڑا دانشمندانہ فیصلہ صادر کیا جسکے اخیر میں حسب ذیل الفاظ لکھے تھے "میں اُس فریق سے اتفاق کرتا ہوں۔ جس نے حق ثابت کیا ہے۔ ایک دوسرے موقع پر ایک یونانی الاصل آدمی کا مقدمہ اسکے سامنے پیش ہوا۔ وہ اسکے طریق عمل اور احمقانہ کارروائی سے گھبرا گیا۔ جب زیادہ ضبط نہ کرسکا تو کہنے لگا "تم سن رسیدہ احمق ہو" اس بات کا پتہ نہیں ملتا۔ کہ اس گستاخی اور توہین عدالت کے لئے یونانی کو کیا سزا دی گئی تھی۔ مگر قرائن سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ رومی عدالتوں میں ہنسی مذاق کرنے اور ناشائستہ زبان بولنے کا دستور تھا۔ ایک وقائع نگار اسی کے ضمن میں لکھتا ہے کہ خونریز اور تندمزاج کلی گولہ کی عدالت میں ایک مرتبہ ایک شخص کسی بات پر ہنسا۔ اُس نے اس سے پوچھا کہ تم کیوں ہنستے ہو؟ اُس نے جھٹ جھٹ جواب دیا "تم پر دیکھکر ہنسی آتی ہے۔ تم گھن چکر ہو"۔ کلی گولہ گو بڑا ستم کیش اور ظلم پرور شخص تھا۔ مگر اس کی دل لگی کا اس کے دل پر عجیب اثر ہوا۔ اور خاموش ہوگیا۔ ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ ایک ذی وقار رومی سردار پر بہت بُرا الزام لگایا گیا اور اس کا مقدمہ کلاڈیوس کے سامنے پیش ہوا۔ بہت ہی لغو اور نکمی شہادت پیش کی گئی۔ جسے شہنشاہ ہمہ تن گوش سُن رہا تھا۔ سردار مذکور کو یہ دیکھکر سخت غصہ آیا۔ اُس نے اسے سخت سُست کہا اور قلم اور لوحیں ایسے زور سے اس کے مُنہ پر ماریں کہ اس کا رخسارہ کٹ کر رہ گیا۔ حق یہ ہے کہ شہنشاہ کلاڈیوس بڑا باؤلا اور خود فراموش شخص تھا۔ جس کی وجہ سے اس کی نسبت طرح طرح کے قصے مشہور ہیں + جب کبھی معتوب

مجرموں کو شمشیر زنی کا حکم دیا جاتا۔ اور وہ اکھاڑہ میں اپنے کرتب دکھانے اور اپنے کرتب دکھانے اور اپنے حریف کو ہلاک کرنے کے لئے اُترتے۔ تو وہ اس طرح ان کی طرف مخاطب ہوتے "قیصر کی جے ہو! ہم راہروان ملک عدم تجھے سلام کرتے ہیں!" اسکے جواب میں کلاڈیوس کہتا "تمہاری بھی جے ہو"! معتوب شمشیر زن اسے عفو تقصیر کا اشارہ سمجھتے اور ایک دوسرے سے لڑنے مرنے سے باز رہتے۔ تاوقتیکہ شہنشاہ کے ہاتھ کے مسلسل اشارے انہیں اکھاڑے میں اُترنے پر مجبور نہ کرتے ۔

کلاڈیوس اور اس کی سینٹ کے ممبر ایسے ججوں کا فیصلہ کسی آدمی کی گنہگاری یا بیگناہی کے مسئلہ میں کوئی قدر و قیمت نہیں رکھتا۔ مگر سنیکا کے باب میں یہ فیصلہ دیا گیا۔ کہ وہ جلاوطن ہوکر جزیرہ کارسیکا میں سکونت اختیار کرے ۔

ساتویں فصل

سنیکا کی جلاوطنی

سنہ ۴۱ء میں عین عالم شباب میں جبکہ سنیکا کے قوائے دماغی اور جسمانی نہایت قوی اور رسا تھے۔ ایسے نام کے ساتھ جس پر ایک الزام کا بدنما داغ تو لگ چکا تھا۔ مگر درا‌صل جس کا وہ مرتکب نہیں ہوا تھا۔ اپنی عالی طبیعت والدہ۔ پیار کرنے والی خالہ۔ اپنے پیارے بھائی گلیو اور علم دوست وسخن پرور میلا۔ اپنے ہونہار اور تیز طبیعت برادرزادہ لوکن اور سب کے آخر میں اپنے لخت جگر اور نور دیدہ مارکس کو جسکی جدائی کا اسے سب سے زیادہ قلق تھا۔ خدا حافظ کہنے اور ان سے علیحدہ ہونے پر مجبور ہوا۔ یہ ایک ایسی آفت تھی۔ کہ شریف ترین دل اور جری طبیعت اسکے مقابلے سے بھاگتی ہے۔ مگر یہ آفت تنہا نہ تھی۔ اس سے تھوڑا عرصہ پیشتر اس کی بیوی کا انتقال ہوچکا تھا اور الوداعی رخصت سے تین ہفتے پہلے اس کا ایک معصوم بیٹا مرچکا تھا۔ ایک شہنشاہ کے حسد نے اسے عظیم الشان کامیابی حاصل کرنے کے ناقابل کردیا تھا۔ اور دوسرے

کی زن مریدی نے اسے اپنے عزیزوں سے جُدا ہونے پر مجبور کیا تھا۔ علاوہ ازیں اسے کئی امراض نے پریشاں اور خاطر برداشتہ کر رکھا تھا ❖

ہم اس امر کا صحیح اندازہ نہیں کر سکتے۔ کہ قدیم زمانہ کے رومی لوگوں کے دلوں پر جلاوطنی کے خیال سے کیسی سخت چوٹ لگتی تھی۔ اووڈ[۵۱] کی اندوہناک نظم ٹرشیا" اور اسکے درد انگیز اور رقت خیز "خطوط" پڑھنے سے اس بات کا اندازہ ہو سکتا ہے۔ تھریشیا[۵۲] نے جو بڑا جری اور شیردل اور بیراگی مزاج آدمی تھا۔ علانیہ یہ کہا تھا میں جلاوطنی پر موت کو ترجیح دیتا ہوں ❖ سنیکا جیسے آدمی کو جو اپنے عزیزوں کو بہت عزیز رکھتا ہو۔ اور بڑا ملنسار ہو۔ اور غور و فکر کی علمی زیست بسر کرنے کا خواہشمند ہو اور دل میں اعلےٰ تمنائیں بھی لئے ہوئے ہو۔ جلاوطنی دوچند ناقابل برداشت تھی۔ اس کے لئے اپنے خویش و اقارب اور احباب سے علیحدہ ہونا۔ دربارشاہی کی شان و شکوہ۔ تموّل سے حاصل ہونے والی آسائش۔ مدبروں کی شُستہ سوسائٹی۔ اور فلاسفروں کی رفعت بخش صحبت سے محروم ہونا دہ چند دوبھر تھا۔ کارسیکا میں جنگل بیابان۔ اور انکے غیر مہذب و ناخواندہ باشندے اور چند ملکی جلاوطنوں کے سوا کچھ نہ تھا۔ جن کی زندگیاں بھی اسی قدر تاراج اور ناشاد تھیں۔ جس قدر سنیکا کی اپنی تھی۔ مگر وہ کیفر کردار کو پہنچے تھے۔ اور اپنے کئے کی سزا بھگت رہے تھے ❖

بحیرہ روم کے سنگلاخ اور اُجاڑ جزائر مثلاً گیاراس۔ سریفاس۔ ساءتھاس پتھاس۔ پانشیا۔ پندطریہ بالکل پہاڑی۔ غیر آباد بنجر تھے۔ اور وہاں عموماً بخار بڑی کثرت سے رہتا تھا۔ جو لوگ حکومت کے خلاف جرائم سنگین کے مرتکب ہوتے

---

۵۱ پبلیوس ناسو اووڈ ایک نامور رومی شاعر تھا۔ جس کی تصنیفات زیادہ تر عشقیہ نوعیت کی ہیں۔ شہنشاہ آگسٹس اس کا بڑا مربی تھا۔ مگر ۹ء میں اُس نے اسے جلاوطن کردیا۔ کیونکہ اسکی بابت یہ شک ہوا تھا کہ وہ شہنشاہ کی پوتی پر عاشق ہے۔ ۱۸ء میں اُس کا جلاوطنی ہی میں انتقال ہوگیا۔

۵۲ تھریشیا۔ شہنشاہ نیرو کے زمانہ میں ایک نامور اور ذوالاقتدار رئیس اور فلاسفر تھا۔ شہنشاہ نے اسے اس کی آزاد منشی اور نیکوکاری کے سبب مروا ڈالا تھا ❖

تھے۔ انہیں اس آفت خیز خطہ میں قید کیا جاتا تھا۔ جہاں زیست انسانی کا قیام محال تھا۔ وہاں پولیٹکل مجرم بڑی تعداد میں نظر بند تھے۔ ان میں سے کئی شاہی خاندان سے بھی تھے + ان جلا وطنوں کی حالت کا الی نور جو ڈیوک ہمفری[1] کی بیوی تھی۔ اور جسے قلعۂ پیل واقع جزیرہ مین میں قید کیا گیا تھا۔ یا میری سٹوارٹ ملکہ سکاٹ لینڈ سے جو جزیرہ لاک لیون کے قلعہ میں اسیر تھی مقابلہ کرنا مناسب نہیں معلوم ہوتا۔ کیونکہ رومی جلا وطنوں کی حالت بہت ہی خراب اور ناگفتہ بہ تھی۔ ان کی حقیقی ضروریات کی بہم رسانی کا کوئی اہتمام نہیں کیا جاتا تھا۔ ان کی جان بھی محفوظ نہ تھی۔ اور چیزیں تو ایک طرف رہیں۔ باپ کہاؤ اگر پہ اور نیرو بھی جو شہنشاہ کلی گلہ کے بھائی تھے جلا وطنوں کے گروہ میں تھے۔ انہیں خوراک اس قدر کم ملتی تھی۔ کہ وہ اپنے گدیلوں کی بھرتی کھانے پر مجبور ہوئے تھے۔ شہنشاہ کیاس نے ایک دفعہ ایک واپس شدہ جلا وطن سے پوچھا کہ عالم تنہائی میں تمہارا کیا مشغلہ تھا۔ اس خوشامدی رئیس نے یہ جواب دیا "میری ہمیشہ یہ دُعا رہتی تھی کہ تبریاس پر قہر آسمانی ٹوٹ پڑے تا کہ حضور جہاں پناہ اس کی جگہ تاج و تخت پر متمکن ہو جائیں"+ کیاس کے دل میں یہ خیال آیا۔ کہ اگر تمام جلا وطن اسی طرح اپنا وقت گزارتے ہونگے۔ تو میں بہت جلد ان کی بددعاؤں کا شکار ہو جاؤنگا۔ چنانچہ اُس نے اپنے افسر وہاں بھیجے اور حکم دیا کہ سب کو تہ تیغ کیا جائے۔ اُس زمانہ میں پولیٹکل مجرموں کو اس قسم کی مصائب کا سامنا کرنا پڑتا تھا۔ اگر ہم تصور کر سکتے ہیں۔ کہ اگر اسپرے مے بل جو فرنچ پارلیمنٹ کا وکیل اعلےٰ اور ایک نامور مصنف و مقنن تھا۔ بذریعہ پروانہ شاہی بحیرہ روم کے کسی فرانسیسی جزیرہ میں قید کیا جاتا تو اس کی کیا حالت ہوتی اور اسکی نسبت اس کے کیا خیال ہوتے۔ یا اگر برک کو جزیرہ برموڈاس واقع جزائر غرب الہند میں عمر بھر کے لئے جلا وطن کر دیا جاتا۔ تو اس کا کیا فیلنگ (دل کی حالت) ہوتا۔ تو ہم کسی حد تک اس امر کا اندازہ بھی کر سکینگے۔ کہ جلا وطنی سے سنیکا پر کس قسم کی

---

[1] ڈیوک ہمفری "نیک دل" ہنری چہارم کا سب سے چھوٹا بیٹا۔ اور ڈیوک آف گلوسٹر تھا۔ لارڈ سفک اور کارڈنل بوفرٹ نے قتل کیا تھا۔ اس کی بیوی الی نور پر سازش اور سحر سازی کا الزام لگایا تھا جسکی وجہ سے اسے قلعہ پیل میں قید کیا گیا تھا +

آفت نازل ہوئی تھی۔ اور اسے کیسی سخت مصیبت کا سامنا کرنا پڑا تھا۔ سنیکا کی جلاوطنی کے لئے جزیرہ کارسیکا مقرر ہوا تھا۔ اور شاید اس سے زیادہ خراب اور مصیبت انگیز جگہ اور کہیں نہیں ہوگی۔ یہ سنگلاخ اور ویران جزیرہ تھا۔ اسکے شمالاً جنوباً ایک سلسلۂ کوہستان تھا جس نے اسے دو حصوں میں منقسم کر دیا تھا۔ پہاڑوں کی چوٹیوں تک صنوبر اور شمشاد کے گنجان اور تاریک جنگل تھے۔ جن۔ کے درمیان سے گزرنا مشکل تھا۔ یونان کے مشہور جغرافیہ داں اسٹرابو نے جو اول صدی قبل مسیح میں گزرا ہے اس جزیرہ کے باشندوں کی نسبت لکھا تھا۔ کہ وہ " درندوں سے زیادہ خونخوار" تھے۔ وہاں اناج اور غلہ بہت تھوڑا پیدا ہوتا تھا۔ اور پھلوں کے درخت بھی بہت تھوڑے تھے۔ مگر وہاں شہد کی مکھیوں کی سخت بھرمار تھی۔ مگر ان کے چھتوں کا شہد کڑوا اور سخت بدمزہ تھا۔ کیونکہ وہ باکس درخت کے پھولوں سے جمع ہوتا تھا۔ نہ تو وہاں چاندی کی کانیں تھیں اور نہ سونے کی۔ کوئی چیز ایسی پیدا نہ ہوتی تھی۔ جو غیر ملک کو بطور برآمد جاتی اور جو چیزیں پیدا ہوتی بھی تھیں۔ وہ بمشکل تمام دیسیوں کی حوائج زندگی کے لئے مکتفی ہوتی تھیں۔ کارسیکا میں کوئی بڑا دریا نہ تھا۔ جس پر وہ ناز کر سکتا۔ یا اس میں جہاز رانی ہو سکتی۔ درخت بھی جو اس بہتات سے تھے۔ نہ تو شاندار تھے۔ اور نہ ان میں اچھی قسم کے پھل لگتے تھے۔ سنیکا نے ایک جگہ اس جزیرہ کی بابت حسب ذیل پیرایہ میں لکھا ہے:۔

" جب موسم گرما شروع ہوتا ہے۔ تو یہ جزیرہ بڑا خوفناک اور ناقابل برداشت ہو جاتا اور سگ تارہ کے طلوع سے اور بھی زیادہ گرم ہو جاتا ہے۔ (رومی خیال یہ تھا کہ سگ تارہ (سیریئس) سورج کے ساتھ نکلتا ہے۔ اور حرارت آفتابی میں اضافہ کرتا ہے) "

ایسی جگہ اور ایسی حالت میں سنیکا کو فلسفہ کی تسکین اور استقلال کی بڑی ضرورت تھی۔ اور اس نے شروع شروع میں اس سے بہت فائدہ حاصل کیا۔ تنہائی جب ستاتی تھی۔ تو وہ فلسفہ کی طرف رجوع لاتا اور تشفی حاصل کرتا تھا۔ چنانچہ اس نے اپنی جلاوطنی کے اول سال کے اواخر میں اپنی والدہ کو ایک تسلی دینے والا طویل خط لکھا تھا۔ جو اس کی تصانیف میں سب سے بہترین اور سب سے زیادہ دلچسپی سے

بسر کیا خیال کیا جاتا ہے۔ اُس نے اس میں لکھا۔ میرا ارادہ تھا کہ تمہیں تسلی بخش خط لکھوں مگر اپنے ارادے پر عمل پیرا ہونے سے اس وجہ سے باز رہا۔ کہ ہمارا دونوں کا غم جو جلاوطنی کی آفت سے لاحق ہوا تھا۔ تازہ تھا۔ اندیشہ تھا۔ کہ اگر صفائی اور درستگی سے اس بحث پر بحث نہ کر سکا۔ یعنی اگر ایسا تسلی بخش خط نہ لکھ سکا۔ جیسا چاہیئے۔ تو زخم تازہ ہو کر باعث زحمت اور موجب تکلیف ہوگا۔ اس وجہ سے میں موقع کی تاک میں رہا کہ جب امتداد زمانہ سے زخم بھر جائے۔ تو لکھا جائے۔ علاوہ ازیں ایک یہ سبب بھی تھا کہ میں خود مصیبت میں مبتلا ہوں۔ مجھے خود تسلی کی ضرورت ہے۔ کسی نے پہلے ایسا نہیں کیا۔ جو شخص ایسی مصیبت کے وقت اپنے عزیزوں کو تشفی دینے کی کوشش کرتا ہے اس سے بہت سی اچھی باتوں کی توقع کی جاتی ہے۔ اب بھی میں اپنی والدہ کو لکھنا چاہتا ہوں کیونکہ ان کا غم گھٹانے کی کوشش میں مجھے اپنا غم سب سے پہلے دور کرنا پڑیگا سنیکا اپنی والدہ سے اس آفت کی وسعت اور سنگینی چھپانے کی کوشش نہیں کرتا۔ اس کا غم پہلا نہیں۔ بلکہ وہ بہت مدت دراز سے اس کا تجربہ حاصل کر چکی تھی۔ اور ہر طرح کے غموں اور رنجوں سے دوچار ہوئی تھی۔ سنیکا کا منشا یہ تھا۔ کہ اپنی والدہ کو اس مصیبت کے برداشت کرنے کا اپنے فلاسفرانہ اقوال سے سہارا دے۔ وہ یہ ہرگز نہیں چاہتا تھا کہ اُن اسباب کا ذکر کرے جن کی بدولت اسے مصیبت کا دن دیکھنا پڑا تھا + اگر گزشتہ زندگی کی آفات سنیکا کی ماں کو صبر و استقلال سے دُکھ جھیلنے کا سبق نہ سکھاتیں۔ تو ان کا نزول بالکل فضول ہوتا۔ اس لئے اُس نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی۔ کہ اسے کسی طرح غم نہیں کرنا چاہیئے۔ وہ کہتا ہے۔ میری وجہ سے غم مت کرو۔ میں خوش ہوں۔ اپنی حالت پر قانع ہوں۔ حالانکہ اور اسے دُکھ سمجھتے ہیں۔ وہ اپنی والدہ کو اپنی پُر آسائش اور شادماں حالت کا یقین دلاتا ہے۔ اور کہتا ہے۔ میں کبھی غمناک اور اندوہگیں ہو ہی نہیں سکتا۔ اور نہ کسی قسم کے حالات اسے مغموم اور ناشاد بنانے پر قادر ہیں + بقول سنیکا ہر شخص اپنی خوشی کے سامان بہم پہنچا سکتا ہے بشرطیکہ وہ ان کے ڈھونڈھنے کا طریقہ جانتا ہو۔ خارجی اشیا سے وہ خوشی اور راحت حاصل کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکتا مگر معنوی اسباب بہت ہیں۔ بس دانشمند بننے

کا دعویدار نہیں ہوں۔ اگر ایسا ہو تو میں سب سے زیادہ خوش حال اور خوش قسمت آدمی ہوں
اور قربت یزدانی کا لطف پاکیزہ حاصل کر سکتا ہوں۔ مگر میں نے اس سے گھٹیا کام
کیا ہے۔ یعنی عقلمندوں اور حکیموں کی تصنیفات کا مطالعہ اور ان کے خیالات سے
واقفیت پیدا کی ہے۔ اس سے مجھے معلوم ہوا ہے کہ توقع کسی بات کی نہ رکھوں
مگر ہر طرح کی تکالیف اور حوادث کے لئے بالکل تیار رہوں + تقدیر نے جو برکتیں
یعنی زر و جواہر۔ عزت و احترام۔ اور شان و شوکت سنیکا کو عطا کی تھی۔ اس نے
انہیں ایسی حالت میں رکھا تھا۔ کہ اگر وہ ان سب پر متصرف ہو جاتی۔ تو اسے مطلق
غم نہ ہوتا۔ سنیکا اور اس کے مقبوضات کے درمیان بڑا بعد تھا۔ یعنی اس کا دل
زندگی محبت میں گرفتار نہ تھا۔ جس کے سبب سے ان کے تضیع پر اسے بڑا صدمہ نہیں
پہنچ سکتا تھا + اقبالمندی اور شان و شوکت کے دنوں میں وہ اپنی اصل انسانی حالت
کو نہیں بھولا تھا۔ اس لئے مصیبت کا صدمہ پڑنے سے اس کی طبیعت میں برہمی
اور استقلال میں اختلاج واقع نہیں ہوا تھا۔ اس حالت میں جسکی وجہ سے وہ سب کا
محسود بنا ہوا تھا۔ اسے کوئی دیرپا خوشی اور راحت معلوم نہ ہوئی تھی۔ بلکہ اس میں اسے
بوسیدگی اور کھوکھلا پن نظر آتا تھا۔ اور انہیں محض سراب براق سمجھتا تھا۔ اسی طرح اسے
اُن آفات اور مشکلات میں کوئی خوفناک عنصر معلوم نہ ہوتا تھا۔ جسے سب لوگ متفق الرائے
ہو کر دُکھ کے نام سے پکارتے ہیں +

جلاوطنی کیا شے ہے؟ یہ محض نقل مکان ہے۔ یعنی اپنے وطن سے دوسری
جگہ چلے جانا۔ رومہ میں جو ہزاروں لاکھوں آدمی تھے۔ ان کی حالت پر غور کرو ان
میں سے بہت سے ایسے تھے جو اپنا وطن چھوڑ کر اپنی خوشی سے وہاں آکر سکونت
پذیر ہو گئے تھے۔ ان میں سے بعض ضروریات زندگی کے سبب سے۔ بعض حصول مقاصد
کی نیت سے اور بعض نے عیاشی اور اوباشی کے عمدہ موقع حاصل کرنے کی غرض سے
رومہ میں سکونت اختیار کر لی تھی۔ اپنی ماں کو سنیکا کہتا ہے۔ کوئی جزیرہ ایسا اجاڑ
اور سنگلاخ نہ ہوگا جہاں کچھ آدمی اپنی خوشی سے جا کر مسکن پذیر نہ ہوئے ہوں۔ اسی
جزیرہ کارسیکا کو لو۔ جو بڑا ویران۔ خشک اور آب و ہوا و پیداوار کے اعتبار سے

بہت ہی خراب ہے۔ یہاں دیسیوں سے زیادہ پردیسی رہتے ہیں۔ انسان کی طبیعت بے قرار اور دل بے چین ہے۔ اس کی حرکات وسکنات مسلسل اور مستقل ہیں جسکی وجہ سے اس کی جبلی لطافت ہے۔ اس واسطے وہ ہمیشہ ایک جگہ نہیں رہتے بلکہ نقل مکان کرتے رہتے ہیں۔ انہیں ایک مقام پر قرار نہیں۔ مختلف قوموں کی بستیوں سے جو مہذب اور غیر مہذب ممالک میں ہیں۔ اور بڑے بنجر اور ویران مقامات اور لق ودق ملکوں میں بھی ہیں۔ یہ ظاہر ہوتا ہے کہ انسانی خوشحالی اور راحت میں قید مکانی کوئی ضروری عنصر نہیں ہے۔ سنیکا پر مختلف صدیوں میں مختلف قوموں کا قبضہ ہوتا چلا آیا ہے۔ پہلے وہاں مارسیلز کے رہنے والے یونانی حکمران تھے۔ پھر لگزی پھر ہسپانی لوگ اس پر متصرف ہوئے۔ پھر رومی نوآبادکار یہاں آئے اور اپنی بستیاں قائم کرلیں۔ جو زمین کی بنجر حالت اور سنگلاخی سے پست حوصلہ نہیں ہوئے تھے ۔

" لاطینی فاضل ویرو کہتا ہے۔ مطالعۂ قدرت۔ اور مشہور رومی سحرالبیان اسپیکر بروٹس کہتا ہے احساس نیکوکاری۔ جلاوطنوں کی تسکین وتشفی کے لئے کافی ہیں۔ ان دو قیمتی چیزوں کے مقابلہ میں جنہیں میں ہر جگہ لئے لئے پھرونگا۔ اور ان سے لطف حاصل کرونگا۔ میں نے کس قدر ہلکا نقصان اُٹھایا ہے۔ میری مراد ذاتی نیکوکاری اور مطالعہ فطرت سے ہے۔ چاہے دُنیا کسی نے پیدا کی ہو۔ خواہ وہ کسی سبب سے بنی ہو۔ چاہے وہ دیوتا ہو یا عقل لطیف سے خواہ محیط کل روح یزدانی سے۔ یا تقدیر سے۔ یا غیر متبدل مسلسل علل واسباب سے بنا ہو۔ اس بات کا کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ مگر حق یہ ہے کہ ہمارے ادنے اور حقیر ترین مقبوضات اور مال واسباب کے علاوہ اور کسی شے کا دوسرے کی مرضی پر انحصار نہیں ہونا چاہیئے۔ یعنی ہماری راحت اور شادمانی ہمارے اپنے ہاتھ میں ہونی چاہیئے۔ ہم اس کے لئے محتاج بالغیر نہ ہوں۔ راحت انسانی کے لئے جو اسباب بہترین اور لازمی ہیں۔ وہ انسان کی قدرت سے بالاتر ہیں۔ یعنی ہماری قدرت میں اوروں کو شاد کرنا یا انہیں شادمانی سے محروم کرنا نہیں ہے۔ کیونکہ ہر ایک آدمی کی خوشی اس کی اپنی مرضی پر موقوف ہے۔ باہر نہیں ہے

بلکہ جسم کے اندر رہے۔" یہ عالم جو قدرت کی نہایت شاندار اور خوبصورت صنعت ہے۔ اور عقل جو اسے دیکھنے اور سراہنے کو پیدا کی گئی تھی۔ ہمارے دو خاص اور ازلی مقبوضات ہیں۔ جو اس وقت تک ہمارے قبضہ میں ہیں جب تک ہم اس دُنیا میں ہیں۔ اس واسطے خوشی خوشی اور استقلال و ثابت قدمی سے اُن مقامات کو جانا چاہئے۔ جدھر ہماری قسمت ہماری رہنمائی کرے ✦

کوئی ملک ایسا نہیں ہے جہاں آدمی نہیں رہ سکتا۔ کوئی ایسی جگہ نہیں جہاں سے وہ آسمان کی طرف نگاہ نہ اُٹھا سکے۔ ہم کہیں رہیں۔ مگر انسان اور خدا کے درمیان فاصلہ یکساں رہتا ہے۔ جب تک میری آنکھیں اُس نظارہ سے جسے دیکھ دیکھ کر وہ کبھی سیر نہیں ہوسکتیں۔ محروم نہ ہوں۔ اور جب تک مجھ میں سورج۔ چاند وغیرہ کو دیکھنے کی طاقت رہیگی اور دیگر نکشتروں کو دیکھ سکونگا۔ اور ان کے طلوع و غروب اور ان کے بعد المابین اور ان کی رفتار کی کمی بیشی کے اسباب پر غور کر سکونگا۔ اور جب تک درخشاں ستارگان فلکی پر نگاہ دوڑانے کی قدرت مجھ میں ہے۔ جن میں سے بعض ساکن۔ بعض متحرک۔ بعض ٹوٹنے اور آسمان کو روشن کرنے والے اور بعض اپنی چمک دمک سے آنکھوں کو خیرہ کرنیوالے اور بعض آسمان کے ایک گوشے سے دوسرے کنارے کی طرف جاتے اور ایک براق نشان اپنے پیچھے چھوڑ جاتے ہیں۔ جب تک میں ان مظاہر فطری کے درمیان ہوں۔ اور اشیاے آسمانی سے جہاں تک انسان کی قدرت میں ہے۔ ربط ضبط رکھ سکونگا اور ان کی حقیقت پر غور کر سکتا ہوں اور جب تک میری روح ان شاندار اور رفیع الشان مظاہر کے غور و فکر میں مصروف رہیگی۔ میں ہرگز پرواہ نہیں کرتا کہ میں کس سرزمین پر رہتا ہوں؟

"اس بات کا کیا مضائقہ ہے کہ قسمت کا چکر مجھے ایک ایسی جگہ کھینچ لایا ہے جہاں سب سے بڑا اور عالیشان مسکن صرف ایک جھونپڑا ہے؟ ادنےٰ ترین جھونپڑا اگر نیکی اور پاکیزگی کا گھر ہو۔ تو وہ تمام خوبصورت اور بڑے بڑے شاندار مندروں سے بھی بڑا ہے۔ کوئی مسکن تنگ نہیں ہوسکتا۔ جہاں نیکیوں اور دیگر متبرک خوبیوں

کا ہجوم ہو۔ کسی قسم کا دیس نکالا ایسا بڑا اور ناقابل برداشت نہیں ہو سکتا۔ جہاں آدمی نیکیوں کا بقچہ اپنے ساتھ لے جا سکتا ہے۔ جب بروٹس مارسلوس کو متلینی واقع ایشیائے کوچک میں پیچھے چھوڑ گیا۔ تو گویا وہ اپنے کو جلا وطن تصور کرنے لگا۔ کیونکہ وہ اُس مشہور و معروف آدمی کو جسے جلا وطن کیا گیا تھا۔ اپنے سے دُور چھوڑ گیا اور اس کی صحبت سے محروم ہو گیا۔ قیصر متلینی میں آنے سے کتراتا تھا۔ کیونکہ اس کی ذات میں مارسلوس جتنی خوبیاں اور نیکیاں نہ تھیں کہ روبرو ہو کر اس سے آنکھ ملا سکے۔ اس وجہ سے مارسلوس بڑی راحت و شادمانی کی زیست بسر کر رہا تھا۔ گو وہ اپنے اعزا و احباب سے دُور وطن سے باہر، مفلس و تنگدست تھا +

" رہا افلاس۔ سو ہر انسان جو عیاشی اور طمع کے جنون سے غیر متاثر ہو۔ اسے کسی قسم کی بُرائی خیال نہیں کرتا ہے۔ ذرا خیال کرو۔ انسان تن پروری کے لئے کتنا چاہتا ہے اور کتنی آسانی سے اسے حاصل کر سکتا ہے! رہا اپنی بابت۔ تو یہ گزارش ہے کہ میری رائے میں میں نے دولت ضائع نہیں کی ہے۔ بلکہ اس کی نگہداشت اور حفاظت کی تکلیف سے خلاصی حاصل ہو گئی ہے۔ دیوتاؤں اور دیویوں کی اُس جوع البقر پر لعنت ہو۔ جو پرندوں کے لئے گرہ ہوا۔ جانوروں کے لئے زمین اور مچھلیوں کے لئے سمندروں کو جھول مارتا ہے۔ پھٹکار اس پر ہو جو کھاتا ہے اور قے کرتا ہے۔ قے کرتا ہے اور کھاتا ہے۔ اور تمام دُنیا میں اُس شئے کی تلاش میں سرگرداں پھرتا ہے۔ جسے وہ ہضم بھی نہیں کر سکتا + اگر لوگ چاہیں تو معمولی چیز سے اپنی بھوک دُور کر سکتے ہیں۔ مگر بسیار خوری سے اسے تحریک دیتے ہیں۔ اُس آدمی کو افلاس سے کیا اندیشہ ہو سکتا ہے۔ جو ایسی بداعتدالیوں اور بیہودگیوں پر نگاہ نفرت ڈالتا ہے؟ ہمارے بزرگوں کی تہیدستی اور سادگی پر غور کرنا چاہیئے۔ وہ کیسے دیوتا اور کیسے شجاع مرد تھے۔ کملوس کی سادہ شان کا عیاش طبع اپی شیوس کی دوامی روسیاہی اور خواری سے مقابلہ کرو + جلا وطنی میں بھی معمولی ضروریات زندگی بہم پہنچ سکتی ہیں۔ مگر حریص فرمانرواؤں کے لئے پادشاہتیں بھی مکتفی نہیں ہو سکتیں

یہ روح ہے۔ جو ہمیں متمول یا مفلس بناتی ہے۔ روح اور ہمت جلاوطنی میں بھی ہمارے ساتھ جاتی ہے۔ اور نہایت ویران اور بنجر خطوں میں بھی اسے اپنی پسند کی خوشیاں مل جاتی ہیں۔ اور وہ ان کا حظ و لطف حاصل کرتی ہے"۔ افلاس کو بنظر استحقار دیکھنے کے لئے ہمیں فلسفہ کی بھی ضرورت نہیں ہے۔ غربا کو دیکھو! کیا وہ بظاہر امراء اہل زر سے زیادہ خوش حال نہیں ہیں؟ اب زمانہ ایسا بدل گیا ہے کہ جسے آجکل ہم جلاوطنوں کا افلاس سمجھتے ہیں۔ وہ پچھلے زمانہ میں شہزادوں اور تاجروں کا ورثہ اور ترکہ سمجھا جاتا تھا۔ ہومر زینو۔ منی نیوس۔ اگریپہ۔ رگولس۔ اور سپیو کی مثالیں یہ ظاہر کرتی ہیں کہ افلاس نہ صرف اچھا ہی ہے۔ بلکہ قابل تعریف ہے"۔ اگر تم یہ اعتراض کرو کہ نہ صرف دیس نکالا اور افلاس ہی میری مصائب ہیں۔ بلکہ ذلت و خواری بھی ان میں ہے۔ تو میں یہ جواب دیتا ہوں۔ کہ جو روح مردانگی اور شجاعت سے ایک آفت کا مقابلہ کرسکتی ہے۔ وہ اور آفتوں کے سامنے کبھی نہیں گھبراتی۔ اگر ہم موت کے خوف پر غالب آسکتے ہیں۔ تو ہمیں اور کوئی چیز خائف اور ہراساں نہیں کرسکتی۔ جو آدمی عوام کی رائے اور نکتہ چینی سے خود کو بالاتر سمجھتا ہے۔ اس کی تذلیل کسی طرح نہیں ہوسکتی۔ سقراط کو ذلت کی موت سے کیا اندیشہ تھا۔ جب اُس نے جیلخانہ کے اندر داخل ہوکر اس کی ذلت و رسوائی کو دور کردیا تھا۔ کنسلٹ اور خزانچی کے عہدہ کی امیدواری میں کیٹو کو دو مرتبہ ناکامی اُٹھانا پڑی تھی۔ یہ اعزاز اور وقار کی رسوائی تھی۔ نہ کہ کیٹو کی جو ان کے حصول کی کوشش میں تھا۔

لوگ ایک آدمی کی تحقیر نہیں کرسکتے۔ جب تک وہ خود اپنی تحقیر آپ نہ کرے یعنی جب تک انسان خودداری کے احساس سے محروم نہیں ہوجاتا وہ عوام کی نظروں میں ذلیل اور بے عزت نہیں ہوتا۔ جو آدمی غم پر فتح یاب ہوجاتا ہے وہ اپنی مصیبتوں کو ہیچ سمجھتا ہے۔ اور جو آدمی صبر اور استقلال سے دُکھ برداشت کرتا ہے۔ وہ فی الواقع قابل اور جوانمرد ہے۔ اس قسم کے آدمی مصیبت کی تحقیر اور تذلیل کرتے ہیں۔ بعض لوگوں کا یہ خیال ہے کہ رسوائی پر موت کو ترجیح دینا چاہئے۔ میرا ان کے لئے یہ جواب ہے کہ مہا پرش دُکھ اور رنج کے وقت بھی

ہوا (بڑا) ہوگا۔ لوگ اس کی توہین نہیں کر سکتے۔ جیسے معبدوں کے کھنڈر جہو کے پاؤں تلے ناپاک نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ اہل دین اور خدا ترس لوگوں کی نگاہوں میں اُن کی عظمت بدستور سابق قائم ہے " اس واسطے میری پیاری اماں! تم میرے لئے لگاتار مت رو۔ میں یہاں بڑے مزے سے ہوں۔ تم اپنے فائدہ کے خیال سے مت گھبراؤ۔ تم ہمیشہ بے غرض رہی۔ اور عورتیں اپنے بیٹوں سے فائدہ اُٹھانے کا خیال رکھتی ہیں۔ مگر تم خلاف معمول اپنے لڑکوں کو نفع پہنچانے کی کوشش کرتی رہی۔ اور ان سے فیض خاص کی متوقع نہ رہی۔ تمہیں میری عدم موجودگی کو محسوس کر کے بھی تردد نہیں کرنا چاہئے۔ اور نہ میری جُدائی کے صدمہ سے تمہیں قلق ہونا چاہئے۔ اس سے پیشتر بھی ہمیں ایک دوسرے سے علیحدہ ہونے کا اتّفاق ہوا تھا۔ گو یہ ایک امر طبعی ہے۔ کہ اب ہم ایک دوسرے سے باتیں نہیں کر سکتے۔ اور نہ عقلی اور دلی ہمدردی ایک دوسرے سے ظاہر کر سکتے ہیں۔ تاہم جیسی تم پاکیزگی۔ سادگی اور عصمت پروری میں سب عورتوں سے اعلےٰ و برتر ہو۔ ویسے ہی رنج پر غالب آنے میں عام عورتوں سے بڑھکر رہنا چاہئے + کارنیلیا[۵] کو دیکھو۔ جس کے دس بچے اس کی آنکھوں کے سامنے مر گئے تھے۔ مگر اُس نے مُردوں کا غم نہ کیا۔ بلکہ تقدیر کی شکر گزار ہوئی۔ کہ اس کے پاس دو لڑکے زندہ و سلامت رہے۔ جو گریکس خاندان کے نہایت نام آور ارکان نکلے۔ روٹلیہ اپنے بیٹے کوٹہ[۶] کو ایسا عزیز رکھتی تھی۔ کہ جلاوطنی میں بھی اس کے ساتھ گئی۔ جب وہ مر گیا۔ تو کسی نے اسے آنسو بہلاتے اور زاری کرتے نہیں دیکھا۔ جب وقت آیا تو اُس نے اپنی ماںتا کا ثبوت دیا۔ اور جب غیر ضروری اور بیہود معلوم ہوا۔ تو اپنے غم کو پائمال کیا۔ جیسے تم نے ان شجاع عورتوں کے اوصاف حمیدہ کی نقل کی ہے ویسے ہی ان کے اس نمونے پر چلو اور اپنے رنج کو دور کر دو۔ میری یہ مراد نہیں ہے

[۵] سپیو افریکنس کی لڑکی اور گریکس بھائیوں کی ماں رومہ کی نہایت پاکباز اور نیک بخت خاتون تھی۔ اسکے دونوں بیٹے گریکس اور کیاس نہایت نیک نام اور مشہور حکام فوجداری تھے +

[۶] کوٹہ ایک رومی کنسل تھا۔ اور مریوس کا حریف تھا۔ متھری ڈیٹس نے اسے کئی بار شکست دی +

کہ تم تفریح اور مشغلہ سے اپنا غم غلط کرو۔ ممکن ہے تمہاری طبیعت اُن مسائلِ فلسفہ کے غور و فکر کی طرف رجوع ہو آئے جن کی مہارت میں تم نے کمال حاصل کیا تھا۔ مگر اَبّا جان اس کے مخالف تھے۔ بلکہ میں یہ چاہتا ہوں۔ کہ تم غم کو مغلوب کرو + فلسفہ دُکھ کے وقت بہت تسلی دیتا ہے اور اس سے ڈھارس بندھتی ہے +

"اب ذرا غور کرو۔ کتنے وسائل تمہارے پاس موجود ہیں۔ جن سے تمہارا دل تسکین حاصل کر سکتا ہے۔ میرے بھائی تمہارے پاس ہیں۔ گلیو کی شان اور میلا کے تمہارے پاس رہنے سے میری جُدائی کا صدمہ کبھی ایسی سختی سے محسوس نہیں ہو سکتا۔ میرے لختِ جگر مارکس کی پیاری پیاری باتیں تمہارا دل خوش رکھینگی۔ میرے پیارے (برادر زادہ) نوا ٹلہ کی تربیت کا ایک فرض تمہارے ذمہ ہے جسکی ادائگی سے تمہارا رنج بہت کچھ گھٹ جائیگا۔ نانا صاحب گو تم سے دُور ہیں۔ مگر ان کی خاطر بھی رونا دھونا موقوف کرنا چاہئے۔ اور سب سے بڑھکر خالہ جان آپ کی ماں جائی۔ جو شرافت و محبت کی پُتلی ہیں۔ اور جن کی اُلفت اور نظرِ عنایت کا۔ جو پیدائش کے دن سے آج تک میرے حال پر رہی ہے۔ میں کافی شکر ادا نہیں کر سکتا۔ آپ سے صدقِ دل سے ہمدردی رکھتی ہیں۔ اور آپ کو ہر طرح سے تسلی دینگی +

مگر میں جانتا ہوں۔ تمہارے خیالات ہر وقت میری طرف رجوع ہوتے رہینگے۔ اور میں ہر وقت تمہارے دل میں رہونگا۔ اس وجہ سے نہیں۔ کہ تمہیں باقی بیٹے عزیز نہیں ہیں۔ بلکہ یہ وجہ ہے کہ پُر درد مقام پر ہر دفعہ ہاتھ پڑتا ہے میں تمہیں بتاتا ہوں۔ کہ تم کس طرح مجھے یاد کر سکتی ہو + مجھے ہر وقت خوش اور شادمان تصوّر کرو۔ گویا میں ہر قسم کی نعمتوں سے گھرا ہوا ہوں۔ اور میں فی الحقیقت بہت خوش و خرّم ہوں۔ کسی قسم کا فکر نہیں۔ کبھی مطالعہ میں اور کبھی غور و خوض میں مشغول رہتا ہوں۔ کبھی حقائق الاشیا کبھی موجودات اور عالم کی حقیقت کا پتہ لگانے کی کوشش کرتا ہوں۔ پہلے میرا دل خشکی اور اسکے حصوں کی طرف مائل ہوتا ہے۔ پھر سمندر اور اس کے مدّ و جزر کے اسباب پر غور کرتا ہے

پھر زمین اور آسمان کے درمیانی خلا کی نوعیت کا پتہ لگانا چاہتا ہے۔ جو بجلی رعد اور تند ہواؤں۔ بارش۔ اولے۔ اور برف کا مسکن و مصدر معلوم ہوتا ہے۔ پھر طبقات نشیبی پر آکر گھومتا اور تفتیش کرتا ہے۔ بعد ازاں بلند پروازی اختیار کرکے عالم بالا کی چیزوں کی حقیقت دریافت کرنے کی سعی کرتا ہے۔ وجود باری تعالیٰ پر غور کرنے میں بہت خوش ہوتا ہے۔ اور اپنی بقا پر خوشی ظاہر کرتا ہے۔ اور پھر غیر فانی روح کے وجود پر سوچ بچار کرتا ہے"۔

المختصر یہ اس رسالہ کا لب لباب ہے۔ جو سنیکا کی تصانیف میں نہایت اعلےٰ خیال کیا جاتا ہے۔ ہم نے اس کی لطافت بیان اور رنگینی کلام کو قائم رکھنے کی مقدور بھر کوشش کی ہے۔ اس رسالہ سے معلوم ہوتا ہے کہ "ایک مہاپرش قسمت کے طوفانوں کا مردانہ وار مقابلہ کر رہا ہے۔ اس سے یہ بھی عیاں ہے کہ سنیکا نے جلا وطنی کی مصائب کا بڑے صبر اور جوانمردی سے سامنا کیا۔ لیکن سوال پیدا ہوتا ہے۔ کیا اس کا یہ طریقہ عمل بدستور جاری رہا؟ کیا اس کا فلسفہ کا چوگھڑا عین منجدھار میں پاش پاش ہو گیا تھا۔ اسے مصیبت کے سمندر کی موجوں سے صحیح سلامت نکال کر سلامتی کے کنارے پر لے گیا تھا۔

آٹھویں فصل

سنیکا کے فلسفہ کی بوسیدگی

بعض مصائب ایسے ہیں۔ جن کی ہمیشگی اور قرار ان کے مادہ اور اصلیت ہی پر منحصر ہے۔ جب تک شعاع اُمید ان کے درمیان روشن ہے۔ ہم انہیں بآسانی برداشت کر سکتے ہیں۔ کیونکہ یہ خیال ہمت بندھاتا ہے کہ وہ گزر جانے والی ہیں۔ عزلت نشینی اور دکھ ابتدا میں فلاسفروں کو اچھا معلوم ہوتا ہے۔ جیسے اور نئی نئی باتیں ان کے مرغوب طبع ہوتی ہیں۔ سنیکا کے زمانے کے اہل فکر ان دونوں باتوں کی اپنے گھر میں بھی مشق کرتے تھے۔ یعنی خوشی خوشی

کئی قسم کے دُکھ اُٹھانے کی کوشش کرتے تھے + جوں جوں سال گزرتے گئے اور سنیکا کے دوستوں کی مساعی جمیلہ اسے آزاد کرنے میں ناکام اور غیر موثر ثابت ہوئیں۔ تو وہ اپنے عزیزوں کو یاد کر کے سخت بے چین رہنے لگا۔ جہاں وہ نظر بند تھا۔ وہ خطہ اسے اُجاڑ اور ویران معلوم ہونے لگا۔ ہر موسم کی آمد کے ساتھ وہ زیادہ خوفناک اور حسرت انگیز معلوم ہوتا + وہاں کوئی ایسی چیز نظر نہ آتی تھی۔ جو اسکی خوشی اور دل بہلاؤ کی موجب ہوتی۔ وہ اپنی ماں۔ اپنے بھائیوں اور دوستوں کو یاد کر کے بہت پریشان خاطر اور مغموم ہوتا تھا۔ دل میں خیال کرنے لگا۔ اس لق ودق اور بنجر جزیرہ میں اپنے پیاروں اور بھلا چاہنے والوں سے دُور رہنا میری قسمت میں لکھا ہے۔ سنیکا بڑا ملنسار تھا۔ مگر اُس غیر آباد جزیرہ میں کوئی ایسا نہ تھا جس سے مل کر خوش ہوتا۔ قدرت نے اسے فصاحت کا ملکہ عطا کر رکھا تھا۔ جسے سینٹ کے ممبر ہمہ تن گوش ہو کر سُنتے۔ مگر جلاوطنی میں نہ کوئی اس کی سحر الکلامی کا قدردان اور نہ اس کے اعلےٰ نفس مضمون کی کوئی داد دینے والا تھا + سنیکا کی زندگی اُس دریا کی مانند تھی۔ جو سمندر میں پہنچنے سے پہلے سنسان دلدلوں اور لق ودق صحراؤں میں جا کر غائب ہو جاتا ہے۔ ملک الشعرا اوویڈ[1] کی طرح جب وہ شہر قومی کو جلاوطن ہوا تھا۔ سنیکا نے اپنی جانکاہ یاس اور روح فرسا حسرت کو دل سوز اور جاں گداز نظموں میں ظاہر کیا۔ کارسیکا میں زندگی اس کے لئے دو بھر ہو گئی۔ اور وہ خود کو زندہ درگور تصور کرتا تھا +

اس کے دل پر جو کیفیت طاری تھی۔ وہ اس کے فلسفہ کے بالکل متضاد ومتخالف تھی۔ جیسا اُس کے مشہور رسالہ "پالی بیوس کی تشفی" سے ظاہر ہے۔ پالی بیوس شہنشاہ کا ایک بہت مُنہ چڑھا غلام تھا۔ جسے بعد میں اسکے حکم سے آزادی عطا ہوئی تھی۔ اس کے ہاتھ بہت سامال ومتاع لگ گیا تھا۔ وہ بڑا مُنہ پھٹ مدمغ اور بدطینت شخص تھا۔ اُس کی اقبالمندی اور سرفرازی اُس زمانہ کا ایک

[1] ایک نہایت مشہور لاطینی شاعر۔ سنہ ۴۳ ق م میں پیدا ہوا۔ اور سنہ ۱۸ء میں وفات پائی۔ سلطنت روما کی شمالی سرحد کی طرف جو دریائے ڈینیوب کے دہانہ پر تھی شہنشاہ کے حکم سے جلاوطن ہوا تھا۔ اسنے کئی اچھی اچھی کتابیں لکھی ہیں۔

نہایت عجیب اور تاریک عجوبہ تھی۔ شہنشاہ کلاڈیوس اس قسم کے آدمیوں کے ہاتھوں میں کٹھ پتلی بنا ہوا تھا اور ان کے اشاروں پر چلتا تھا۔ ان کا اقتدار ایسا خطرناک تھا۔ کہ ملکہ مسلینہ اپنے متلون مزاج اور ناکارہ شوہر کے دل پر اپنا سکہ بٹھانے کے لئے اُن کی نظرِ عنایت اور کرمفرمائی کی محتاج تھی۔ اسی قسم کا جج فیلکس تھا۔ جس کی عدالت میں پولوس رسول کا مقدمہ پیش ہوا تھا۔ اور اسی قسم کا وہ غلام تھا جس کی تین شاہی بیگمات بیویاں بنی تھیں +

اسی ساتا روہن سے پالی بیوس تھا۔ جو اپنی ٹولی میں کسی سے کم نہ تھا۔ وہ شہنشاہ کے مطالعہ کے لئے کتابیں تجویز کرنے اور بہم پہنچانے پر مقرر تھا۔ اس کی بابت صرف اسی قدر معلوم ہے۔ کہ وہ ایک وقت ملکہ مسلینہ کا منظورِ نظر تھا اور پھر اس کے حسد اور غضب کا لقمہ بنا۔ عروج کے زمانہ میں شہنشاہ نے اسے اتنا بڑھا دیا تھا۔ کہ وہ اکثر دونوں کنسلوں کے درمیان چلا کرتا تھا۔ اس شخص کو سنیکا نے اس کے بھائی کی موت کے موقع پر ایک رسالہ لکھکر بھیجا تھا جس میں تسلی کی بہت سی باتیں لکھی گئی تھیں۔ یہ رسالہ زمانۂ حال میں ویسے کا ویسا پایا گیا ہے۔ اس کی نیکنامی کے لئے بہت اچھا ہوتا۔ اگر یہ ہمارے زمانے تک بالکل نہ پہنچتا۔ سنیکا کے خیرخواہ اسے غلط اور جعلی ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ لیکن اگر غور اور بے تعصبی سے پڑھا جاے۔ تو اس کی اصلیت ظاہر ہوجاتی ہے۔ یہ ممکن ہے کہ اُس نے اسے اشاعت دینے کے خیال سے نہ لکھا ہو۔ مگر جس شخص نے اسے اتنے عرصے تک سنبھال کر بحفاظت تمام رکھ چھوڑا۔ وہ اس کی شہرت کا بڑا دشمن تھا۔ اس کے غمناک اور افسردہ لہجہ سے اس نتیجہ کی تقویت ہوتی ہے۔ کہ یہ رسالہ سنیکا نے اپنی جلاوطنیٔ کارسیکا کے تیسرے سال کے اخیر میں لکھا تھا وہ معذرت کرتا ہوا کہتا ہے۔ اگر بلند پروازیٔ تخیل اور خوبیٔ بیان میں کوئی خامی اور کوتاہی رہ گئی ہو تو اس کی وجہ گرد و پیش کے حالات ہیں جن کے درمیان یہ لکھا گیا تھا۔ فلسفۂ اخلاق کے معمولی مسائل پر بحث کرنا ہمارے لئے چنداں ضروری نہیں ہے۔ جن سے یہ رسالہ لبریز ہے۔ اور نہ اسکے لہجہ کا تضاد اور تخالف

ظاہر کرنا منظور ہے۔ جو اُس کی اور تصانیف اور رسالہ زیر بحث کے مابین پایا جاتا ہے۔ سنیکا اس آزاد مگر قابل نفرین غلام کو یہ کہکر عامیانہ تسلی دیتا ہے کہ موت اٹل ہے۔ اس سے کوئی آدمی رہائی حاصل نہیں کر سکتا۔ رنج کرنا لاحاصل ہے۔ ہم سب دکھ اور غم کے واسطے پیدا ہوئے ہیں۔ مُردہ کبھی گوارا نہ کریگا کہ ہم اُس کی خاطر ماتم کریں اور دُکھ اُٹھائیں۔ آپ کے عالی رتبہ کے سبب سے سب کی آنکھیں آپ کی طرف لگ رہی ہیں۔ آپ کو کتب بینی میں تسلی حاصل کرنے کی کوشش کرنا چاہیئے۔ جس کی طرف طبع عالی ہمیشہ مائل و منسوب رہی ہے۔ اخیر میں جاکر اسے صلاح دیتا ہے۔ کہ اُن عالی شان اصحاب کی جُرأت اور دلیری کی تقلید کرنا چاہیئے۔ جنہوں نے ایسے نازک وقتوں میں بڑی جاں بازی اور اعلےٰ صبر سے کام لیا۔ سنیکا نے یہ رسالہ محض پالی بیوس کو خوش کرنے کی غرض سے لکھا تھا۔ اس کا یہ بھی خیال تھا کہ شہنشاہ کلاڈیوس اسے دیکھکر ضرور مجھ پر رحم کریگا۔ معمولی باتوں سے شروع کرتا ہے۔ اور آہستہ آہستہ کلاڈیوس قیصر کی تعریف کرتا اور اسے بڑھاتا ہوا اخیر میں کہتا ہے۔ کہ وہ صبر و برداشت کا بہترین نمونہ ہے + سنیکا اپنی نامناسب جلاوطنی پر اظہار ناراضی کرنے اور شہنشاہ کی حرکت کو خلاف انصاف اور قابل الزام ٹھیرانے کی بجاے اس کے قدموں پر سر رکھتا اور اس کے پاؤں کو چاٹتا ہے۔ تاکہ وہ اسے موت سے امان دے۔ اپنی بے گناہی کا دعوے کرنے کی جگہ بڑی ذلت اور دون ہمتی کے ساتھ اپنے قصور کا اقبال کرتا ہے + سنیکا اپنے خط میں اُس شخص کی رحمدلی کی تعریف میں رطب اللسان ہے۔ جسے اپنی ایک تصنیف میں رحم سے بیگانہ۔ خون آشام اور ظلم پر ورقرار دیتا ہے۔ سنیکا کلاڈیوس کی یادداشت کو عجیب و غریب بیان کرتا ہے۔ حالانکہ یہ اُن اشخاص کو شطرنج کھیلنے اور کھانے کے لئے مدعو کرتا۔ جو اس روز سے قبل اس کے حکم سے ملک عدم کو روانہ ہو چکے تھے۔ اُس نے ایک دفعہ اپنے مصاحبوں سے اپنی ملکہ کی عدم موجودگی کی وجہ پوچھی۔ حالانکہ کئی دن پہلے وہ بدنصیب اس کے قہر کا لقمہ بن چکی تھی۔ اسی مردود کو سنیکا سحرالبیان بتاتا

ہے۔ حالانکہ بات کرتے وقت اس کا سر ہلتا اور زبان لڑکھڑاتی تھی۔ سو وہ پالی بیوس کو کہتا ہے۔ اگر تم مغموم اور افسردہ خاطر ہو۔ تو شہنشاہ کے درشن کرو۔ اس کے مبارک چہرے کا جلال اور شان تمہاری آنکھوں کو اپنی طرف متوجہ کرکے تمہارے دل کی تحسین و آفرین حاصل کریگی۔ تمہارے آنسو ایک دم بند ہو جائینگے۔ وہ کہتا ہے! کاش اُس درخشاں تارہ کی جو مغرب میں چمک رہا ہے اور جس کے طلوع سے پیشتر دُنیا تاریکی اور سیاہی میں پھنسی ہوئی تھی ایک روشن شعاع میرے چہرے پر پڑے اور میرا مضطرب اور بے چین دل سکون و راحت حاصل کرے!

اس میں کوئی کلام نہیں ہوسکتا کہ یہ شاندار فقرے جو اُن فقرات سے جو سنیکا نے کلاڈیوس کی موت کے بعد لکھکر اس کے نام پر لعنتیں بھیجی تھیں عجیب مقابلہ کھلاتے ہیں۔ مگر ان کی غایت یہ تھی کہ شہنشاہ اپنی تعریف سُن کر خوش ہو۔ اور اسے جلاوطنی سے بُلالے۔ سنیکا کو یہ اُمید تھی کہ پولی بیوس میرے خط کو شہنشاہ تک پہنچا دیگا۔ جس سے میری رہائی کی کوئی اچھی صورت پیدا ہو جائیگی۔ کون کہہ سکتا ہے کہ اگر موقع اچھا ہوتا۔ تو شہنشاہ اس کی رہائی کا حکم نافذ نہ کر دیتا۔

مگر ہمیں بیچارے سنیکا کی حالت پر ترس کھانا چاہیئے۔ جلاوطنی اور مصیبت بڑی سخت آزمائشیں ہیں۔ جو شخص شہید کے تاج شاندار کے تصور سے بیگانہ محض ہو اس کے لئے شہادت کا دُکھ اُٹھانا بالکل مشکل ہے + سنیکا ایسے آدمی کی جو فلاسفر بننے کے علاوہ دُنیادار بھی بننا چاہتا تھا۔ جیسا اسٹوئک فرقہ کی حرفگیری سے پایا جاتا ہے۔ اس سے ذرا بھی رسوائی اور ذلت نہیں ہوسکتی۔ اگر وہ اپنی رہائی حاصل کرنے کے لئے ایک بچ کے خط کو جھوٹی تعریفوں کا طومار بنائے۔ اگر سنیکا کی اس حرکت کو قابل الزام ٹھیراؤ۔ تو یاد رکھو کہ بعض عیسائیوں نے جو فلاسفروں سے کم نہیں ہیں۔ خوشامد بازی کو کمال پر پہنچایا + سنیکا نے جس تملق سے کلاڈیوس کی رضاجوئی کی تھی۔ وہ اُس سے کم ذلیل ہے جو بشپوں نے جیمز اول شاہ انگلستان کے خوش کرنے کے لئے اختیار کیا تھا + ہمارے نزدیک رومن فلاسفر (سنیکا) سب سے بڑے مسیحی فلاسفر (فرانسس بیکن) سے

اخلاقاً بہتر ہے - مگر یاد رکھو کہ ساونارولہ شہر فلورنس کے مشہور واعظ اور کرانمر آرچ بشپ کنٹربری نے اذیت کے وقت اپنے عقیدہ کا انکار کیا تھا - جلاوطنی کی مصیبتوں کے وقت ڈینٹی[1] (اٹلی) کے مغرور دل سے ایسے الفاظ نکلے تھے جن کے واسطے وہ خوشی کے وقت سخت پشیمان اور نادم ہوتا +

نویں فصل

جلاوطنی سے رہائی

سنیکا کی جلاوطنی کے آخری پانچ سالوں کے مصائب کی معتبر کیفیت ہمارے زمانہ تک نہیں پہنچی ہے - ہم نہیں کہہ سکتے کہ اس کے دل میں کیسی اُمیدیں جوش زن ہوتی تھیں - اور اسے کن آفات کا کھٹکا لگا رہتا تھا - آیا وہ اپنا وقت فلسفہ کے مسائل کی غور و فکر - تحقیق و تدقیق میں بسر کرتا تھا - یا دُنیاوی خواہشوں میں مبتلا رہتا تھا + اگر پالی بیوس کے توسط سے سنیکا کو اپنی رہائی کی کوئی اُمید تھی - تو وہ فوراً فوت ہوگئی - جب وہ ملکہ مسلینہ کی عیاریوں اور چال بازیوں میں گرفتار ہو کر اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھا - لیکن اتنا قیاس میں آسکتا ہے کہ سنیکا کی جلاوطنی کے آخری دن اُمید سے خالی نہ تھے - جنکی وجہ سے وہ یاس و حسرت کا شکار بننے سے بچ گیا +

ملکہ مسلینہ کی پر سانخ حیات کا رشتہ جلد جلد ختم ہو رہا تھا - گو حسن و جمال کی دیوی مسلینہ کی زندگی کا چراغ گل ہوگیا - مگر جتنے دن اس دُنیا میں رہی - وہ اپنی بدکاریوں اور عیاشیوں کے لئے ضرب المثل بن گئی - جس کی وجہ سے تاریخ میں اس کا نام ہمیشہ زندہ رہیگا - کچھ عرصہ تک اس کا کوئی حریف و مخالف نہ رہا - اپنے حسن کی بدولت شہنشاہ کے دل پر عجیب قابو حاصل کر لیا - اپنی عیاریوں اور

[1] ڈینٹی اٹلی کا سب سے مشہور شاعر - ۱۳۰۲ء میں شہر فلورنس کا مجسٹریٹ تھا - ۱۳۲۱ء میں انتقال کیا - جلاوطن ہو - تھا - جہاں اُس نے اپنی غیر فانی کتاب "انفرنو" "خواب ہستی" لکھی تھی +

سختیوں سے اوّل درجے کے رومی رؤسا اور بڑے بڑے آزاد غلاموں پر غیر محدود اختیار حاصل کر لیا۔ مسلینہ کی طرز زیست سے ظاہر ہوتا ہے۔ جیسا تاریخ کا ایک ایک ورقہ شاہد ہے۔ کہ بدکاری اپنی تباہی کے سامان خود پیدا کر لیتی ہے۔ اور یہ کہ اخلاقی قوانین کی نافرمانی اور چشم پوشی کا جلد بدیر خمیازہ بھگتنے کے سوا کوئی چارہ نہیں ہے۔ مسلینہ اپنی بدکرداریوں کا شکار ہوئی۔ جب اس کا شوہر اوشیا میں تھا۔ تو اُس نے علانیہ ایک سب سے ہونہار اور نوعمر وجیہہ رومی رئیس سے شادی کر لی۔ جس کا نام سلیوس تھا۔ اُس نے اپنے خاوند سے کہا۔ یہ شادی محض بناوٹی ہے جو تم پر سے ایک آفت ٹالنے کی غرض سے کی ہے۔ کلاڈیوس کا اس کی بابت پہلے سے کچھ خیال ہو۔ مگر اہل رومہ کو معلوم تھا کہ یہ اصلی شادی ہے۔ جو نفس پروری کے لئے کی گئی ہے اور اسکے وسیلے سے تاج و تخت حاصل کرنا تھا +

نرسیوس ایک آزاد غلام نے کلاڈیوس کو مذکورۂ بالا خیال سے مطلع کر کے اس کے کمزور غصہ کو تیز کیا۔ اور اس کی خفتہ سپرٹ کو جگایا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ جس وقت شادی کی خوشیاں دھوم دھام سے ہو رہی تھیں۔ تو والنس مشہور طبیب ایک درخت پر چڑھ گیا۔ حاضرین میں سے کسی نے پوچھا کیا نظر آتا ہے۔ تو اُس نے مذاقیہ کہا۔ "میں اوشیا کی طرف سے ایک خوفناک طوفان آتا دیکھتا ہوں۔" اس کی زبان سے یہ فقرہ تمام ہونے بھی نہ پایا تھا۔ کہ اتنے میں کئی ہرکارے آئے اور اطلاع دی۔ کہ کلاڈیوس کو شادی کی کل کیفیت معلوم ہوگئی ہے۔ اور وہ انتقام لینے کو آرہا ہے۔ اس خبر کا سامعین پر وہی وحشت ناک اثر ہوا۔ جو آسمانی کڑک کا ہوتا ہے۔ سلیوس نے ذرا پروا نہ کی۔ حسب معمول عدالت گاہ کو چلا گیا۔ اور مسلینہ نے فوراً اپنے دونوں بچے بلائے۔ اور ایک دیوی کے مندر میں جا کر منت مانگی۔ کہ خاوند کے قہر سے محفوظ رہے۔ وہاں سے بے سروسامانی کی حالت میں پیدل شہر کے درمیان سے بھاگی۔ شہر کے دروازہ کے قریب ایک چھکڑا کوڑے کرکٹ کا جا رہا تھا اس پر جا چڑھی + ادھر نرسیوس نے شہنشاہ کو ملکہ کی حرامکاریوں کا کل ماجرا الف سے بے تک کہہ سنایا۔ اسے سلیوس کے مکان پر لے گیا۔ جہاں

اس کی سیاہ کاری کے پورے ثبوت ملے۔ پھر وہاں سے اسے پریٹوریہ کے ڈیرے میں لے گیا۔ اور ان سب کو تہ تیغ کیا۔ جو مسلینہ کی بدکاریوں میں اسکے معاون تھے + مسلینہ خوف اور غصہ سے گھبرا کر لوکل لوئس کے باغ میں پناہ گزین ہو گئی۔ جسے اُس نے ظلم سے کسی رئیس سے چھین لیا تھا۔ کلاڈیوس اپنے محل میں آیا۔ لذیذ کھانوں اور شیریں شرابوں کے سبب سے اس کا غصہ بہت کچھ ٹھنڈا ہو گیا۔ اور اپنی حرام کار بیوی کو معاف کرنے کی طرف مائل پایا گیا۔ نرسیوس نے خیال کیا۔ اگر اب موقع ہاتھ سے نکل گیا۔ تو میری خیر نہیں۔ اُس نے اپنے آپ چند آدمی ملکہ کو قتل کرنے کے واسطے روانہ کر دئے۔ جنہوں نے اسے اپنی والدہ کے گھر میں پایا۔ جو اسے خودکشی کی تحریک دے رہی تھی۔ مگر نیرو کی طرح عیاشیوں اور بد اعمالیوں سے مسلینہ کا دل ہر طرح کی غیرت اور دلیری سے خالی تھا۔ اس واسطے اپنے ہاتھ سے اپنا سینہ چاک کرنے پر آمادہ نہ ہو سکی۔ وہ زار نالی کر رہی تھی۔ کہ اتنے میں نرسیوس کے آدمی دروازے توڑ کر اس کے پاس آ کھڑے ہو گئے۔ مسلینہ نے خنجر دو مرتبہ پہلو میں بھونکنے کی کوشش کی۔ مگر بیسود نکلی۔ اس واسطے نرسیوس کے ایک آدمی نے وہ بھرپور ہاتھ مارا۔ کہ ملکہ وہیں ڈھیر ہو گئی۔ جب کلاڈیوس کو اس کی خبر ہوئی۔ وہ اس وقت کھانا کھا رہا تھا۔ اُس نے کسی انسانی جذبہ غصہ۔ نفرت۔ رنج اور رحم کا اظہار نہیں کیا۔ نہ کبھی بعد میں اپنی بیوی کی بابت کسی سے پوچھا +

یہ نہایت عجیب بات ہے کہ جس عورت نے سنیکا کو وطن سے بے وطن کر کے اس کی زندگی تلخ اور ذلیل کی تھی اس کا اُس نے اپنی کتابوں میں جھوٹوں بھی ذکر نہیں کیا ہے۔ یہ نہیں کہا جا سکتا۔ کہ محض اتفاق سے اس کا تذکرہ قلم انداز ہوا تھا۔ کیونکہ وہ جن بُرائیوں اور بد اخلاقیوں کو مسلسل بیان کرتا اور سخت مذموم ٹھیراتا ہے۔ ان کا نہایت عمدہ نمونہ یہ کم بخت عورت تھی۔ اور نہ اُس زمانہ کی تاریخ سے یہ ظاہر ہوتا ہے جیسا ملکہ مسلینہ کے حشر سے عیاں ہے کہ اخلاقی قانون کی خلاف ورزی کا خمیازہ نہیں بھگتنا پڑتا + تمام اسباب ایسے تھے کہ سنیکا

مسلینہ کے کیرکٹر اور اس کے نام پر لعنتیں بھیجتا۔ اور شہنشاہ کی بادشاہیاں کی جو اس کی بڑی مربی و مشفق تھیں سب سے بڑی خدمت ملک کی ہجو کے ذریعے سے ہو سکتی تھی۔ مگر باوجود اس کے وہ مطلق ذکر ہی نہیں کرتا۔ یہ خاموشی معنی خیز ہے۔ جو اس کے کیرکٹر پر روشنی ڈالتی ہے + ایسا معلوم ہوتا ہے۔ سنیکا نے شرافت جبلی کے سبب سے اس کی نسبت کچھ نہیں لکھا۔ گو وہ حرام کار اور سیاہ کار عورت تھی۔ اور خدا نے اسے اس کی بدکاریوں کی سزا دی۔ سنیکا نے خیال کیا ہوگا۔ اس کی غیبت کرنا شیوۂ انسانیت نہیں ہے + گمان غالب ہے کہ نہایت بری باتیں جو مسلینہ کی بابت مشہور کی گئی تھیں۔ اور جن کی اصلیت باور کی گئی تھی۔ انکی ابتدا اس خود نوشتہ حیات سے منسوب کی جاتی ہے۔ جو اس کی جانی دشمن اور کامیاب رقیبہ نے شائع کی تھی + جو لوگ مسلینہ کی بربادی اور ہلاکت کے موجب ہوئے تھے۔ وہ اس کی بابت ہر طرح کی بری باتیں باور کرنے کو اُدھار کھائے بیٹھے تھے + شہنشاہ نیرو کی ماں ملکہ اگریپنہ نہایت ہی بری عورت تھی۔ جس کا تاریخ میں ذکر ملتا ہے اور یہ مسلینہ کی حریف تھی۔ اور اس کا رقیبانہ ڈاہ نہایت خوفناک تھا۔ وہ اس سے نہایت بری حرکتیں اور تاریک ترین اعمال منسوب کرنے میں بڑی مسرت اور راحت حاصل کرتی تھی۔ اور اس کے بچوں اکٹیویہ اور بری تانی کس کی بیخکنی کے درپے رہتی تھی + سنیکا نے اُس شخص کا بھولے سے بھی ذکر نہیں کیا۔ جسکی بابت اگریپنہ بے بنیاد باتیں لکھتے وقت محجوب اور منفعل نہ ہوتی تھی۔ اُس نے اس عورت کی نسبت ایک لفظ نہیں لکھا۔ جس کے بدنام کرنے میں ہر شخص خوش ہوتا۔ اس نے اس کی خوفناک تباہی میں اس پر ترس کھانا مناسب سمجھا۔ جو اسکی سیاہ کاریوں کی سزا دی تھی۔ اور سنیکا کے کیرکٹر کی اس خوبی کی کما حقہ قدر نہیں ہوئی اور نہ اس قدر سراہی گئی ہے۔ جیسی چاہیئے تھی +

دسویں فصل

ملکہ اگریپنہ - والدہ نیرو

ابھی مسلینہ کی قبر کی مٹی خشک ہونے بھی نہ پائی تھی۔ کہ اسکی جانشینی کے متعلق خوفناک جتھے دربار شاہی میں پیدا ہو گئے۔ اور ایک دوسرے کی مخالفت کرنے لگے۔ شہنشاہ بیگم بننے کی تین خواتین اُمیدوار تھیں۔ ایک تو ایلیا پٹینہ کلاڈیوس کی پہلی بیوی۔ جسے چند اختلافات کی وجہ سے طلاق دیا گیا تھا۔ اور اس کا حامی و مددگار نرسیوس تھا۔ دوسری جولیا پالینہ تھی۔ جو اُس زمانہ کی تمام عورتوں میں اپنے بے نظیر حُسن اور آرائش جسمانی کی شان کے واسطے مشہور تھی۔ وہ تھوڑا عرصہ کیاس کی بیوی بھی رہی تھی۔ اور تیسری اگریپنہ خورد دختر ذوالاقتدار جرمنی کس۔ اور برادر زادی کلاڈیاس تھی + کلاڈیوس نے جو ہنری ہشتم شاہ انگلستان کی طرح شادی میں ناشاد اور بدنصیب رہا مسلینہ کے قتل کے بعد اور بیاہ کرنے کا پختہ عہد کر لیا تھا۔ مگر وہ درباری امیروں کے ہاتھ میں کٹھ پتلی بنا ہوا تھا۔ اس واسطے جو کچھ وہ کہتا تھا۔ اسے ذرا بھی وقعت نہ دی جاتی +

چچا اور بھتیجی کی شادی قوانین قدرت کی سخت نافرمانی سمجھی جاتی ہے۔ رومی لوگ اسی قدر اس رشتہ کے خلاف تھے۔ جس قدر اہل انگلستان ہیں۔ مگر اگریپنہ نے نہایت نامناسب وسائل سے کام لیکر اپنے رقیبوں کو نیچا دکھایا۔ اور ایسی ہوشیاری سے چال چلی کہ چند ماہ کے اندر کلاڈیوس کی بیوی اور روما کی شہنشاہ بیگم بن گئی +

اگریپنہ نے اپنے نہایت نامور اور ذی شان والدین سے کوئی خوبی ورثہ میں نہیں پائی تھی۔ جیسے اس کے اور بھائی بہنیں محروم تھیں۔ ویسی یہ بھی تھی۔ خاندانی رجحان بدکرداری اس کی طبیعت میں جذبہ کی شکل میں ظاہر ہوا

جس کی وجہ سے وہ ہر قسم کی برائی کی پُتلی پائی جاتی۔ اُس نے بدکرداری کی تربیت اپنے گھوارہ ہی میں شروع کر دی تھی۔ جب تک وہ جیتی رہی۔ اور زمانہ کے نشیب و فراز سے دوچار ہوتی رہی۔ اس نے کسی شریفانہ خوبی اور وصف نیک کا ثبوت نہیں دیا۔ حالانکہ آزمائشوں اور مصیبتوں کے وقت لوگوں کی طبیعت کے شریفانہ اوصاف ظہور میں آیا کرتے ہیں۔ وہ شہر اوپی ڈوم میں پیدا ہوئی تھی۔ جو بعد میں اس کے نام سے نوآبادی اگرپنہ کہلایا۔ جب تین سال کی تھی۔ تو باپ کا سایۂ عاطفت سر سے اُٹھ گیا۔ بارہ برس کی عمر میں (جلاوطنی میں) والدہ کی ہمیشہ کے واسطے محبت مادری سے محروم ہوگئی۔ اُس نے بری بہنوں اور شریر بھائی کے ساتھ اُس دادی کی زیر نگرانی تربیت حاصل کی جس کی صورت ہی سے بیزار تھی۔ چودہ برس کی عمر میں ڈمی ٹیوس آہنوبربوس سے شادی ہوئی۔ جو نوعمر رومی رئیسوں میں سب سے زیادہ بدنام اور نالائق تھا۔ اُس زمانہ کی زباں زد عام روایتوں سے پایا جاتا ہے۔ کہ وہ کیسا بیدرد۔ ستم کیش اور پرلے درجہ کا خود پرست تھا۔ کہا جاتا ہے۔ جب اس کے لڑکا پیدا ہوا۔ جو بعد ازاں شہنشاہ نیرو بنا۔ اور اس کے دوست مبارکباد دینے آئے۔ تو احمقانہ طور پر کہنے لگا اگرپنہ اور مجھ ایسے آدمیوں کے گھر میں عفریت پیدا ہوتے ہیں جو بنی آدم کی تباہی اور تکلیف کے بانی ہوتے ہیں۔ ڈی ٹیوس کی عمر چالیس سال کی تھی جب اس کی شادی اگرپنہ سے ہوئی تھی۔ اور اسکے نو سال بعد نیرو پیدا ہوا تھا۔ اگرپنہ کی طبیعت میں جو تندی اور وحشت تھی۔ وہ اس بچہ کی ذات میں سرایت کئے بغیر نہ رہی۔ اس کی پیدائش کے روز سے لیکر اپنے مرنے کے دن تک جو اسی کی کوششوں سے واقع ہوئی تھی۔ طرح طرح کی تکالیف اُٹھاتی اور انواع و اقسام کے گناہ کرتی رہی۔ اس کے دل میں بڑی بڑی تمنائیں تھیں جو اپنی وسعت اور تندی میں اپنے اکلوتے بچے کی بے انتہا محبت کے مساوی تھیں۔ اور اس کی زندگی کا ہر ایک فعل انکے وسیلے سے ہدایت پذیر ہوتا تھا۔ قسمت کی خوبی سے اگرپنہ ایک شہنشاہ کی بہن تھی۔

بے توڑ جوڑ کی بدولت دوسرے شہنشاہ کی بیگم بن گئی۔ اور اپنی سیاہ کاری سے
تیسرے کی ماں بن گئی۔ بادی النظر میں یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنی تمام خواہشات
حاصل کرنے میں کامیاب ہوئی۔ کیونکہ عین عالم شباب میں پہلے اپنے معمر گر کمزور دل
شوہر کے نام سے پھر اپنے بیٹے نیرو کے نام سے اُس زمانہ کی رومی دُنیا پر
مطلق العنان طریقہ سے پوری شان وشوکت سے حکومت کی۔ اسی اثنا میں
سزا وجزا کا منصف مزاج فرشتہ دبے پاؤں گنہگار دل شاد کے پیچھے پیچھے
لگا پھرتا تھا جس کے وجود کا تاریخ کا ایک ایک صفحہ گواہ ہے۔ جب اس کی
تمام آرزوئیں پوری ہوگئیں اور اصل دلی مطلب برآیا۔ جس کے حصول کے
واسطے ہر قسم کے گناہوں اور خونریزیوں سے کام لیا تھا۔ اور اپنی شان و
شوکت اور عروج و اقبال میں نہایت خوش وخرم تھی تو تباہی کا طوفان نازل
ہوا۔ جسکے نزول کا سبب اُس کا وہی بیٹا ہوا تھا۔ جسکی خاطر اُس نے اتنی مرتبہ
عصمت اور پاکیزگی کے تمام قواعد پاؤں تلے روند ڈالے تھے اور اُن پاک
فرائض سے بڑی لاپروائی سے چشم پوشی کی تھی۔ جن کا پاس اور لحاظ خدا نے
بُت پرستوں پر ضمیر اور فطری روشنی کے ذریعے سے واجب قرار دیا ہے*

اگرپینہ نیرو کی شادی اکٹیویہ دختر کلاڈیوس سے کرنے کی خواہشمند تھی۔
اس مقصد سے اُس نے سلانوس کو مروا ڈالا۔ جسکے ساتھ اُس لڑکی کی نسبت
قرار پا چکی تھی۔ پھر اس نے اُن تمام نوعمر لڑکیوں کو ٹھکانے لگایا۔ جو اکٹیویہ
کی رقیب تھیں یا جن کے رقیب بننے کا امکان تھا۔ آخر الذکر میں نہایت
خوبصورت لڑکی کال پورنیہ نامی تھی۔ اور اگرپینہ کی نند ڈومشیا لیپیڈا تھی اول الذکر
میں لولیہ پالینہ تھی جس پر اُس نے جادوگری اور غداری کے الزام لگائے۔
اس پر اس کی دولت و ثروت ضبط ہوگئی اور شہنشاہ کے حکم سے اٹلی کو جلاوطن
کی گئی۔ مگر اس سے نیرو کی خوں آشام ماں کی تسلی نہیں ہوئی۔ وہ اسکا وجود
نابود دیکھنا چاہتی تھی + ہیرودیاس کی لڑکی کی طرح جس کا ذکر اناجیل مقدسہ میں
آیا ہے۔ اگرپینہ نے چند آدمی پالینہ کا سر کاٹ لانے کو روانہ کئے۔ جب وہ

سر تعلیم کر کے لائے۔ تو اسے پہچاننے میں بڑی دشواری پیش آئی۔ خدا نے جلال کی
جس دلفریبی اور موزونیت کا ہر طرف شہرہ تھا۔ وہ خون آلودہ اور بہت خوفناک
تھے۔ کہا جاتا ہے۔ اس نے دہشت پیدا کرنے والے سر کو اوپر اٹھایا۔ اور
اس کے ہونٹ کھول کر دیکھے۔ تب معلوم ہوا کہ یہ درحقیقت لولیہ کا سر ہے۔
جب خدا ترسی عورت کے دل سے نکل جاتی ہے۔ تو وہ اس قسم کی ہولناکیوں پر
اُتر آتی ہے۔ ایسا عموماً دیکھنے میں آتا ہے۔ کہ گورے چٹے اور دلفریب چہرہ
کے پس پشت ایسی روح ہوتی ہے۔ جو گناہ کے جذام سے آلودہ تھا۔ جرمنی کا
مشہور نقاد اڈولف اسٹار کہتا ہے۔ لیڈی میک بتھ[1] اور شوہر کش گرٹروڈ[2]
اگرپینہ کے سامنے بالکل بچیاں ہیں۔ اس فاحش اور کینڈے کی یہ عورت تھی
جس کے حکم سے سنیکا ۴۹ء میں کارسیکا رہا ہو کر رومہ میں واپس آیا تھا۔ اگرپینہ
نے دیکھا کہ میری ظلمرانیوں اور بدکرداریوں سے شہر میں تہلکہ مچ گیا ہے۔ اور
مشہور رومی مورخ ٹیسی ٹس کھلے لفظوں میں کہتا ہے۔ کہ اس بدنامی کا اثر
زائل کرنے کی غرض سے گردش قلم سے سنیکا کی جلاوطنی منسوخ کر کے اسے
واپس بلالیا۔ کیونکہ وہ بڑا ہر دلعزیز فلاسفر اور اپنے زمانہ میں لاطینی زبان کا
سب سے مشہور مصنف تھا۔ اس نے اسی پر اکتفا نہ کر کے اسے پریٹر یعنی قاضی اور
اپنے بیٹے نیرو کا اتالیق مقرر کر دیا۔ اور اس طرح ثابت کر دیا کہ سنیکا پر جھوٹا
الزام لگایا گیا۔ اور اس پر ظلم بے جا ہوا۔ اس کی رہائی کا ایک اور خفیہ مقصد
بھی تھا۔ اگرپینہ اچھی طرح جانتی تھی کہ سنیکا کلاڈیوس سے سخت بیزار ہے۔

---

[1] لیڈی میک بتھ۔ شیکسپیر کے مشہور ڈرامہ "میک بتھ" کے موضوع میک بتھ کی بیوی تھی۔ بڑی سنگدل اور بیقرار طبع عورت تھی۔ اپنے شوہر کو بادشاہ کے قتل پر آمادہ کیا اور خود دو محافظوں کو ہلاک کیا۔ جب اس کا خاوند بادشاہ بن گیا۔ تو وہ بڑی مضطرب رہنے لگی۔ آخرکار پاگل ہو کر مرگئی۔

[2] گرٹروڈ۔ ہملٹ کی ماں تھی۔ جو شیکسپیر کا مشہور ڈرامہ ہے۔ اپنے خاوند شاہ ڈنمارک کو مروا کر اس کے بھائی سے شادی کرلی۔ مگر اتفاق سے زہر کا پیالہ پی کر مرگئی۔ جو ہملٹ کے واسطے تیار کیا گیا تھا۔

نیرو کو اس سے بہتر مشیر کہیں نہیں ملیگا۔ اس کے صلاح مشورہ سے وہ ایسے محل کر کے تخت پر متمکن ہو جائیگا + شاید سنیکا کی شادمانی اور راحت فاقی کے واسطے بہتر ہوتا۔ اگر وہ کارسیکا سے نکل کر خوں آلودہ فرش دربار پر شہر رومہ میں قدم نہ رکھتا۔ تاہم اس کی صفائی میں اتنا کہنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ کہ ایک اور رومی سردار بھی تھا۔ جس کا نام افرانیوس بروس تھا۔ اور نہایت کھرا اور صاف آدمی تھا۔ اگرپینہ کی نظر عنایت سے ایک بڑے عہدے پر مقرر ہوا تھا۔ یہ آدمی سنیکا کے ساتھ تمام خطروں اور ذمہ داریوں میں شریک ہونے کو آمادہ تھا۔ یعنی نیرو کا دوسرا اتالیق مقرر ہوا۔ سنیکا کو اول روز سے سازشوں کے خطہ میں رہنا پڑا + اُسے اگرپینہ کے طرفداروں کے جتھے میں شریک ہونا پڑا ہوگا۔ جو نرسیسوس کے فریق کے جانی دشمن تھے۔ وہ اپنی خلاف مرضی اُن کارروائیوں میں شریک ہونے کو مجبور رہا ہوگا۔ جو اُس نے نیرو کو شہنشاہ کا متبنّٰی بنائے جانے کے لئے اختیار کی ہونگی۔ اُس نے اگرپینہ کو متکبرانہ نخوت اور مغرورانہ بے تکلفی کے ساتھ ایسی چالیں چلتے دیکھا ہوگا۔ جس سے یہ امر واضح ہوئے بغیر نہ رہیگا کہ اس کی آنکھ تاج و تخت پر ہے + اس پر یہ بھی ظاہر ہوگیا ہوگا کہ میری عقل روشن اُس عورت کی خدمتگزار ہے۔ جس کی فطرت میں حرص و ہوس ظلم و تعدی مکروفریب اور بدکاری و عیاشی اُس انتہا پر پہنچ گئی تھی جسکی نظیر خدا ناآشنا اور بُت پرست دُنیا میں نہیں ملتی۔ سنیکا کی حیات کا مابعد کا حصہ صرف ایک معذرت نامہ ہے۔ جو کچھ اُس نے دربار میں رہ کر کیا اس کی تعریف نہیں کیجا سکتی۔

شہنشاہ یہ خیال کئے بغیر نہ رہا ہوگا۔ کہ اگرپینہ مجھے ایک ایسی بیوی ملی ہے۔ جو مسلینہ سے بڑھکر بدکار۔ فتنہ ساز اور سخت گیر ہے۔ مسلینہ کلاڈیوس کے یار دوستوں سے کوئی تعرض نہ کرتی تھی۔ اُس نے اسے نقصان قیصری سے محروم نہیں کیا تھا۔ اور محلوں کے اندر ایسے ستم نہیں توڑے تھے۔ جو عورت ذات کے بالکل شایاں نہیں ہیں۔ اور اپنے بچوں کو نیک بخت ماں کی طرح سب سے زیادہ عزیز رکھتی تھی + نرسیسوس نے جلد ہی شہنشاہ کو مطلع کردیا کہ

اگرتپنہ ویسی بے وفا اور پُردغا ہے۔ جیسی مسلینہ تھی۔ کلاڈیوس کے کلیجے میں ایک چھری سی چلی۔ کہا جاتا ہے۔ اُس نے اُس وقت دانت پیسکر کہا۔ یہ میری قسمت میں بدا ہے۔ کہ پہلے میں اپنی بیویوں کی حرام کاریوں اور بدذاتیوں کو چُپکے چُپکے برداشت کروں۔ پھر اُن سے ایک دم انتقام لوں + اگرتپنہ کے جاسوس دربارِ شاہی میں ہر جگہ مقرر تھے۔ اُنہوں نے فوراً اسے مطلع کیا۔ اُس نے بڑی دانائی اور تیز فہمی سے جو گنہگار ضمیر کے تازیانوں سے بہت تیز ہو گیا تھا۔ دیکھا کہ شہنشاہ میرے ساتھ شادی کرنے اور میرے نورِ نظر کو متبنّیٰ بنانے سے پچھتاتا ہے۔ اگر مقصود حاصل کرنا ہے۔ جو مدت سے مدنظر تھا۔ تو بلا توقف کام کرنا چاہئیے ہمیں یہ اُمید کرنا چاہئیے۔ کہ سنیکا اور بروس اُن وسائل سے بالکل لاعلم تھے جو اُس نے اپنی مطلب برآری کے لئے اختیار کئے تھے + قسمت نے اگرتپنہ کی مدد کی۔ خوفناک نرسیسوس جو اس کے مہلک منصوبہ میں سب سے بڑی ٹھوکر تھا۔ مرض نقرس کی جھپیٹ میں آگیا۔ اگرتپنہ نے اس کے طبیب کو رشوت دیکر اسے علاقہ سن یوسہ واقع صوبہ کمپنیا میں علاج کے واسطے بھجوا دیا۔ راستہ صاف ہو گیا اور اُس نے اپنے ارادے کو تکمیل تک پہنچانے کی کارروائی شروع کر دی + اُس نے شاہی غلام کو اپنے ساتھ گانٹھ لیا۔ جس کا فرض منصبی شہنشاہ کا کھانا چکھنا تھا۔ آیا اس میں زہر تو نہیں ملایا گیا ہے۔ اور شاہی حکیم زنوفن کو اپنے ارادے سے مُطلع کر دیا۔ اور لوکسٹہ سے مشورہ لیا جو ہر قسم کے زہروں کی ماہیت اور انکے خواص سے خوب ماہر تھی۔ اگرتپنہ نے اس سے کہا۔ ایسا زہر دینا چاہئیے جس سے نہ تو فوری اثر ہو۔ جس سے زہر خورانی کا شُبہ ہو۔ اور نہ ایسا سُست اثر ہو۔ جس سے بادشاہ کو اپنے بیٹے برٹانی کس کے واسطے کچھ کرنے کا موقع ملے۔ بلکہ ایسا زہر ہو جس سے اس کی عقل میں فتور تو آجائے۔ مگر فوری موت واقع نہ ہو۔ کلاڈیوس لذیذ کھانوں کا بڑا شائق تھا۔ اس وجہ سے اسے زہر دینا بہت آسان تھا۔ چنانچہ کھمبیوں کی ترکاری میں ملایا گیا۔ جس کا وہ حد درجہ کا شوقین تھا۔ اگرتپنہ نے اپنے ہاتھ سے عمدہ عمدہ کھمبیاں چھانٹ کر دیں۔ کھاتے ہی

طاقت سے محروم ہوگیا۔ علاوہ ازیں اُس وقت حسبِ معمول نشہ میں بھی تھا۔ نوکر اُٹھا کر خواب گاہ میں لے گئے۔ کسی کو کسی قسم کا شک نہ گزرا۔ تھوڑی دیر کے بعد سخت قسم کا دردِ جگر پیدا ہوا۔ اگرپنہ کو یہ اندیشہ ہوا۔ کہ قولنج اور شراب سے زہر کا اثر زائل اور بے تاثیر ہوجائیگا۔ مگر وہ بڑی سنگدل عورت تھی۔ چوکنے والی نہ تھی۔ اور یونانی الاصل حکیم زنوفن بھی اس کے آڑے آیا۔ وہ خوب جانتا تھا کہ اگر ایسی سازش ناکام رہی۔ تو جان جوکھوں میں پڑجاتی ہے۔ اور اگر اس میں کامیابی ہوئی تو لاکھوں کے وارے نیارے ہیں۔ ایک پَر پر میٹھا مگر مہلک زہر لگاکر شہنشاہ کی حلق میں لگایا اور یہ ظاہر کیا اس سے قے ہوجائیگی۔ زہر کا اثر ہوا۔ اور قیصر کلاڈیوس طلوع آفتاب سے پیشتر ہی ڈھیر ہوکر رہ گیا +

تاریخ کے مطالعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ طرقی نیوس پرِس کُس کے زمانہ سے لیکر چارلس دوم شاہ انگلستان (جس کا ۱۶۸۵ء میں انتقال ہوا تھا) کے زمانہ تک عموماً یہ دستور تھا کہ جب تک حکمران متوفی کی جانشینی کی بحث و تمحیص بخوبی نہ ہولیتی۔ اس کی موت کا اعلان نہ کیا جاتا۔ اس واسطے کلاڈیوس کی وفات پوشیدہ رکھی گئی۔ اگرپنہ کے معتبر طرفداروں کے سوا کسی اَور کو اندر آنے جانے کی اجازت نہ تھی۔ تکیہ لگاکر اس کا دھڑ بستر پر اُٹھایا گیا۔ اور ایکٹر بُلائے گئے۔ تاکہ وہ اس کا جی بہلائیں۔ باہر یہ مشہور کیا کہ شہنشاہ کی حالت روبصحت ہے۔ اگرپنہ خود بڑی ہوشیاری سے بری ٹانی کس اور اس کی دونوں بہنوں اکٹیویہ اور انٹونیہ کی نگرانی کرتی رہی + آٹھ آٹھ آنسو روتی اور ان بچوں کو اپنے سینہ سے لگاتی تھی۔ گویا اس پر کوہ الم ٹوٹ پڑا ہے۔ بری ٹانی کس کو اپنے پہلو سے الگ نہ ہونے دیا۔ اسے بوسے دیکر کہتی تھی "یہ اپنے باپ کی ہو بہو تصویر ہیں" گویا اسے دیکھکر اپنے دل کو تسلی دیتی ہے + اسے اپنے کمرے سے باہر نہ نکلنے دیتی تھی۔ اس طرح تمام دن گزر گیا۔ اور وہ ساعت آئی۔ جو خالدی نجومیوں کے نزدیک نیرو کی شہنشاہی کے اعلان کے واسطے نیک اور مبارک تھی +

دوپہر ہوئی۔ محلوں کے دروازے کھول دئے گئے۔ اور نیرو برّوس کو

ہمراہ لیکر باہر نکلا۔ اور پریٹیر (حاکم عدالت) کے دستہ کی طرف گیا۔ جو اس وقت پہرہ پر متعین تھا۔ اپنے افسر کے حکم سے اُس نے اس کا دھوم دھامی خیر مقدم کیا۔ صرف چند چھوٹے افسر ایسے تھے۔ جو برِی ٹانی کس کی آمد کے منتظر کھڑے تھے۔ چونکہ وہ نظر نہ آیا۔ اور نہ کوئی اس کا طرفدار نکلا۔ اس واسطے وہ بھی مجمع کے پیچھے پیچھے ہو لئے۔ نیرو بڑے کرو فر کے ساتھ لشکر کے صدر میں پہنچایا گیا۔ واں اُس نے سپاہیوں کے سامنے ایک مختصر تقریر کی۔ اور انعام و اکرام کا وعدہ کیا۔ سپاہ نے اسے شہنشاہ تسلیم کر لیا۔ اور اس کے سامنے سجدہ کیا۔ سینٹ کے ممبروں نے بھی فوج کے انتخاب سے اتفاق کیا۔ صوبوں میں اتنا دم خم کہاں تھا۔ جو اس کے خلاف سر اُٹھاتے۔ اور کسی دوسرے کے سر پر تاج شاہی رکھے جانے کی کوشش کرتے ♦ سرکار سے حکم صادر ہوا۔ کہ متوفی شہنشاہ کو دیوتاؤں کے ساتھ شامل کر کے اس کی پرستش کی جاوے اور اس کی تجہیز و تکفین کی تیاریوں کا فرمان جاری ہوا۔ جس نے کرو فر اور شان و شکوہ میں شہنشاہ آگسٹس کے جنازہ کو سایہ میں ڈال دیا ♦ اور کلاڈیوس کی وصیت جس میں بلا شبہ برِی ٹانی کس کی تخت نشینی پر زور دیا گیا ہوگا۔ پھاڑ کر پھینک دی گئی ♦

جس روز نیرو تخت شہنشاہی پر متصرف و متمکن ہو چکا۔ تو شام کے وقت ایک سنتری آیا۔ اور پل ول یعنی خفیہ لفظ پوچھا۔ تو "آپ ٹامے ٹر" یعنی "مادر بہترین" بتایا جو اس کی فرزندانہ شکر گزاری کا مظہر ہے ♦

گیارھویں فصل

نیرو اور اسکا اتالیق

نوخیز نیرو کی تخت نشینی عام پسند ہوئی۔ جمہور نے نعرہ ہائے خوشی بلند کئے۔ جا بجا جشن منائے گئے۔ وہ آگسٹس کی عیاری۔ ٹبریاس کا غضب ناک کیاس کی جنون آمیز تندی۔ کلاڈیوس کے پیرانہ حمق سے سیر ہو گئے تھے۔ اس وجہ

سے اُنھوں نے ایک ذہین اور وجیہ نوجوان کی تخت نشینی پر اظہار خوشنودی و پسندیدگی کیا۔ جسکے خط و خال کی موزونیت میں رومی حسن کا ایک قابل قدر نمونہ مظہر تھا۔ اس کی ابتدائی زندگی میں ایسی بات نہ تھی جس سے کوئی بری فال لی جاتی اس واسطے سب فرقے اور گروہ تصور کرنے لگے۔ کہ نیرو کا عہد حکومت ہر طرح کے آرام و آسائش کے لئے تاریخ میں ہمیشہ مشہور رہیگا۔ کیا اچھا ہوتا۔ اگر نیرو عین عالم شباب میں مرجاتا۔ اور ان مظالم کا مرتکب نہ ہوتا جو اسکے نام سے منسوب کئے جاتے ہیں۔ اور جمہور کی سنہری اُمیدوں کو صدمہ نہ پہنچتا۔ جو اس کی فرمانروائی کے آغاز سے وابستہ کی گئی تھیں اسکی حکومت کے پہلے پانچ برس اعلےٰ ترین خوشحالی اور سکھ کے واسطے مشہور ہیں جن کا نفس انسانی تصور کر سکتا ہے۔ اگر حق پوچھو۔ تو اُس کا غیر فانی اُستاد سنیکا اس کی جگہ حکمران تھا۔ ٹراجن جیسے نیک خصال شہنشاہ نے بھی یہ تسلیم کیا تھا۔ کہ "کسی حکمران کی حکومت اس پنج سالہ فرماں روائی کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ خیال کیا جاتا ہے کہ یہ مختصر عہد بعد کے سالوں کی تاریکی اور تباہ حالی کے مقابلہ میں بہت شاندار اور اقبال آور ٹھیرتا ہے۔ لیکن قرائن سے عیاں ہے کہ اس قلیل میعاد میں بعض اسباب بہت امید افزا اور فارغ البالی کو بڑھانے والے تھے۔ نوعمر نیرو شروع میں بڑا نیک مزاج اور موم کی ناک تھا۔ جدھر سنیکا چاہتا اسے موڑ لیتا تھا۔ اس کی ابتدائی تقریریں جن کے اندر اس کے مشہور اُستاد کے خیالات کی رفعت اور طرز بیان کی لطافت جھلکتی ہے۔ شاندار، عمدوں سے مملو تھیں۔ اور سُننے والے یہ امید لگاتے تھے کہ وہ اپنے عہد حکومت میں بہت کچھ کر دکھائیگا۔ جن باتوں سے رعایا کو تکلیف پہنچتی اور اس کے حق میں مضر تھیں۔ ان کے استیصال کا اسکی طرف سے یقین دلایا جاتا وہ اپنے سامعین سے کہتا۔ کوئی عمدہ رشوت یا خوشامد سے حاصل نہیں ہوگا۔ جیسا کلاڈیوس وغیرہ کے زمانے میں ہوا کرتا تھا۔ میں اپنے فائدے کو سلطنت کی فلاح سے گڈمڈ نہیں کرونگا۔ میں

سینٹ کے قدیمی حقوق و مراعات کا پاس کرونگا۔ صوبوں کی حکومت اور سپاہ کی حالت کی میں خود نگرانی کرونگا۔ اس قسم کے وعدے اس کی تقریروں میں کیے جاتے تھے۔ جو کچھ اُس نے بعد میں کیا۔ اس سے وہ تمام وعدے وفا ہوئے۔ قابل تنفر درباری جاسوس جو پہلے حکمرانوں کے زمانہ میں اس قدر بڑھے گرفتار ہوکر سزایاب ہوئے۔ ذلت کے ساتھ نکالے گئے۔ عالی مرتبہ حکام پر جو نامناسب بار ڈالے گئے تھے۔ وہ ان سے سبکدوش ہوئے۔ سینٹ کے نالائق اور خوشامدی ممبروں نے اس کے چاندی سونے کے بُت جابجا نصب کرنے چاہے۔ مگر نیرو نے بڑی سختی سے انہیں ڈانٹا۔ گو سینٹ کی حالت بہت خراب تھی۔ تاہم اُس نے اس کے ساتھ مہربانی اور عزت کا برتاؤ رکھا۔ کیونکہ آخر کار وہ باضابطہ حکومت کی قائم مقام تھی۔ حکام اور رؤسائے دربار کئی قسم کی پابندیوں سے آزاد ہوئے۔ اور جمہور نے جور و ظلم سے رستگاری حاصل کرکے آزادی کی ہوا کھائی۔ جو لوگ اپنی بدکرداری اور بدذاتی کے واسطے نہایت بدنام تھے صرف انہیں سزائیں دی گئیں۔ اور وہ بھی ضابطہ سے۔ یعنی جب اچھی طرح ان کا جرم ثابت ہو جاتا تو سزا تجویز کی جاتی۔ اور کیفر کردار کو پہنچتے۔ علاوہ ازیں سنیکا نے اپنے شاگرد عالی جاہ کی نسبت ایک خوشگوار قصہ شائع کرایا تھا۔ جسکی ہردلعزیزی میں اضافہ کثیر ہوا۔ اور وہ یہ تھا کہ ایک شخص کو پھانسی کی سزا دی گئی۔ نیرو کے پاس حکمنامہ دستخط کے واسطے لایا گیا۔ کہنے لگا " کاش میں لکھنے سے ناواقف ہوتا"۔ یہ سب مانتے ہیں۔ کہ یہ پنج سالہ خوشحالی۔ نیک دل برُوس کے استقلال اور سنیکا کی دانشمندانہ مشورت کی طفیل سے ظہور میں آئی تھی۔ جس کے واسطے ان کی جتنی تعریف کی جاسے۔ اور جتنا شکریہ ادا کیا جاسے۔ کم ہے۔ کیونکہ ان کا کام کسی طرح آسان نہ تھا۔ ایک بڑی دقت یہ تھی کہ ان کے شاگرد ذی شان کا کیرکٹر بڑا بے ڈھب اور انگھڑ تھا۔ دوسری قباحت یہ تھی کہ نوعمر حکمران کو اُس زمانہ کی سب سے بڑی سلطنت کا مالک مطلق العنان تھا۔ اپنی مرضی کے مطابق راہ راست پر چلانا بڑا ہی نازک کام تھا تیسری مشکل یہ تھی کہ اگرپنہ اور اسکے زبردست

طرفداروں کو ہمیشہ طرح طرح کی سازشوں میں لگے رہتے تھے۔ قابو میں رکھنا ٹیڑھی کھیر تھی۔ اس ناپاک عورت نے یہ خیال کرنا شروع کر دیا تھا کہ میں نے جتنی بُرائیاں کی ہیں۔ وہ اپنے بیٹے کی بہتری کے واسطے کی گئی نہیں۔ مگر اسکے طرز عمل سے یہ عیاں ہوتا تھا کہ بیٹے کو صرف کٹھ پتلی بنا کر اپنی مرضی کے مطابق سلطنت کا کاروبار نپٹانا چاہتی ہے۔ وہ نیرو پر حکومت کرنا چاہتی تھی۔ اور اسکے واسطے سنیکا سے ہر قسم کی اعانت کی متوقع و منتظر تھی۔ وہ پالکی میں سوار ہو کر اسکے ساتھ باہر جاتی تھی۔ اس سے بالا بالا سلاٹوس کو زہر دلوا دیا۔ نرسیوس کو اس کی خلاف مرضی خودکشی کرنے پر مجبور کیا۔ اپنے اثر و دبدبے سے کام لیکر گاہے گاہے سینٹ کے اجلاس محلات شاہی کے اندر منعقد ہوتے تھے۔ اور جو کچھ وہاں ہوتا۔ ایک پردہ کے پیچھے چھپ کر ایک ایک لفظ سُن لیتی۔ ایک دفعہ جب نیرو ملک آرمینیا کے ایلچی سے دربار میں گفتگو کر رہا تھا۔ تو پچھلے کمرے سے یکایک برآمد ہوئی۔ اور اسکے برابر جا بیٹھی۔ امیر وزیر حیرت زدہ رہ گئے۔ مگر سنیکا نے بڑی ہوشیاری اور معاملہ فہمی سے کام لیکر نیرو سے کہا۔ آپ اُٹھکر ملکہ کو سجدہ کیجئے۔ اور اس طرح اسے رفت گزشت کر دیا۔ ورنہ بڑی چہ میگوئیاں ہوتیں۔ اور عام میں فضیحت ہوتی۔ سنیکا سے نیرو کی تعلیم میں شروع سے ایک سخت غلطی سرزد ہوئی تھی۔ وہ یہ تھی کہ ہر مرتبہ رعایت ملحوظ خاطر رکھتا۔ اور یہ اصول شاگرد کے حق میں سخت مضر ثابت ہوتا ہے۔ نیرو جوہر عقلی سے خالی نہ تھا۔ اس کی طبیعت کو شعر و سخن سے خاص مناسبت تھی۔ اُسکے بنائے ہوئے اشعار جو اب تک موجود ہیں۔ نزاکت خیال اور لطافت بیان پر دلالت کرتے ہیں۔ مگر ان سے کوئی خاص مقصد ظاہر نہیں ہوتا۔ سنیکا کو چاہئے تھا۔ کہ اسے اپنے فلو پر سوچنے اور غور کرنے کی ہدایت کرتا۔ مگر اس کی بجائے جس نے اسے لغویات مثلاً نقاشی۔ موسیقی۔ رقص اور گاڑی چلانا وغیرہ میں اپنی طاقت عقلی ضائع کرنے دی۔ اس نے شاید یہ مناسب سمجھا تھا۔ کہ ایسی لغویات میں وقت صرف کرنے سے وہ بڑی بڑی

شرارتوں سے باز رہیگا۔ لیکن اگر وہ ایک اعلیٰ مقصود سامنے رکھکر نیرو کو اسکی طرف متوجہ اور مائل کر دیتا۔ تو اہل روم اُن پُرذلت نظاروں کو نہ دیکھنے پاتے جو یونان اور روم کے تھیٹروں میں بعد ازاں دیکھنے میں آئے تھے۔ پس یہاں سے یہ ظاہر ہوا کہ تعلیم اعلےٰ میں کبھی بدتر کی جگہ بدتفریح لڑکے کے واسطے روا نہ رکھو +

ں کے متعلق یہ بات نظرانداز نہیں کرنا چاہیئے۔ کہ سنیکا نے اپنے عالی مرتبہ شاگرد کو صرف ایسی تفریحوں اور باتوں سے دل بہلانے کی اجازت دی جو اسکے نزدیک نہ تو اچھی تھیں اور نہ بُری۔ اور یہ غلطی صرف رائے کی تھی۔ نہ کہ کسی اخلاقی کمزوری اور کوتاہی سے واقع ہوئی تھی +

تاہم یہ ظاہر ہے کہ نیرو کو اس نقص تعلیم سے بہت نقصان اُٹھانا پڑا تھا۔ اس کی عقلی تربیت میں بڑا رخنہ واقع ہوا تھا۔ پہلے بیان ہو چکا ہے۔ کہ پہلے پہل اُس نے سینٹ میں جو تقریر کی تھی۔ اس میں سنیکا کی صنعت گری اچھی طرح ظاہر تھی۔ اور بہتوں نے آہ سرد کھینچ کر کہا۔ یہ پہلا موقع ہے کہ شہنشاہ روم نے اپنے اصل خیالات اور الفاظ سے مخاطب نہیں کیا۔ ٹبریاس فصاحت سے تقریر کرنے پر قادر تھا۔ کلاڈیوس عالم اور بڑا شائستہ تھا۔ کلی گولا بھی خوب زور شور سے تقریر کرنے کی اہلیت رکھتا تھا۔ گو وہ مجنون اور کینتا خرد آدمی تھا۔ لیکن نیرو کی جوانی فضول و لاطائل مشاغل میں صرف ہوئی۔ جس کی وجہ سے وہ عقل کی تعلیم اور نشو و نما سے بہرہ یاب نہ ہو سکا +

اسکے شاگرد نے بعد میں جو وطیرہ اختیار کیا تھا۔ اس سے سنیکا کی نیکنامی پر بڑا سخت حرف آیا۔ اسی وجہ سے مشہور رومی مورخ ٹیسی ٹس نے اسکا ذکر اپنی تاریخی تصانیف میں بہت کم کیا ہے۔ نیرو کے اُستاد نے جو طریقہ تعلیم اسکے واسطے اختیار کیا تھا۔ وہ قابل تعریف نہ تھا۔ اگر اس پر بے لاگ نظر ڈالی جاے تاہم سنیکا کو اپنے جلیل القدر شاگرد کی ظلم رانیوں۔ ستمگاریوں اور بداخلاقیوں کے واسطے ذمہ وار گردانا انصاف و عقل سے بعید ہے۔ یہ امر کبھی نظرانداز

نہیں کرنا چاہیئے۔ اور اُس سے سنیکا کی دائمی شہرت کو بھی تقویت پہنچتی ہے کہ واقعات کی شہادت۔ معاصرین کی آرا۔ اور ٹیسی ٹس کی پُرعناد طرز تحریر سے یہ عیاں ہے کہ نیرو کے عہد حکومت کے اوائل میں جو عمدہ انتظام ہوئے تھے وہ اس کے فلاسفر استاد کی نیک صلاح سے عمل میں آئے تھے۔ اور برُ دس اس پر وثوق کلی رکھتا تھا۔ اُسی کی کوششوں سے اگرتپنہ اپنی بہت سی خونریزیوں اور ظلم کاریوں سے باز رہی تھی۔ نیرو کے واسطے اُس نے جو تقریریں تیار کی تھیں وہ تخیّل کی پرواز اور لطافت بیان کے واسطے خاص شہرت رکھتی ہیں۔ جب تک سنیکا تمام اختیار اور اقتدار سے محروم نہ ہوگیا۔ نیرو اپنے وحشیانہ جور و ظلم سے باز رہا۔ اس کے بعد وہ کُھلم کھلا بدعنوانیوں پر اُتر آیا۔ اور اس وحشت اور بہمیت کا ثبوت دیا۔ جو اس کی فطرت میں عرصہ سے پنہاں تھی۔ ایک پُرانے مصنّف نے ایک روایت یہ لکھی ہے کہ سنیکا نے بہت جلد معلوم کرلیا کہ نیرو کی طبیعت میں بیرحمی اور سنگدلی ہے۔ جس کا استیصال محال ہے۔ وہ اپنے دوستوں سے کہا کرتا تھا۔ "جب شیر ببر کو انسان کے خون کا چسکا پڑجاتا ہے۔ تو اس کی جبلی خونخواری متحرک ہوجاتی ہے"۔

ان وجوہ پر ہم سنیکا کی تعریف کرتے ہیں۔ اور اس کے ارادہ کو نیک اور پاک سمجھتے ہیں۔ مگر ہم یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتے۔ کہ یہ اس کی قوت فیصلہ کا نقص ہے۔ کہ اُس نے تجربہ کا نظام اخلاق دانستہ اختیار کیا تھا جسکی وجہ سے وہ اپنے شاگرد کے اخلاق کو شستہ بنانے میں ناکام رہا۔ اسی کی وجہ سے اُس نے اپنی زندگی میں اس قدر تکلیف اور مصیبت جھیلی تھی۔ نیرو ایک خودپسند اور بے اصول لڑکا تھا۔ اس کے والدین بہت بُرے لوگ تھے۔ وہاں کی ساری ہوا بگڑی ہوئی تھی۔ جہاں وہ رہتا تھا۔ ہم نہیں کہہ سکتے کہ ایسی حالت میں نیرو تعلیم و تربیت کے اثر سے بہتر آدمی بن سکتا تھا۔ اگر سنیکا اس کی پڑھائی کا ذمہ دار نہ ہوتا۔ تو بلاریب اس سے کہیں زیادہ عزت و

حرمت نصیب ہوتی۔ اگر وہ نیرو کو استقلال اور عقلمندی سے تعلیم دیتا جیسے سقراط[1] نے کیا تھا۔ تو وہ (نیرو) السبیادس[2] سے بدتر ہرگز نہ ہوتا اگر وہ اپنے شاگرد کے سامنے بہترین نمونہ رکھتا۔ اور مقدور بھر اسے بُری ترغیبوں اور میلانوں سے روکتا۔ تو ممکن تھا اپنے ارادوں میں کامیاب ہوجاتا۔ اور اپنے کو بنی آدم کی عام شکرگزاری کا مستحق ٹھیرا دیتا۔ اگر اس میں ناکام رہتا تو اس میں بھی ایک قسم کی شان اور عزت ہوتی۔ اس کے عالی مرتبہ شاگرد کی اگر محبت اس کی عزلت نشینی میں اس کے ہمراہ نہ جاتی۔ تو اس کی عزت ضرور اس کے پیچھے پیچھے رہتی۔ نہیں۔ اگر اس شاندار کوشش میں سنیکا کی جان بھی ضائع ہوجاتی۔ تو اس کے اور نیز بنی نوع انسان کے واسطے بہت ہی اچھا ہوتا۔ ہومر کہتا ہے "گناہ کی زندگی بسر کرنے سے مرجانا بہتر ہے" بہرحال مطالعہ اور مشاہدہ سے اسے معلوم ہونا چاہئے تھا۔ کہ جب لڑکے کے ساتھ تعلیم میں سختی کا برتاؤ نہ کیا جائے اور ہر موقع پر اس کے میلان طبع اور اسکے ذوق کی رعایت کی جائے تو اس میں ضرور ناکامی ہوگی۔ کیونکہ اس طریقہ تعلیم میں قانون جزا و سزا سے چشم پوشی کی جاتی ہے۔ جو افراد اور اقوام کی تواریخ سے بخوبی عیاں ہوتا ہے۔ جو تعلیم سنیکا نے نیرو کو دی تھی۔ وہ کئی اعتبار سے

---

[1] سقراط (Socrates) یونان اور نیز زمانۂ قدیم کا مشہورترین اور سب سے بڑا فلاسفر ۴۶۹ ق۔م میں ایتھنز میں پیدا ہوا تھا۔ سب کو تعلیم دیتا تھا جو اس کے پاس جاتے ۳۹۹ ق۔م میں اس پر شہر ایتھنز میں یہ الزام لگایا گیا۔ کہ اس نے جوانوں کو اپنی تعلیم سے خراب کیا اور پرانے دیوتاؤں کی جگہ نئے کھڑے کرنا چاہتا ہے۔ اس نے دوران مقدمہ میں راستبازی اور ایمانداری سے کام لیا۔ آخرکار اسے زہر ہلاہل کا پیالہ پینا پڑا۔ افلاطون اور زنفان کی تصانیف میں اس کا فلسفہ پایا جاتا ہے +

[2] السبیادس Alcibiades ایتھنز کا جنرل جو وجاہت ذاتی۔ بہادری۔ تدبر۔ تموّل اور اوباشیوں کے واسطے مشہور تھا۔ ارسطو کا شاگرد تھا۔ جسکی تعلیم اور نمونہ سے وہ اپنی بدکاریوں سے باز رہا۔ ۴۰۴ ق۔م میں جل کر مرگیا + مترجم

بہت اعلےٰ اور قابل تعریف تھی۔ مگر اس میں شاگرد کے مذاق کا لحاظ کرنے سے ایک قسم کا نقص پیدا ہو گیا تھا۔ کیونکہ اس کی رعایت کرنے سے خرابیاں پیدا ہوتی ہیں۔ اور انہیں برداشت کرنے کے سوا کوئی چارہ باقی نہیں رہتا۔ جب ایک بدی کو دخل دیا جاتا ہے تو اس کے بعد اور چلی آتی ہیں۔ اگر ایک دفعہ اغماض کرینگے تو بار بار کرنا پڑیگا۔ نیرو کے لڑکپن کے زمانہ کی تعلیم اور اس کی شباب کی آزمائشوں میں اُس نے اس مہلک اصول پر عمل کیا تھا۔ "اگر جنگلی جئی نہ بوئی جاتی۔ تو زمین شاذ ہی اُس دانہ سے خالی رہتی جس سے انسان کی پرورش ہو سکتی ہے"۔ جنگلی جئی بھی اناج ہے۔ جس سے آدمی کی زیست قائم رہ سکتی ہے۔ اگر فطرت انسانی کے بہترین خواص تعلیم و تربیت سے ظہور میں نہ آئینگے۔ تو البتہ جبلی بدی ظاہر ہوگی۔ اور اسے بھگتنا پڑیگا۔ زندگی بے پھل نہ رہیگی۔ اچھے بُرے پھل ضرور آئینگے +

اس قسم کی تعلیم سے جو نتائج برآمد ہوتے ہیں۔ ان کی بابت ہر ایک مسیحی پیش گوئی کر سکتا ہے۔ ضرب المثل مشہور ہے۔ "بچہ آدمی کا باپ ہے"۔ "جدھر ٹہنی جھکاؤ۔ درخت اُسی طرف جھک جاتا ہے"۔ بچپن میں جو اثرات طبیعت پر پڑتے ہیں۔ انہی کے مطابق کیرکٹر رخ پکڑتا ہے۔ بچہ کو دیکھکر کہہ سکتے ہیں کہ وہ شباب میں کیسا آدمی ہوگا۔ بچے کا دل نرم و نازک ڈالی کی مانند ہے۔ جس طرف چاہو۔ موڑ لو۔ اور اسے کوئی صورت۔ انسان کی سیرت اسی طرح بنتی اور خاص میلان اختیار کرتی ہے +

اس سچائی سے اسلاف بھی واقف تھے۔ مگر مختلف صورت میں چنانچہ ہوریس کہتا ہے۔ "جو چیز نئے پیپے کے اندر ڈالو۔ اس کی بدبو مدت تک قائم رہتی ہے"۔ کوئن ٹلیان اُن اثرات مذمومہ کا ذکر کرتا ہے۔ جو رومی بچوں کے گرد و پیش رہتے تھے۔ "پہلے ان سے واقفیت پیدا ہوتی ہے۔ پھر وہ ان کی طبیعت کا جزو بن جاتے ہیں"۔ یعنی پہلے وہ ان بدیوں کی ماہیت سے آشنا ہو جاتے ہیں۔ پھر رفتہ رفتہ ان کی سیرت کو متاثر کرتے ہیں +

سنیکا نے آپ اس اصول پر سب سے زیادہ زور ڈالا ہے۔ جیسا اُس کے خطوط سے جو اُس نے بدگوئی پر لکھے تھے۔ ظاہر ہے یہ ان آدمیوں کی گفتگو بڑی ضرر رساں ہے۔ اگر اس سے براہ راست نقصان فوری نہ بھی پہنچے۔ تو بھی دل میں اس کی تخم ریزی ہو جاتی ہے۔ اور جب ہم بدگو سے دُور چلے جاتے ہیں۔ تو بھی وہ ہمارے ساتھ جاتی ہے۔ یہ ایک قسم کا مہلک مرض ہے۔ جو کچھ عرصہ تک خاموش پڑے رہنے کے بعد جانبر ہو جاتا اور بربادی ڈھاتا ہے۔ جیسے سُننے کے بعد خوش آہنگ گیت اور اس کا میٹھا سر کانوں میں گونجتا رہتا ہے۔ اور ہمارے تخیل کو دوسری طرف جانے سے روکتا ہے۔ ویسے ہی خوشامد گوؤں اور بدزبانوں کی باتیں کانوں میں اثر رکھتی ہیں۔ اور جلد محو نہیں ہو جاتی ہیں۔ شیریں آواز جو روح پر گہرا خوشگوار اثر ڈالتی ہے۔ دور نہیں کی جا سکتی جہاں جاتے ہیں۔ یہ ہمارے پیچھے جاتی ہے۔ اس کی یاد گاہے بگاہے آکر بے چین کرتی ہے۔ اس واسطے اپنے کان بُری باتوں کے خلاف بند کرنے چاہئیں۔ جب فحش کلمہ سنو۔ فوراً اپنے کانوں میں روئی بھر لو۔ کیونکہ جب وہ ایک مرتبہ اندرونی پردوں پر جا کر قبضہ حاصل کر لیتے ہیں۔ تو وہ جاگزیں ہو کر تقویت حاصل کر لیتے ہیں۔" جس شخص کے دماغ سے مذکورہ بالا خیالات نکلے تھے۔ وہ نہ صرف اپنے ذوالاقتدار شاگرد کی خوشامد کرتا تھا۔ بلکہ اس پر یہ الزام لگایا جاتا ہے۔ کہ اُس نے جان بوجھ کر اسے ایک آزاد عورت کے تعشق کی جرأت دلائی تھی جس میں پڑ کر وہ برباد ہوا۔ اُس وقت سنیکا کا یہ فرض تھا۔ کہ وہ نیرو کو یاد دلائے کہ وہ اپنی بے قرار محبت کو اک محبوبہ سے وابستہ کرے۔ جس سے اس کی شادی ہونے والی تھی۔ اور جس سے اسکے غصب تاج و تخت کو ایک قسم کا جواز نصیب ہونا تھا۔ مگر شہزادے اپنی بیویوں کو بہت کم محبت کرتے ہیں۔ جنکی طفیل ان کے رتبہ کو عروج حاصل ہوتا ہے۔ ہنری ہفتم نے الزبتھ شاہزادی یارک کے ساتھ کئی قسم کی بدسلوکیاں روا رکھی تھیں۔ نیرو کو اوّل روز سے اپنی منسوبہ سے سخت نفرت تھی۔ بالآخر

اسے قتل کرا کر دم لیا۔ اسے یہ اندیشہ تھا کہ وہ ڈرپوک ہونے کی وجہ سے سازش کرنے والوں کے ہاتھ میں کٹھ پتلی بن جائیگی + قرائن سے نہیں پایا جاتا کہ سینکا نے اسے اپنے اعلےٰ فرائض شوہر کی طرف متوجہ کیا تھا۔ برعکس اسکے یہ عیاں ہے کہ اُس نے ذلیل معاون کا پارٹ ادا کیا۔ اور ذلت انگیز عشق بازی میں اتھو جیسے اوباشوں کا ہمراز و ہمدم بنا۔ ایسا طرز عمل جو ایک درباری کی بے عزتی و بدنامی کے واسطے کافی ہے۔ اسٹوئک فلاسفر کی شان کے کسی طرح شایاں نہیں ہے۔ مگر جس اصول سے وہ تحریک پذیر ہوتا تھا۔ وہی ہے جس کا ہم ذکر کر چکے ہیں۔ یعنی اخلاقی اصول رعایت۔ بدی کرنے کی اجازت اس غرض سے دینا کہ اس سے بدتر خرابیوں کا انسداد ہو جائیگا۔ یہ عجیب بات نہیں ہے کہ سینکا نے اس میں غلطی کی۔ کیونکہ اُس کی زندگی اصول رعائت کے تابع تھی۔ اُس نے اپنی زندگی کا یہ مقصد ٹھیرا رکھا تھا۔ کہ عہد قیاصرہ میں مدبر اور فلاسفر دونوں بنے۔ حالانکہ یہ کام اُس زمانہ میں ناممکن کے قریب قریب تھا۔ اسے اس بات پر بڑا ناز تھا۔ کہ میں نہ صرف فلاسفر ہی ہوں۔ بلکہ دنیاوی معاملات میں بھی ماہر ہوں۔ جسکا انجام یہ ہوا کہ وہ نہ دُنیا دار رہا۔ اور نہ حکیم باعمل ہوا۔ جسکے قول و فعل میں موافقت ہو +

یہ قول جیسا اس وقت صادق آتا ہے۔ ویسا اُس دُور اُفتادہ بت پرست زمانہ پر بھی عاید ہو سکتا ہے۔ کہ انسان یا تو خُدا کی خدمت کرے یا دولت کی دُنیا دار ہو۔ یا دیندار بنے۔ جو آدمی دو کشتیوں پر سوار ہوتا ہے یا دو گھوڑوں پر ایک ساتھ چڑھنا چاہتا ہے۔ وہ برباد ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا +

زینو اور انٹس طینس کی طرح فرض کی بابت اعلےٰ خیال قائم نہ کر سکا۔ اس واسطے وہ نیرو کے زمانہ کے بعض خوفناک واقعات میں اُلجھ گیا۔ وہ پاکیزگی اور عصمت کے قاعدے کو مصلحت موقع کے تابع کر دیا کرتا تھا جو اس کی تعلیم اور عمل کے تناقض و اختلافات پر دال ہے۔ اور اس سے اسکی شہرت کو صدمہ پہنچا +

ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں کہ انتقام (Nemesis) جو کچھ عرصہ سے اگرپنہ کے پیچھے دبے پاؤں پھر رہا تھا۔ عین وقت پر ابس کے سر پر جا دھمکا۔ جب اس کی مراد دلی حاصل ہونے والی تھی۔ تخت نشین ہونے کے تھوڑا عرصہ بعد ہی نیرو اپنی ماں کی حکمرانیوں سے پریشان ہونے لگا۔ جس نے اپنے واسطے "آگسٹا" کا لقب تجویز کرلیا تھا۔ اکٹی کو جس سے نیرو کو سخت محبت تھی۔ اگرپنہ اپنے اقتدار کے پھیلاؤ کے لئے ایک اہم رکاوٹ خیال کرنے لگی۔ اس واسطے اسے طعن و تشنیع سے حیران کرڈالا۔ بعد میں اس سے مجبور ہوکر وہ ایک سخت فعل مذموم کا مرتکب ہوا۔ برٹانی کس سے جو کلاڈیوس کا لڑکا تھا۔ اور اسکی بہن اکٹیویہ سے زیادہ بدظن تھا + بادشاہ اُن لوگوں کی طرف سے طبعاً سخت اندیشناک رہتے ہیں۔ جنہیں تخت کا کسی قسم کا حق پہنچتا ہو۔ اور ان سے سختی کا برتاؤ کرتے ہیں + آلزبتھ ملکہ انگلستان نے میری ملکۂ اسکاٹلینڈ (میری اسٹوارٹ) سے کیسا برتاؤ کیا تھا؟ برٹانی کس سے کسی قسم کی محبت کرنا گویا گناہ کبیرہ کا مرتکب ہونا تھا۔ جو نوکر اس سے وفاداری کرتا اسے فوراً برطرف کیا جاتا۔ اس برتاؤ سے ظاہر تھا کہ اس کا کیا حشر ہونے والا تھا۔ اگرپنہ کے غضب سے اس میں عجلت ہوئی۔ وہ کہتی میں برٹانی کس کو ہمراہ لیکر لشکر گاہ میں جاؤنگی۔ جسے تاج و تخت سے محروم کردیا گیا ہے۔ مگر وہ اب بالغ ہے اور شاہی فرائض ادا کرسکتا ہے۔ پھر میں دیکھونگی تیز زبان سنیکا اور اس کا دوست بروس کلاڈیوس کے بیٹے (برٹانی کس) میرے مقابلہ میں کیا کرینگے۔ اس سے نیرو بہت گھبرایا۔ کیونکہ طبعاً بزدل تھا۔ انہی دنوں میں ایک واقعہ وقوع میں آیا تھا۔ جس سے وہ اور بھی خائف ہوا۔ اور ظاہر ہوا۔ کہ برٹانی کس میں بزرگوں کی روح ہنوز موجود ہے + سنیچر دیوتا کا تہوار دھوم دھام سے منایا جارہا تھا۔ جو زمانۂ قدیم میں آجکل کے بڑے دن سے مشابہ تھا۔ قرعہ سے نیرو صدر جلسہ قرار پایا۔ اور اس حیثیت سے مہمانوں کو ہدایات دیں اور لوگوں کو اُس نے ایسے ڈھنگ سے کہا تھا جس سے وہ

شرمندہ نہیں ہوئے۔ مگر بری ٹانی کس کو خاص ہدایت یہ کی کہ محفل کے
عین درمیان میں کھڑے ہوکر ایک گیت گائے۔ یہ رومیوں کے آداب محفل
کے سراسر خلاف تھا۔ وہ ناتجربہ کار اور اناڑی تھا۔ اور ایسے جلسوں کے
طور سے محض نابلد تھا۔ جہاں شراب کا دور چلتا ہے۔ اُٹھا اور ایک گیت شروع
کیا۔ جو دردانگیز تھا۔ اور شہر ٹرائے کے متعلق تھا۔ اس میں اُس نے اپنی معزولی
اور تاج و تخت سے محرومی کا خیال ظاہر کیا۔ اسکی دلیری اور اسکی بدقسمتی پر
سامعین کے دلوں میں ہمدردی جوش زن ہوگئی۔ جسے وہ نشے کے اثر اور
رات کی وجہ سے چھپا نہ سکے۔ اسی دم بری ٹانی کس کی قسمت پر مہر ہوگئی۔
لوکسٹہ سے جو قدیم زمانہ میں رومہ کا مشہور قیدی تھا۔ نیرو نے بلاکر پوچھا۔ کہ
بری ٹانی کس سے کس طرح رہائی حاصل کی جائے۔ اسکی ماں اگرتینہ نے بھی
اپنے شوہر سے رستگاری حاصل کرنے کی اس سے صلاح پوچھی تھی۔ سب سے
بڑی دقت یہ تھی کہ اس ماجرہ کو کس طرح مخفی رکھا جائے۔ شاہی خاندان کے
واسطے جو کھانے تیار ہوتے تھے۔ انہیں ایک خاص ملازم چکھ کر دیکھ لیا کرتا
تھا۔ اس واسطے ان میں زہر ملانا محال تھا۔ چنانچہ اسے گرما گرم نوشیدنی
تیار کرکے دی گئی۔ جب اُس نے اسے ٹھنڈا کرنے کے واسطے پانی مانگا۔
تو اس میں ہلاہل ڈالا گیا۔ جسے وہ نوشیدنی کے ساتھ پی گیا۔ تھوڑی دیر کے
بعد اس کی طاقت سلب ہونے لگی۔ اور زبان بند ہوگئی۔ مہمان یہ حالت دیکھکر
چونک اُٹھے۔ اور سب نیرو کے چہرے کی طرف دیکھنے لگے۔ جو اطمینان سے
بیٹھا تھا۔ ان سے کہنے لگا۔ یہ محض صرع کا دورہ ہے۔ جو عنقریب دفع ہوجائیگا
اسے کچھ عرصہ سے یہ عارضہ لاحق ہوگیا ہے + اگرتینہ کے ہاتھ پاؤں پھول گئے
اور بہت بے چین ہوئی۔ جس سے حاضرین پر روشن ہوگیا۔ کہ وہ بے گناہ
ہے۔ اکٹیویہ جسے یہ صدمہ سب سے زیادہ محسوس ہو رہا تھا۔ اور ہر طرح سے
خائف تھی۔ چپ چاپ بے حس و حرکت بیٹھی ہوئی تھی۔ اپنا رنج اور اپنی
ہمشیرانہ محبت ظاہری شکلوں کے نیچے دبا رکھی۔ رات کی تاریکی میں جبکہ

آسمان پر گھنگھور گھٹا چھا رہی تھی۔ اور مینہ موسلادھار پڑ رہا تھا۔ گویا فلک اس مکروہ و تاریک کام پر اظہار ناراضی کرتا ہے۔ کلاڈیوس شہنشاہوں کے سلسلہ کی آخری کڑی ایک پُرذلت قبر میں مدفون ہوئی ﴿

ہم یہ تسلیم کرنے کو تیار ہیں۔ کہ سنیکا کا اس فعل شنیع سے کوئی واسطہ نہیں ہے۔ مگر یہ سمجھ میں نہیں آسکتا۔ کہ اسکے وقوع میں آنے کے بعد وہ اس سے بے خبر رہا ہو۔ یا اُس پراز مکر اعلان میں اسکی شرکت نہ ہو۔ جو نیرو نے سرکاری طور پر اپنے مُنہ بولے بھائی کی وفات کے اظہار ماتم کے واسطے نافذ کیا تھا۔ اور اسکی عاجلانہ تدفین کی معذرت کی تھی۔ اور خود کو سینٹ کی عنایت اور ترحّم کے سپرد کیا تھا۔ کیونکہ اسے یہ اندیشہ تھا کہ بری ٹانی کس کی موت کے واسطے رومی لوگ مجھے ذمہ وار گردانینگے۔ اور ایذا پہنچا ئینگے۔ اس لئے سینٹ سے حفاظت چاہی + نیرو کا جُرم اس سے بھی ظاہر ہے کہ اُس نے اپنے دوستوں کو بہت سا انعام و اکرام دیا + ٹیسی ٹس ایک عجیب ڈھنگ سے لکھتا ہے ”وہاں اُن آدمیوں کی کمی نہ تھی۔ جو خاص خاص آدمیوں کو قابل الزام ٹھیراتے تھے۔ جنہوں نے حویلیاں اور بنگلے آپس میں اس طرح بانٹ لئے۔ گویا لوٹ کا مال ہیں“ اس فقرہ کو پڑھکر کوئی شک باقی نہیں رہ سکتا کہ اس کا روے سخن سنیکا کی جانب ہے۔ جس سے وہ انصاف کا سلوک کرنا تو چاہتا ہے۔ مگر اسے اُن ذلتوں کے واسطے معاف نہیں کرتا جنکے واسطے نیرو کا عہد حکومت بدنام ہے۔ یہ ظاہر ہے۔ کہ سنیکا اسیر حرص تھا۔ وہ مصلحت کے اصول سے ہدایت پذیر ہوتا تھا۔ یہ بھی ظاہر ہے۔ ایسے آدمی کے واسطے آڑے ترچھے الزامات کی تردید کارے دارد۔ سنیکا نہ صرف طمع ہی کا بندہ تھا۔ بلکہ جھوٹا اور خوشامدی بھی تھا۔ جب بری ٹانی کس مقتول ہو چکا تو اس نے نیرو کو رسالۂ ترحم میں مخاطب کیا۔ ”رحم کی خوبی“ اور اس پر عمل پیرا ہونے کے فرض کی ایسی فصاحت و لطافت سے کبھی تعریف نہیں کی گئی ہوگی۔ مگر اس میں علانیہ تملّق کی آمیزش بھی ہے جو

بہت ہی بیہودہ اور مضحکہ خیز معلوم ہوتی ہے۔ کیونکہ یہ اُس شخص سے منسوب تھی جو اسی سال بڑی بیرحمی سے برادر کشی کا مرتکب ہوا تھا۔ فرض کرو۔ کوئی یہودی فریسی[1] ۔ نکدیمس یا گملیل ہیرودیس[2] کی رحم دلی کی تعریف کرے۔ تو کیسا لغو اور بے محل معلوم ہوگا۔ ٹھیک اسی طرح سنیکا نے کیا تھا۔ اور اپنے اختلاف قول و فعل کا ثبوت دیگر اپنا بودہ پن ظاہر کر دیا +

یہ ۵۵ءکا واقعہ ہے جو نیرو کی قابل تعریف حکومت کا پہلا سال ہے اور یہ اس کی ماں کی وفات کے واسطے بھی مشہور ہے۔ اس پر سازش کا الزام لگایا گیا تھا۔ اگر بروس مداخلت نہ کرتا۔ جس کے کہنے پر اسے اور سنیکا کو اس الزام کی تفتیش کے واسطے مقرر کیا تھا۔ تو وہ اپنے بیٹے کی روز افزوں نفرت اور بزدلانہ سریع الاعتقادی کی اس سے پیشتر ہی شکار ہوگئی ہوتی۔ جس دلیری اور استقلال سے اگرپنہ نے اپنی صفائی پیش کی تھی۔ اس سے بہت لوگ اس کی طرف ہوگئے۔ اور جن لوگوں نے اس پر الزام لگائے تھے۔ وہ سزا کے مستوجب ٹھیرائے گئے + محبت کے رشتے۔ اگرپنہ اور نیرو کی خود غرض۔ ظالم اور بے درد طبیعتوں کو دیر تک وابستہ نہ کر سکے جیسا تاریخ سے ظاہر ہے۔ نہایت سنگدل اور بدکار روحوں کے درمیان حقیقی محبت قائم نہیں ہوسکتی اور یہ امر اور بھی ناممکن بن جاتا ہے۔ جب ان کے درمیان صرف مجرمانہ اتحاد ہو۔ یعنی کسی جرم کے ارتکاب میں دونوں شریک ہوئے ہوں۔ نیرو تو پہیہ سینہ پر جو آنکھو کی رشک قمر بیدی تھی

---

[1] یہودی فریسی۔ نکدیمس ایک نامور یہودی سردار اور مسیح کا شاگرد اور محب صادق تھا۔ گملیل بھی ایک فاضل یہودی۔ پولوس رسول کا استاد اور مسیح کا نامور پیرو اور خیر خواہ تھا۔ یہ دونوں یہودیوں کے نامور فرقہ فریسیوں سے متعلق تھے +

[2] ہیرودیس گلیل کا گورنر تھا۔ جسے رومی شہنشاہ آگسٹس نے یہودیوں کا بادشاہ بنا دیا تھا۔ یہ بڑا ظلم پرور تھا۔ یہودیوں پر بڑی سختیاں عائد کی تھیں۔ مسیح کی پیدائش کے وقت بیت اللحم کے سب بچوں کو مروا ڈالا تھا تاکہ انکے ساتھ مسیح بھی ہلاک ہوجائے۔ اسی سال اس کا انتقال ہوا۔ اسکے بیٹے نے یوحنا بپتسمہ دینے والے کا اپنی سوتیلی بیٹی ہیرودیا کے کہنے سے سر قلم کیا تھا +

ہزار جان سے نثار تھا۔ اُس نے یہ شرط پیش کی کہ جب تک تم اپنی ماں کے کہنے پر چلو گے۔ میں تمہاری بننے کو تیار نہیں ہوں۔ اگر یپنہ اپنی سیاہ کاریوں اور خونریزیوں کی وجہ سے جمہور کی نفرت کا مرجع بنی ہوئی تھی۔ جو سینہ کے دل میں خود مطلبی کی وجہ سے بہت خوفناک انتہا تک پہنچ گئی تھی۔ نیرو جو بڑا کمزور دل آدمی تھا۔ اپنی ماں سے خائف اور بدظن رہتا تھا۔ اور اس بات کا محتاج نہ تھا۔ کہ اسے اپنی ماں سے رستگاری حاصل کرنے کی تاکید کیجائے مگر اسے مارنا دل لگی نہ تھا۔ اُس نے جو پیش بندیاں اختیار کر رکھی تھیں۔ ان کی وجہ سے اسے خفیہ طور پر قتل کرنا دشوار تھا۔ اس واسطے دغابازی سے قتل کرنا لازم ٹھیرا۔ ان دونوں کے درمیان جو نزاع تھی۔ اسے چھپانے کی کوئی کوشش نہیں کی گئی تھی۔ انِس طوس جو جنگی بیڑے کا امیر البحر اور نیرو کا اتالیق سابق تھا۔ اُس نے یہ تجویز پیش کی۔ کہ اگر یپنہ سے برملا صلح کرنے کا جلسہ کیا جائے۔ اور اسے بیا میں بلایا جائے۔ واپسی کے وقت اسے ایسے جہاز پر بٹھایا جائے۔ جو ذرا سی حرکت سے غرق ہو جائے۔ یہ حادثہ محض اتفاقی سمجھا جائیگا۔ بعد میں اظہار محبت و تاسف کر کے اس معاملہ کو رفت گزشت کر دیا جائے ٭

چنانچہ اسے بلاوا بھیجا گیا۔ اور ایک جہاز خاص اہتمام سے آراستہ کیا گیا۔ مگر اسے یا تو شبہ ہو گیا۔ یا خفیہ خبر پہنچ گئی اس واسطے اس پر سوار ہونے کی بجائے پالکی میں بیٹھکر گئی۔ وہاں نیرو نے غیر معمولی الفت فرزندانہ کا اظہار کیا۔ بڑے تپاک سے گلے ملا۔ اس کا استقبال بڑے کرّوفر اور عزت و احترام سے ہوا جس سے تمام شکوک رفع ہو گئے۔ اور آتے وقت آراستہ کشتی میں سوار ہونا منظور کر لیا۔ رات کو گو چاند نہ تھا مگر تار ے جگمگا رہے تھے۔ اور سمندر ساکن اور غیر متحرک تھا۔ جہاز کنارے سے بہت دُور نہیں گیا تھا۔ اگر یپنہ کی سہیلی کری پریوس گلس پتوار کے قریب کھڑی تھی۔ اور اسر ردینہ نامی ایک خاتون اس کی پائنتی میں بیٹھی ہوئی تھی۔ اور خود لیٹی ہوئی تھی۔ یہ دونوں ماں بیٹے

کی صلح پر مبارکباد دے رہی تھیں۔ کہ اتنے میں زور کا دھماکا ہوا۔ اور انکے اوپر کا سائبان جو سیسہ سے لدا ہوا تھا نیچے آ پڑا۔ کری پروس تو وہیں ڈھیر ہو کر رہ گئی اگرپینہ اور اسر رونیہ مسہری کے پایوں سے بچ گئیں۔ اسی وقت شور و غل برپا ہوگیا۔ محرم راز بہت تھوڑے تھے۔ اور ناواقف بہت۔ جہاز کی تمام مشین خراب ہوگئی۔ چپو لگانے والے ایک کنارے کو گئے۔ اور وہاں اسے ڈبونے کی کوشش کرنا چاہتے تھے۔ مگر اختلاف رائے ہوگیا۔ اسر رونیہ نے امداد حاصل کرنے کی غرض سے کہا۔ میں ہی اگرپینہ ہوں۔ لوگوں نے اسے چپوؤں اور بلیوں سے مار ڈالا۔ اگرپینہ صم بکم بیٹھی تھی۔ اسے کسی نے نہ پہچانا۔ صرف کندھے پر ایک زخم آیا۔ مگر ایک تختہ پر تیرتی رہی۔ اسے ماہیگیروں نے اپنی کشتی میں بٹھا کر کنارے پر لا کر اُتار دیا ✤

اس معاملہ کو اگرپینہ نے فوراً تاڑ لیا۔ کیونکہ وہ بدکاریوں سے خوب محرم و آشنا تھی۔ مگر خاموش رہنے میں اس کی خیر تھی۔ اس لئے کسی سے ذکر نہ کیا۔ صرف ایک اہلکار کے ہاتھ اپنے بیٹے کو یہ کہلا بھیجا۔ فلک کی عنایت سے میں ایک مہلک حادثہ سے بال بال بچ گئی ہوں۔ تم کچھ فکر نہ کرو۔ اور نہ یہاں آنے کی تکلیف گوارا کرو۔ کیونکہ میں اب آرام کرنے کی بہت خواہشمند اور محتاج ہوں ✤

نیرو یہ سن کر سخت خائف ہوگیا۔ اور دل میں گھبرانے لگا۔ کہ اب مجھ سے ماں انتقام لیگی۔ سخت حیرانی اور پریشانی کی حالت میں بروس اور سنیکا کو بلا کر مشورہ کیا۔ ٹیسی ٹس کہتا ہے۔ یہ مشکوک ہے۔ آیا وہ اس واقعہ سے واقف تھے یا نہیں۔ ڈیون کہتا ہے۔ سنیکا نے نیرو کو اس کام کے واسطے ایک سے زیادہ مرتبہ متحرک کیا تھا۔ جس سے اس کی غرض یہ تھی کہ نیرو اپنی ماں کو قتل کرنے کے سبب سے انسانوں اور دیوتاؤں کے غضب کا شکار ہو جائیگا۔ مگر چونکہ معتبر شہادت موجود نہیں ہے۔ اس واسطے ہم ان دونوں آدمیوں کو اس قسم کے الزامات سے بری کرتے ہیں ✤

جس وقت دونوں اتالیق اس کے پاس گئے۔ تو ایک دردناک سین دیکھنے میں آیا۔ نیرو نے جو صرف بائیس برس کا تھا۔ اپنی درد بھری داستان اپنے اُستادوں کو سُنا دی۔ اور اپنے درد دل کا ان سے نسخہ چاہا۔ خوف و ہراسانی سے اس کا رنگ فق۔ اوباشی سے لاغر و ناتوان اور ضمیرِ مجرم کے تازیانوں سے اس کی روح قبض ہو رہی تھی۔ اپنے معتمر مشیروں سے صلاح چاہی۔ اگر وہ اسے اس گناہ کبیرہ سے باز رکھنے کی کوشش کرتے تو ان کی اپنی جان معرض خطر میں تھی۔ شاید اُنہوں نے یہ خیال کیا ہوگا۔ کہ اگر اگرپنہ کا فی الفور علاج نہ کیا گیا۔ تو نیرو کی خیر نہیں۔ سنیکا نے بروس سے پوچھا۔ آیا سپاہیوں پر بھروسہ ہو سکتا ہے۔ کہ وہ اگرپنہ کو قتل کر دینگے۔ اُس نے بجواب کہا۔ گارڈ سپاہی جرمنی کس کی بیٹی کے خلاف ہاتھ نہ اُٹھائینگے۔ مگر انس طوس کو یہ کام انجام دینا چاہئے۔ جس نے اس کا شروع سے بیڑہ اُٹھایا تھا۔ چنانچہ اُس نے آمادگی ظاہر کی۔ اور نیرو نے تہ دل سے اس کا شکریہ ادا کیا۔ جس وقت پیغامبر اس کی ماں کا پیام سُنا رہا تھا۔ تو بیدرد اور انسانیت سے بیگانہ امیر البحر نے ایک خنجر اسکے پاؤں کے پاس پھینک دیا اور کہنے لگا۔ میں نے اسے شہنشاہ کی جان پر حملہ کرنے پکڑا۔ فی الفور سپاہیوں کا ایک دستہ لیکر اگرپنہ کے محل کو لپکا ہوا گیا۔ اور مشہور کیا۔ ماں نے اپنے خاص اہل کار کے ذریعے سے اپنے بیٹے کے قتل کو ہاتھ اُٹھایا ہے۔ اسی اثنا میں لوگ دریا کے کنارے پر جا پہنچے۔ اور مشعلیں جلا کر اس جگہ کو دیکھتے پھرتے تھے۔ جہاں جہاز تباہ ہوا تھا۔ بعض لوگ پانی میں جا گھسے۔ اور نعش کی تلاش میں مصروف ہو گئے۔ اور لوگ غل مچاتے اور ایک دوسرے سے دریافت کر رہے تھے۔ جن کا سر پیر کچھ سمجھ میں نہ آتا تھا جب انہیں معلوم ہوا کہ اگرپنہ صحیح سلامت اپنے محل میں جا پہنچی۔ تو اسے مبارکباد کہنے کو ادھر دوڑے۔ مگر انس طوس کے سپاہیوں نے انہیں مار کر بھگا دیا۔ کیونکہ وہ پہلے ہی سے وہاں موجود تھا۔ اُس نے غلاموں اور نوکروں کو مار کر تتر بتر کر دیا۔ اور آپ دروازے توڑتا ہوا اُس کمرے میں جا پہنچا۔

جہاں اگرپنہ لیٹی ہوئی تھی۔ اور اسکے پاس صرف ایک خواص تھی۔ جب وہ اُٹھکر چلنے کو تیار ہوئی۔ تو بدنصیب اگرپنہ کہنے لگی "کیا تو بھی پیٹھ دکھائیگی"؟ سپاہیوں نے اسکے کوچ کو چاروں طرف سے گھیر لیا۔ امیرالبحر نے چھڑی ماری۔ تو کہنے لگی "میرے رحم کو برباد کرو۔ کیونکہ نیرو اسی جگہ سے برآمد ہوا تھا" اس طوس کا اشارہ پاتے ہی سپاہیوں نے اس کا کام تمام کیا۔ اور اسی شب چپکے سے مس نوم میں اسے دبا دیا + اس حشر کی وہ مدت سے متوقع تھی۔ مگر اس سے کترانی تھی۔ خالدی جوتشیوں نے اس سے چند سال پہلے کہہ دیا تھا۔ تیرا بیٹا بادشاہ ہوگا۔ اور تجھے قتل کرائیگا۔ اُس نے اس موقع پر یہ کہا تھا "وہ حکومت کرے۔ چاہے مجھے قتل ہی کردے"+

نیرو دہشت زدہ ہوکر نیپلز کو بھاگ گیا۔ کیونکہ مجرم ضمیر ہونے کی وجہ سے وہ رات کو مس نوم کے پہاڑ سے اپنی ماں کی قبر سے نہایت خوفناک آوازیں آتی سنا کرتا تھا۔ سینٹ کو وہاں سے خط لکھا۔ میں نے اپنی ماں کو سزا دی۔ اُس نے میری جان لینے کی کوشش کی تھی + اس خط میں اُس نے اگرپنہ کی فرضی اور اصلی بدکاریوں کی تفصیل دی۔ جہاز کی اتفاقی بربادی کا ذکر کیا۔ اخیر میں کہا۔ اس کی موت ایک برکت عام ثابت ہوگی + اس شرمناک اور ذلیل خط کا لکھنے والا سنیکا تھا۔ اس حرکت سے اس کی اخلاقی رسوائی انتہا کو پہنچی اس فاسق زمانہ نے جبکہ معیار اخلاق بہت ادنےٰ تھا۔ سنیکا کو اس کارروائی کے واسطے قابل الزام ٹھیرایا۔ تھریشیا پیٹس سینٹ کے جلسہ سے اُٹھ کر باہر چلا گیا +

یہ سنیکا کی پبلک زندگی کا آخری کارنمایاں تھا +

بارھویں فصل

خاتمہ کی ابتدا

اور یہ امر طبعی ہے کہ ایسا ہوتا۔ اخلاقی نصائح اور فلسفیانہ ہدایت ایسے آدمی کے لئے کافی نہ تھی۔ جس کی بزدلی نے پہلے مادرکشی کی پروانگی دی۔ پھر اسے مبنی برحق ٹھیرانا چاہا۔ اور نیرو کے لئے صفائی کا خط لکھا۔ اس میں اتنی ہمت تو تھی کہ ایسے اصول بتاتا۔ جو روزمرہ کی زندگی کی رہبری اور ملکی مصلحت میں کام آتے۔ مگر اسٹوسزم کی اعلےٰ تعلیم یا بت پرست قوم کے معمولی اخلاق کے عمدہ اقوال سنیکا کی زبان کو زیب نہیں دیتے تھے۔ کیونکہ وہ لایعنی اور بالکل لچر تھے۔ یہ معلوم ہے۔ کہ اس نے نیرو کی خودپسندی کو ایسا بے مضرت بنایا۔ جس کی وجہ سے وہ اپنے قیصری درجہ کی تھیٹر اور گھوڑدوڑ میں جاکر تذلیل کرنے کو تیار رہتا۔ مگر وہ ایسی تعلیم اسے ہرگز دینے کے قابل نہ رہا تھا۔ جو اسکے رسالہ رحم میں پائی جاتی ہے۔ اور جیسے اس نے مصلحت ملکی کے وجوہ سے دغاباز ماں کو قتل کرنے سے باز نہ رکھا۔ جس کی کمزوریاں چاہے کیسی خوفناک ہوں۔ مگر اس نے اپنے بیٹے کی خاطر اپنی روح شیطان کے ہاتھ فروخت کردی تھی۔ شاید لوگوں کو شک ہوا۔ کہ نیرو اور سنیکا نے اگرپنہ کے قتل میں سب سے بڑا حصہ لیا تھا۔ مگر تمام واقعات اور تفاصیل ان دونوں کے درمیان ایک راز پر گناہ تھیں۔ اس قسم کی باتوں سے نہ صرف دوستی کو صدمۂ جانکاہ پہنچا۔ بلکہ اعتماد باہمی بھی برباد ہوا۔ اور بالآخر میل جول منقطع ہوگیا۔ تاریخ مقدسہ سے ظاہر ہے۔ کہ ایوآب حضرت داؤد کے گناہ آلودہ بھید میں شریک ہوا۔ جسکے سبب سے اسے اپنے شاہ پر بے حد اختیار حاصل ہوگیا تھا۔ دُنیاوی تاریخ سے بھی عیاں ہے۔ کہ جب بادشاہ اور اس کا ایک مشیر کسی

سازش میں شریک ہوئے تو دونوں کو ایک دوسرے سے سخت نفرت پیدا ہوگئی جس نظر سے جیمز اول ارل آف سمرسٹ کو دیکھا کرتا تھا۔ اسی سے نیرو اپنے گرو۔ہادی۔اور صلاح کار کو دیکھتا تھا +

نیرو نے تھوڑی ہی مُدت کے بعد دیکھا۔کہ اب سنیکا کی مجھے کوئی حاجت نہیں ہے + تھوڑے عرصے تک تو وہ کمپنیا میں ٹھیرا رہا۔مجرم ضمیر ہونے کی وجہ سے اسے یقین نہ تھا۔کہ دارالخلافہ میں لوگ میرے ساتھ اچھا برتاؤ کرینگے۔مگر خوشامدی مشیروں نے چکنی چپڑی باتوں سے اسکے دل سے تمام اندیشے نکال دئے۔اور وہ ہمت کرکے شہر رومہ کو لوٹ آیا۔لوگوں نے اس کا بڑے جوش کے ساتھ استقبال کیا۔جس پر اسے ضرور حیرت ہوئی ہوگی۔ تمام رومہ اس کی پیشوائی کو باہر نکل آیا۔سینٹ کے ممبر اپنی بیویوں اور لڑکیوں سمیت ایسے زرق برق لباس پہن کر حاضر خدمت ہوئے جو خاص موقع اور تہواروں پر پہنے جاتے ہیں۔جس سڑک سے نیرو گزرنے والا تھا۔اسکے کنارے پر نشستگاہیں بنائی گئیں۔اور راستہ آراستہ کیا گیا تھا + متکبرانہ انداز سے نیرو کیپٹل کے اوپر چڑھا۔دیوتاؤں کا شکر ادا کیا۔اپنے محلوں کو چلا گیا جہاں وہ اپنی بگڑی فطرت کا پورا ثبوت دینے لگا + عوام کا خیال صرف دب گیا تھا۔مگر بالکل اس کی بیخکنی نہیں ہوئی تھی۔رات کے وقت انہوں نے ایک بوری نیرو کے مجسمہ کی گردن سے باندھ دی۔جو اس بات کی علامت تھی۔کہ جو لوگ اپنے والدین کو مار ڈالتے ہیں انہیں کس قسم کی سزا ملتی ہے۔اُس زمانہ کے دستور کی رو سے ایک تھیلہ میں پدرکش کو مع ایک بندر۔ایک سانپ اور ایک مرغ کے باندھکر سمندر میں بہا دیا جاتا تھا + جمہور ایک معصوم بچہ کو فورم میں ننھا چھوڑ آئے۔اور اس کے پاس ایک لوح رکھ دی۔جس پر یہ لکھا ہوا تھا۔"میں تیری پرورش نہیں کرتا۔مبادا تو اپنی ماں کو قتل کرے"۔انہوں نے روم کی بعض دیواروں پر ایک فقرہ لکھدیا۔جس سے پڑھنے والے کو معلوم ہوجاتا کہ نیرو۔آرسٹس اور الکمیاں مادرکش تھے۔نیرو ضرور دل میں خائف

کرتا ہوگا کہ جن لوگوں میں راستبازی اور نیکوکاری کا ایک شمہ بھی ہے۔ میں انکی نظروں میں بڑا ہی سنگ دل اور خوفناک آدمی ہوں +

مذکورۂ بالا واقعات ۵۹ء میں وقوع میں آئے تھے۔ اسکے بعد ۶۲ء تک سنیکا کا کوئی پتہ نہیں لگتا اور یہ وہ سال ہے۔ جو بروس کی موت کی وجہ سے مشہور ہے یہ شخص سنیکا کا ایماندار۔ صاف دل۔ اور وفادار رفیق تھا۔ وہ زمانہ جفاکاریوں اور ستمگاریوں کے واسطے اس قدر بدنام تھا۔ کہ جب کوئی ذی وقار اور عالی مرتبہ آدمی مرتا تھا۔ تو عموماً یہ شبہ کیا جاتا تھا۔ کہ اسے درپردہ زہر دیا گیا ہے۔ بروس کی موت کو سرکاری طور پر ایک مہلک مرض حلق سے منسوب کیا گیا تھا۔ مگر جمہور جانتے تھے۔ کہ نیرو بذریعۂ ایک دوا کے اس کے فوری مرگ کا سبب ہوا ہے۔ وہ یہ بھی کہتے تھے۔ کہ جب قیصر بروس کی بیمار پرسی کے واسطے گیا۔ تو اُس نے مُنہ دوسری طرف پھیر لیا۔ اور صرف اسی قدر جواب دیا "میں اچھا ہوں" +

بروس کی وفات سے لوگوں کو نہ صرف اس وجہ سے رنج و تاسف ہوا کہ وہ بڑا نیک اور پاکباز تھا۔ بلکہ اس سبب سے وہ اس کی مفارقت دائمی محسوس کرتے تھے۔ کہ نیرو نے جو دو شخص اس کی جگہ مقرر کئے تھے۔ ان میں سے ایک شریف نیک نام اور پاک فطرت مگر سست الوجود تھا اور دوسرا ظلم پیشہ اور حرمت کے احساس سے محض بیگانہ تھا۔ بدکرداروں اور سنگ دلوں کے درمیان اُس نے خاص شہرت حاصل کر رکھی تھی +

سنیکا کے قول و فعل میں چاہے کتنا تناقض اور تخالف ہو۔ اور اس کا طرز عمل خواہ کیسا معیوب رہا ہو۔ مگر یہ صاف ظاہر تھا۔ کہ وہ بروس کے جانشین کے ساتھ شریک ہو کر نیرو کو حکومتی کاروبار میں صلاح و مشورہ نہیں دے سکتا۔ وہ اپنی اصل حالت سے ناواقف تھا۔ نیرو کے مشیروں میں بعض ایسے لوگ بھی تھے۔ جن میں تھوڑا بہت ایمان اور شرافت باقی تھی۔ وہ سنیکا کو مطلع کیا کرتے تھے۔ کہ تمہارے اقتدار اور اثر کو ملیامیٹ کرنے کی غرض سے قیصر کو تمہاری طرف سے بدظن کرنے کی سرتوڑ کوششیں ہو رہی ہیں۔ اور تمہارے خلاف

بیسیوں سچی جھوٹی باتیں کہکر اسکے کان بھرے جاتے ہیں + برّوس کا جانشین تگلی نوس اور اس کے یار دوست شہنشاہ سے کہتے۔ سنیکا کے پاس زر بیقیاس ہے۔ اس کے بنگلے اور حویلیاں بہت ہی شاندار ہیں۔ اسکے پاس بڑے بڑے اور خوبصورت باغات ہیں۔ الغرض اسکے تمول کے سامنے جہاں پناہ کی شان و شوکت ماند ہے۔ اُس نے یہ سب سامان اس غرض سے بہم پہنچائے ہیں کہ موقع پاکر تخت پر بیٹھ جاے۔ اس ذلیل گروہ نے نیرو کے حسد کو یہ کہکر مشتعل کیا کہ سنیکا شاعری میں حضور کا حریف بننا چاہتا ہے۔ وہ فصاحت و بلاغت میں اپنے سامنے کسی کی حقیقت نہیں جانتا۔ حضور کے فن موسیقی کا وہ بڑا تمسخر اُڑاتا ہے۔ اور یہ کہتا ہے کہ گانا بجانا رتھبانوں اور مطربوں کا پیشہ ہے۔ اب جہاں پناہ لڑکے نہیں ہیں۔ اس واسطے اسے ٹھکانے لگائیے۔ اور اس کی رقابت سے رستگاری حاصل کیجئے۔ اور اپنے جلیل القدر بزرگوں کے نمونے سے ہدایت پذیر ہو جئے +

سنیکا جھٹ بھانپ گیا۔ کہ ایسی باتوں کا کیا انجام ہوگا۔ اُس نے نیرو سے تخلیہ میں ملاقات کرنے کی درخواست کی۔ جب یہ منظور ہو گئی۔ تو قیصر سے بڑے ادب سے التجا کی کہ مجھے معاملات عامہ سے علیحدہ ہونے کی اجازت دی جاے۔ عمر کے تقاضے کی وجہ سے کمزوریاں بڑھ رہی ہیں۔ جن کی وجہ سے میں اب باقی ایام زندگی عزلت نشینی میں آرام کے ساتھ بسر کرنے کا خواہشمند ہوں۔ دولت اور عزت سے جو جہاں پناہ نے اپنی دریادلی سے مجھے بخشی ہے۔ بلا شرط دست بردار ہونے کو آمادہ ہوں۔ کیونکہ میرے دشمن اسی وجہ سے مجھے بے وجود دیکھنے کے شائق ہیں۔ مگر میں آٹھ سال کے دوران میں حضور کو اپنا محسن عالی اور مربی عالی جاہ سمجھتا رہا ہوں + نیرو کو گوارا نہ ہوا۔ کہ سنیکا اس طرح بچکر نکل جاے۔ کہنے لگا۔ میں ہنوز نو عمر ہوں۔ اور آپ کی ہدایت اور مشورت کا محتاج ہوں۔ آپ کی اس درخواست کی قبولیت میری فیاضی و فراخدلی کے سراسر منافی ہوگی۔ نیرو اپنے دل کی اصل حالت چھپانے اور ریاکاری کے فن میں ید طولےٰ رکھتا

تھا۔ اختتام ملاقات پر سنیکا سے معانقہ کیا۔ اور اسے اپنی دوستی کا ہر طرح سے یقین دلایا۔ دستور کے مطابق سنیکا نے شہنشاہ کا شکریہ ادا کیا۔ جیسا اُس زمانہ میں بقول ٹیسی ٹس ہوا کرتا تھا۔ اس کے بعد اُس نے اپنی طرز زیست بالکل بدل لی۔ اپنے دوستوں کو منع کر دیا۔ کہ وہ ملاقاتی جلسوں میں آنے جانے سے محترز رہیں۔ اپنے دوست آشناؤں سے ملنا جلنا چھوڑ دیا۔ عام میں جانا آنا قطعی ترک کر دیا۔ اس سے اُس نے یہ مشہور کرنا چاہا۔ کہ میری صحت بہت خراب ہے۔ یا یہ جتانا مقصود تھا۔ کہ میں فلسفہ کے غور و خوض میں مصروف رہتا ہوں + سنیکا درباریوں کی تمام چالبازیوں سے واقف تھا۔ اُس نے اپنی کتاب "غصہ" میں ایک حکایت بیان کی ہے۔ ایک مرتبہ ایک درباری سے پوچھا گیا۔ کیوں صاحب درباری ہو کر آپ عمرِ طبعی کو کیسے پہنچ گئے؟ تو اُس نے جواب دیا۔ میں مظالم جھیلتا تھا اور ان کے لئے بادشاہ کا شکریہ ادا کرتا تھا + اس کی زندگی کی سلامتی بالکل بے ٹھکانہ تھی۔ وہ ایک گھنٹے میں ہلاک ہو سکتی تھی۔ اسی سال اس پر غداری کا الزام لگایا گیا۔ وہ کل پر نیوس پائسنو کا جو ایک بڑا متموّل اور قابل مگر کمزور دِل رئیس تھا۔ اور جسے حسد اور رشک کی نظر سے دیکھا جاتا تھا۔ دوست سمجھا گیا تھا۔ مگر دشمنوں کی تمام کوشش اندھے مُنہ گری۔ اور سنیکا نے بڑی ہوشیاری سے اپنی بریت حاصل کر لی۔ اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے۔ کہ نیرو کے ظلم پرور عہد میں بڑے بڑے آدمیوں کی جان کیسی غیر محفوظ تھی۔ اس واقعہ سے سازش کنندگان کو تحریک ہوئی۔ اور اُنہوں نے دو سال بعد ایک سازش نیرو کے خلاف سچ مچ مکمل کر دی +

بروس کی وفات کے تھوڑے ہی عرصہ بعد جب نیرو نے اپنے گناہوں کی فہرست میں اشیاءِ مقدسہ کی بیقدری بھی شامل کر لی۔ تو سنیکا نے پھر روم سے چلے جانے کی کوشش کی۔ مگر شہنشاہ رضامند نہ ہوا۔ اُس نے سخت علالت کا بہانہ کیا۔ اور اپنی خوابگاہ کے اندر بند ہو بیٹھا۔ کہا جاتا ہے۔ کہ نیرو نے ایک آزادی یافتہ آدمی کے وسیلے سے اسے زہر کھلانے کی کوشش کی۔ مگر

کارگر نہ ہوئی۔ بیان کیا جاتا ہے کہ ایک آدمی نے جو اس راز میں شریک تھا۔ اس کا اقبال کیا تھا اور یہ بھی بیان کیا جاتا ہے۔ کہ سنیکا اپنی فقیرانہ عادت کی وجہ سے اس سے بچا تھا۔ کیونکہ اُس نے روٹی اور پھل اپنی خوراک میں داخل کر لئے تھے۔ وہ خالص چشمہ کا پانی پیا کرتا تھا *

اس علیحدگی اور کس مپرسی کے زمانہ میں ایک واقعہ پیش آیا جسکی دلچسپی استمراری ہے۔ ایک روز کا ذکر ہے کہ پُر ذلت اور فاسق دربار عیاش کاریوں میں دیوانہ وار مصروف تھا۔ کہ یکایک سزا کا فرشتہ برق نما سرعت کے ساتھ نمودار ہوا۔ پھر اپنی نوعیت۔ وسعت اور تباہی میں لندن کی عظیم آتشزدگی ۱۶۶۶ء کی برابر تھا۔ یہ خوفناک آتشزدگی کی صورت میں نمودار ہوا۔ اور ۶۴ء کا واقعہ ہے۔ شہر کے گنجان ترین حصہ میں اسکی ابتدا ہوئی۔ اور چھ روز تک بجھنے نہ پائی۔ اس کے بعد پھر تین روز تک جاری رہی۔ دوکانوں کے آتش پذیر مال اور دیگر اسباب سوختنی کی وجہ سے اور تیز ہوا سے آناً فاناً چاروں طرف پھیل گئی۔ محلات۔ مندر اور شاندار حویلیاں سب جل کر خاک ہوگئیں۔ ادبیات قدیمہ کے بہترین مسودے اور سلف کے اعلےٰ ترین صناعیوں کے نمونے اور تمام قابل قدر یادگاریں تحس نحس ہوگئیں۔ مشہور رومی مورخ ٹیسی ٹس نے اسکی بربادی و تباہی کی کیفیت کو بڑی صراحت سے چند فقروں میں بیان کیا ہے۔ لوگ جدھر راستہ ملا بھاگ گئے۔ بہت سے جل کر مر گئے۔ اور بہت سے خوراک نہ ملنے سے ہلاک ہوگئے۔ سب کا مال و متاع جل کر راکھ کا ڈھیر ہوگیا۔ کہا جاتا ہے کہ آگ بجھانے کی تمام کوششیں سرکاری حکم سے ممنوع ٹھیرائی گئی تھیں۔ نہ صرف یہی۔ بلکہ یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ تنخواہ دار آدمی اِدھر اُدھر لگاتے پھرتے تھے۔ ممکن ہے۔ اس سے انکا مقصد بے کھٹکے لوٹ مار بھی ہو *

اُس زمانہ کے مورخ اور قصہ نویس اس ہولناک اور بربادی بخش آتشزدگی کو نیرو کی شرارت سے منسوب کرتے ہیں۔ وہ روم کو واپس نہیں آیا۔ تاوقتیکہ آگ اسکے محلوں میں نہ لگ گئی + اُس نے بے خانمان اور تباہ حال لوگوں کی مدد کرنے کی

بڑی کوشش کی - مگر بے فائدہ۔ اُس نے اپنے باغات لوگوں کے واسطے کھول دئے - نہایت ارزاں قیمت پر اشیاے خوردنی فروخت کرنے کا بندوبست کیا۔ اور عارضی مکانات بنوا دئے مگر سب بے سود - بیان کیا جاتا ہے - شہر روم کے باہر اس کا ایک شاندار محل تھا۔ جسکی چھت پر چڑھکر شہر روم کی آگ دیکھ دیکھ کر محظوظ ومسرور ہوا - اور اسے "گل شعلہ" کے نام سے پکارتا تھا۔ تھیٹر کے ایکٹروں کا سا بھڑکیلا لباس زیب تن کر رکھا تھا - اور اپنی ستار پر شہر ٹراے کے جلنے کی نظم گاتا پھرتا تھا۔ لوگ اسکی اس حرکت سے بیحد ناخوش ہوئے - گو اُس نے اہل شہر کی دستگیری کی ہر چند کوشش کی - مگر جمہور نے اسکی اس بہمیت کو معاف نہ کیا - جو کچھ وقوع میں آیا - وہ مسیحی ناظرین کے لئے خاص دلچسپی رکھتا ہے - ٹیسی ٹس کا بیان اسکے متعلق حسب ذیل ہے :-

"اپنا دامن پاک کرنے اور اپنا پنڈ چھڑانے کی غرض سے نیرو نے ایک فرقہ پر یہ الزام لگایا - جو عام کے نزدیک "مسیحی" کہلاتے تھے - انہیں اُس نے نہایت سخت سخت سزائیں دیں اور اذیتیں پہنچائیں - مسیح جو اس فرقہ کا بانی تھا - اسے پلاطوس نے تبریاس کے عہد حکومت میں سولی پر چڑھایا تھا - اور اس لعنت انگیز وہم نے جو صرف تھوڑی دیر کے لئے دب گیا تھا - پھر سر اُٹھایا - نہ صرف یہودیہ میں چاروں طرف پھیل گیا - جہاں اسکی ابتدا ہوئی تھی - بلکہ شہر روم میں پہنچ گیا - جہاں ہر قسم کے توہمات اور برائیاں ہر سو نجات سے آکر جڑ پکڑ لیتی اور اپنے حامی پیدا کر لیتی ہیں - اس واسطے سب سے پہلے اُن لوگوں کو پکڑا - جو اپنے دین کا اقرار کرتے تھے - ان کی شہادت پر اور بھی بہت سے گرفتار اور سزایاب ہوئے - ان پر آگ لگانے کا ایسا کڑا الزام نہ تھا جیسا تنفر نوع انسان کا تھا - درندوں کے چمڑے انہیں پہنائے اور وہ خونخوار کتوں سے پھڑوائے گئے - کچھ صلیب پر چڑھائے اور کچھ زندہ جلائے گئے - نیرو نے اپنے باغات میں یہ کارروائی کرائی تھی - وہ اپنا رتھ مسیحی لوگوں کے مجمع میں بے سر و پا دوڑاتا اور انہیں گھوڑوں کی ٹاپوں اور گاڑی کے پہیوں کے نیچے کچل ڈالتا تھا - اس نظارہ کا دیکھنے والوں کے دلوں پر خاص اثر پڑا - اور ان کی رحمدلی متحرک ہوگئی - ان لوگوں کو ایک فرد واحد کی وحشیانہ بیدردی کی سیری کے واسطے سزا دی جاتی تھی

اس سے کوئی جمہوری مقصد حاصل کرنا منظور نہ تھا +

اس قسم کے کوائف ہمارے زمانہ تک رومی مورخوں کی کتابوں کے وسیلے سے پہنچے ہیں۔ جو عیسائیوں کے مظالم کے متعلق ہیں۔ ان ہولناک واقعات کا سنیکا ہم عصر اور چشم دید گواہ تھا۔ اس کے آخری سال اس قسم کے شرمناک مناظر کے درمیان بسر ہوئے تھے۔ وہ عیسائیوں کے نام ہی سے نفرت کرتا ہوگا۔ مگر طبعاً رحم دل تھا۔ اس وجہ سے ان کے مظالم واذیتیں دیکھکر اس کا کلیجہ دہل جاتا ہوگا۔ عیسویت کا تعلق بت پرست دُنیا سے کیا تھا اس پر ہم بعد میں بحث کرینگے۔ سردست ہمیں ایک عالم فلاسفر کی سوانح عمری پر خامہ فرسائی کرنا ہے +

تیرھویں فصل

سنیکا کی وفات

جو تہمت سنیکا پر لگائی گئی تھی۔ اور جس کے ساتھ پی سو کا نام بھی وابستہ تھا۔ اس سے یہ رئیس اور اس کے بہی خواہ ایک خوفناک سازش کرنے پر مجبور ہو گئے۔ بہت سے با اثر۔ ذی وجاہت اور ممتاز اشخاص ان کے ساتھ مل گئے۔ ان میں سنیکا کا بھتیجا شاعر انیوس لوکانوس اور قیصری لشکر خاص کا ایک زبردست کمان افسر فنیوس روفس بھی تھے + سازش کے ہر پہلو پر دیر تک غور و فکر ہوتی رہی۔ کوئی آدمی محرم راز بنائے گئے۔ مگر اس کی ہوا بھی نکلنے نہ پائی۔ سازش کا ایک بڑا رکن سبریوس فلاوس نامی شاہی لشکر کا ایک افسر تھا۔ اس نے یہ تجویز پیش کی۔ کہ جس وقت نیرو اسٹیج پر کھڑا ہو کر گائے۔ یا اپنے محل میں محافظوں کے بغیر پھرتا ہو تو اسے رات کے وقت قتل کر دیا جائے + یہ بھی کہا جاتا ہے۔ کہ

فلاوس پی سو کو تہ تیغ کرنے کی فکر میں تھا۔ اور شاہی اختیارات سنیکا کے سپرد کرنے کا آرزو مند تھا۔ اور سنیکا کو اس امر کا پورا علم تھا۔ خیر کچھ ہی ہو سازش کرنے والوں نے کئی تجاویز پر بحث کی۔ اور ان سے دست کش ہوگئے۔ کیونکہ کوئی ایسا من چلا اور بہادر آدمی نہ ملتا تھا۔ جو اپنی جان ہتھیلی پر رکھکر اس منصوبہ کو تکمیل تک پہنچاتا۔ جب یہ بحث وتمحیص ہو رہی تھی۔ تو سازش برباد ہونے سے بال بال بچی۔ جسکی کیفیت یہ ہے کہ غلامی سے آزادی حاصل کی ہوئی ایک عورت نے جنگی بیڑہ کے امیر البحر کو اس سے ماہر کردیا۔ گو اس عورت کے خلاف کافی شہادت پیش کرنا دشوار تھا مگر تو بھی سازش کنندوں نے یہ قصد کرلیا۔ کہ جوں توں کرکے اپنے منصوبے کو سرے پر پہنچائیں۔ سیونوس نامی ممبر سینٹ نے اس جان جوکھوں کے کام کی تکمیل کا بیڑہ اُٹھایا۔ قرار یہ پایا۔ کہ پلاطیوس لیٹرانوس نامزد قنصل بہانہ سے جاکر شہنشاہ کے سامنے عرضداشت پیش کرے۔ جس کی وجہ سے اسے قیصر کے گھٹنوں کو اپنے سینے سے لگانا ضروری تھا۔ اور اسے نیچے گرا دے۔ اور سیونوس فوراً اس کا سر اُتار دے + سیونوس نے معبد امن سے ایک پُرانا خنجر منگوایا۔ وصیت لکھی۔ اور خنجر کو تیز کرنے کی ہدایت کی۔ اور خلاف معمول بہت لذیذ اور پرتکلف کھانا کھایا۔ اپنے غلاموں کو تحفے دیئے + اس نے بڑا اضطراب اور تشویش ظاہر کی۔ اس کے ایک غلامی سے رہائی حاصل کئے ہوئے غلام کو شبہ ہوا وہ حکام کے پاس آکر کہنے لگا۔ انعام دو۔ تو میں اپنے شبہے ظاہر کروں + سیونوس کے جب روبرو ہوا۔ تو اس نے بڑے استقلال سے ان الزامات کی تردید کی۔ مگر اُس آدمی نے یہ بھی حکام سے بیان کیا تھا۔ کہ ایک روز پہلے سیونوس نے پی سو کے ایک دوست نٹالس نامی سے دیر تک تخلیہ میں بات چیت کی۔ چنانچہ اسے بُلاکر پوچھا گیا۔ تو اس نے اپنی گفتگو کی بابت ایسی باتیں بیان کیں جو سیونوس کے بیان سے متناقض تھیں۔ جو اس نے اسی خفیہ ملاقات کہدیا

تھا۔ دونوں کے پاؤں میں بیڑیاں ڈال دی گئیں۔ اذیت پہنچائی گئی اور طرح طرح کی دھمکیاں دی گئیں۔ آخر کار انھوں نے سازش کا بھانڈا پھوڑ دیا۔ نٹالس نے پی سو اور سنیکا کا نام سب سے پہلے بیان کیا۔ کیونکہ وہ ان دونوں کے درمیان نہایت گہرے راز کے پیام کا تبادلہ کیا کرتا تھا۔ شاید اس کا یہ خیال بھی ہو۔ کہ جس شخص کو نیرو مدت سے برباد کرنے کا فکر مند ہو۔ اسی کا نام سب سے پہلے بتا کر اس کی سب سے بڑی خدمت بجا لاؤں + سیونوس نے جب دیکھا کہ نٹالس نے میرے واسطے کوئی اہم راز باقی نہیں چھوڑا۔ تو اوروں کے نام بھی ظاہر کر دیئے۔ جو اس سازش میں شریک تھے۔ اور ان میں لوکان بھی تھا۔ جس کی شمولیت سازش سے سنیکا کے برائے نام جرم کو زیادہ تقویت پہنچی تھی۔ اس نے پہلے تو کانوں پر ہاتھ دھرے اور کہا۔ مجھے اس منصوبہ کا کوئی علم نہیں ہے۔ مگر جاں بخشی کے وعدے میں آ کر تمام حال بیان کر دیا۔ اور تلافیٔ مافات کے لئے اپنے نہایت عزیز دوست گلوس اور پولیو اور نیز اپنی ماں کا بھی نام بتا دیا۔ مگر آفرین ہے اپی کرس کی ہمت پر۔ گو وہ پہلے غلام تھی اور بعد میں آزاد ہو گئی تھی۔ اسے طرح طرح کی اذیتیں پہنچائی گئیں۔ مگر اس نے ایک لفظ بھی سازش کے متعلق اپنی زبان سے نہ نکالا۔ اور اپنی ہٹ سے سرداروں اور سنٹرولی کے پکڑنے والوں کو سخت شرمسار کیا۔ اس کا ایک ایک عضو شکنجہ کی مشین میں اس طرح کسا گیا تھا کہ وہ اپنی ٹانگوں کے بل بھی کھڑی نہ ہو سکتی تھی۔ دوسرے روز پھر جلادوں کے سامنے لائی گئی۔ مگر اس نے اپنے کمربند سے اپنا گلا گھونٹ لیا۔ اور اذیت رسانوں کے ہاتھ سے آزاد ہو گئی۔ اس وقت اس قدر ہراسانی اور ہر بڑی مچی ہوئی تھی۔ کہ اگر ذرا سے استقلال سے کام لیا جاتا۔ تو سازش کا مقصد حاصل ہو جاتا۔ جن سازش کنندوں کے نام ظاہر کئے گئے تھے۔ ان میں فنیوس روفس نہ تھا۔ وہ شہنشاہ کی بغل میں بیٹھا ہوا اپنے ہم رازوں اور دوستوں کی اذیت کو دیکھ رہا

تھا۔ جو جلاد انہیں دربار کے باہر پہنچا رہے تھے۔ سبریوس فلادس نے اشارہ کیا۔ اب موقع ہے۔ شہنشاہ کو ٹھکانے لگاؤ۔ روفس نے اشارہ سے انکار کیا۔ بلکہ سبریوس کا ہاتھ پکڑ لیا وجو اس کی تلوار کے قبضہ پر تھا۔ شاید یہ اس کے واسطے اچھا ہوتا۔ اگر وہ ایسا نہ کرتا۔ کیونکہ سازش کنندگان نہ چاہتے تھے۔ کہ وہ ایک طرف سازش کا شریک رہے۔ اور دوسری طرف عدالت میں نہایت سختی سے ان کا انصاف کرے + اس کے بعد ہی روفس انہیں سخت تاکید کرنے لگا۔ کہ صحیح صحیح حال بیان کرو۔ اور انہیں دھمکیاں بھی دیتا جاتا تھا۔ سیونوس نے آہستہ سے کہا۔ اس معاملہ کی اصلیت آپ سے زیادہ کون بتا سکتا ہے۔ آپ شہنشاہ کو سب ماجرا سنا دیجئے۔ اور اپنی شکر گزاری کا ثبوت دیجئے + روفس بہت دہشت زدہ ہوگیا اور سٹ پٹا گیا۔ جس سے اس کا اصل بھید فاش ہوگیا۔ درباری عملداروں نے اسے وہیں پکڑ لیا۔ اور تھوڑی دیر بعد اس کا سر تن سے جدا کیا گیا +

ادھر پی سو کے دوست اسے مدبرانہ اور بہادرانہ کارروائی کرنے کی تاکید کر رہے تھے۔ تاکہ اگر گوہر مقصود ہاتھ نہ آئے۔ تو کم از کم وفات کو شاندار بنائے۔ اور بعد میں اس کا نام ادب و عزت کے ساتھ لیا جائے + مگر وہ طبیعت کا سست تھا۔ جو عیش و عشرت کی زیست سے اور بھی زیادہ کمزور ہوگئی تھی۔ کسی قسم کی نصیحت کا اس پر اثر نہیں ہوا۔ اس نے کوئی کارروائی نہیں کی۔ بلکہ خاموشی سے ہاتھ پر ہاتھ دھرے اپنے انجام کا انتظار کرتا رہا۔ اس وقت رومن حکمرانوں کا یہ دستور تھا۔ کہ کسی ذی عزت آدمی کو عام میں قتل کرکے اس کی رسوائی نہ کرتے تھے۔ بلکہ ایک اہل کار مورد عتاب شاہی کے گھر میں بھیج کر اسے ہدایت کر دیتے تھے۔ کہ جس ڈھنگ سے چاہو خودکشی کر لو + چنانچہ چند نئے اہلکار پی سو کے پاس یہ خوفناک پیام لیکر پہنچے (نیرو نے آزمودہ کار افسروں کے سپرد

یہ کام نہیں کیا تھا) اُس نے فی الفور ایک وصیت تیار کی۔ جس میں نیرو کی تعریف شرمناک طریقہ سے کی گئی تھی۔ اپنی رگیں کھولیں اور مر گیا۔ مگر پلاٹیوس لیٹرانوس کو یہ رعایت حاصل نہیں ہوئی۔ پیادے آئے۔ اسے اپنے بال بچوں سے بھی رخصت ہونے کی اجازت نہ دی۔ پکڑ کر اس جگہ پر لے گئے۔ جہاں غلاموں کو سزا دی جاتی تھی۔ اور وہاں ایک پیادہ نے اس کا سر اُڑا دیا حالانکہ یہ شخص بھی سازش میں شریک تھا +

لوکان کی بابت جو اس وقت عین عالم شباب میں اور اسکی شاعری شہرت کے آسمان پر چمک رہی تھی۔ یہ گمان کیا گیا تھا کہ چونکہ نیرو نے حسد و بغض سے اس کی غزلوں اور قصیدوں کو عام میں پڑھے جانے کی ممانعت کر دی تھی۔ اس واسطے وہ اس سازش میں شریک ہوا + اس نے اپنی رگیں کاٹ لیں۔ جن سے بکثرت خون نکلا۔ جس وقت ہاتھ پاؤں سن ہو رہے تھے۔ اور موت کی آمد محسوس کر رہا تھا۔ تو اس وقت اس نے اپنے بنائے ہوئے شعر پڑھے۔ جن میں ایک سپاہی کی موت کا منظر باندھا گیا تھا۔ جو اسی طرح مرا تھا + اُس نے اپنی ماں آٹیلا کو بھی پھنسایا تھا۔ مگر نیرو نے اسے ایک حقیر ہستی سمجھا اور کوئی پروا نہ کی نہ اسے معاف کیا۔ اور نہ اسے سزا دی + سازش کنندوں میں سے کسی کی موت سے نیرو کو اس قدر خوشی نہیں ہوئی۔ جس قدر سنیکا کی وفات سے۔ کیونکہ اسے وہ چپکے سے زہر دیکر مارنے میں ناکام رہا۔ مگر اب وقت علانیہ اس کا سر قلم کرنے کا موقع ہاتھ لگ گیا + کسی کو معلوم نہیں کہ سازش میں سنیکا کا کیا حصہ اور دخل تھا۔ مگر گمان یہ ہے۔ کہ اگر وہ اس میں شریک ہوتا۔ تو بڑی دانائی اور دُور اندیشی سے کام لیتا۔ اس کے خلاف کوئی زبردست شہادت بہم نہیں پہنچی تھی + نٹالس نے بھی اپنے بیان میں یہ کہا تھا۔ پی سو نے ایک دفعہ میری معرفت یہ شکایت سنیکا کے پاس بھیجی۔ تم کیوں مجھ سے گہرا ربط ضبط پیدا نہیں کرتے۔ تو آخر الذکر

نے بجواب کہا "ہم دونوں کے واسطے بہتر ہے۔ کہ ایک دوسرے سے علیحدہ رہیں۔ میری سلامتی پی سو کی سلامتی پر موقوف ہے" + ایک افسر سنیکا کے پاس اس بیان کی تصدیق کرنے کو بھیجا گیا۔ معلوم ہوا کہ سنیکا اسی روز کمپنیا سے آکر شہر سے چار میل باہر ایک بنگلہ میں اُترا۔ اسے معنی خیز سمجھا گیا۔ افسر نے سپاہی بنگلہ کے چاروں طرف بٹھا دئے۔ اور اندر گیا۔ اس وقت سنیکا اپنی بیوی پالینہ اور دوستوں کے ساتھ طعام شب کھا رہا تھا۔ اس نے اس بیان کو سراسر جھوٹا اور لغو قرار دیا۔ اور کہا کہ میں نے پی سو کو اس سے کم ملنے جلنے کی یہ وجہ بتائی تھی کہ میری صحت خراب ہے۔ اور میں عزلت نشینی کو بہت پسند کرتا ہوں" شاہی پیادہ یہ پیام لیکر نیرو کی درگاہ میں پہنچا۔ جو اس وقت اپنی جان سے پیاری ملکہ پوپیا اور نہایت ذلیل مشیر ٹگلی نوس کو لئے بیٹھا تھا۔ نیرو نے پوچھا "کیا سنیکا آپ سے آپ مرنے کو تیار ہے"! عملدار نے گزارش کی۔ کہ بات چیت کے وقت اس کے چہرے سے دہشت اور زبان سے لرزش یا یاس ظاہر نہیں ہوئی۔ نیرو نے کہا۔ جاؤ سنیکا سے کہو۔ کہ مر جائے + چنانچہ شاہی عملدار سنیکا کے پاس گیا۔ اور پیام سُنا دیا۔ اُس نے ہراسانی اور گھبراہٹ ظاہر کئے بغیر اپنی وصیت کی نظر ثانی کی اجازت طلب کی۔ مگر عملدار نے انکار کیا۔ اس پر اُس نے اپنے دوستوں سے مخاطب ہوکر کہا۔ چونکہ میں تمہاری قابلیتوں کی کماحقہ داد نہیں دے سکتا۔ مگر میں تم سے صرف ایک بات کہونگا۔ اور اسکی وصیت کرتا ہوں۔ اور یہ میرا نمونہ ہے۔ اگر اس کی قدر تمہاری آنکھوں میں ہے اور اس پر چلو۔ تو راست شعاری اور دوستانہ وفاداری کے واسطے نیکنامی حاصل کروگے + اس کے ساتھ ہی اُس نے انہیں بات چیت اور لعنت ملامت سے رونے سے باز رکھنا چاہا۔" اب تمہارا فلسفہ کہاں گیا؟ اور برسوں کے مطالعہ سے جو استقلال اور جوانمردی حاصل

کی وہ کدھر چلی گئی؟ کیا نیرو کی رحم نا آشنائی اور سفاکی اظہر من الشمس نہیں ہے؟
اپنی ماں اور بھائی کو قتل کرنے کے بعد اس کے واسطے یہی باقی رہ گیا
تھا کہ اپنے گرو کو مروا ڈالے" + اس کے بعد اس نے اپنی پیاری بیوی
پولینہ کو گلے لگایا۔ اور اپنی عالی ثابت قدمی سے جس میں کسی قدر ڈگمگاہٹ
نمایاں تھی۔ اسے کہا۔ تم میرا رنج اور غم مت کرنا۔ میری زندگی اور میری
ذاتی خوبیوں پر غور و خوض کر کے اپنا غم غلط کرنا۔ مگر پولینہ کہنے لگی۔ میں
اب زندہ نہیں رہنا چاہتی۔ میں تمہارے ساتھ ہی جانا چاہتی ہوں۔
سنیکا نے بھی دیکھا۔ کہ جس کام سے میری بیوی کو شاندار شہرت حاصل
ہو۔ میں اسے کیوں اس سے باز رکھوں۔ ممکن ہے کہ اسے آیندہ
تکالیف اور مصائب سے دوچار ہونا پڑے۔ اسے اجازت دیدی +
چنانچہ دونوں میاں بیوی کی رگیں کھولی گئیں۔ مگر سنیکا بڈھا تھا اور
اعتدال کی زندگی بسر کی تھی۔ اس واسطے اس کا خون آہستہ آہستہ
بہتا تھا۔ جس کی وجہ سے اس کی ٹانگوں کی رگیں بھی چیر دی گئیں +
اہل رومہ اس قسم کی موت کو نسبتاً بے درد اور آسان سمجھتے تھے۔ مگر بعض
حالتوں میں اس سے ناقابل برداشت دکھ ہوتا تھا + کثرت سے خون بہنے
سے کچھ نقاہت طاری ہو گئی تھی۔ وہ اپنی بیوی کی ہمت کو اپنی کمزوری
کے خوفناک منظر سے پست نہیں کرنا چاہتا تھا اور یہ بھی چاہتا تھا۔ کہ
اس کی تکلیف میری آنکھوں سے دور رہے۔ اس نے پولینہ سے کہا
کہ تم دوسرے کمرے میں چلی جاؤ + سنیکا کی فصاحت اس وقت بھی رخصت
نہیں ہوئی تھی۔ فرانس کے ایک مشہور شاعر اندری شنے نے جس وقت جلاد
اسے مقتل کو لے جا رہے تھے کہا کہ مجھے قلم اور کاغذ لادو۔ وہ اس
وقت اپنے دل کے عجیب خیالات ظاہر کرنے کا خواہشمند تھا۔ مگر اسے اجازت
نہ ملی۔ لیکن سنیکا کے آخری خیالات قلمبند کئے گئے تھے۔ اس کی درخواست
منظور ہوئی۔ اور زود نویس منشی بلائے گئے جنہوں نے سنیکا کے قیمتی خیالات

کو لکھ لیا۔ ٹیسی ٹس کے زمانہ میں یہ مسودہ موجود تھا۔ مگر ہمارے زمانہ تک نہیں پہنچا۔ نیرو کو ان واقعات کی اطلاع دی گئی۔ چونکہ پولینہ سے اسے کوئی خاص عداوت نہ تھی۔ اور ساتھ ہی جمہور کو اپنی خون آشامی اور خونریزی سے ہراساں اور خائف نہ کرنا چاہتا تھا۔ اس واسطے حکم دیا۔ کہ پولینہ کو مرنے سے باز رکھا جائے اور اس کے زخموں کی مرہم پٹی کی جائے۔ خون بہہ جانے سے وہ بیہوش ہو گئی تھی۔ مگر اس کے غلاموں اور نوکروں نے اسے دہن اجل سے نکال لیا + پولینہ چند سال اور زندہ رہی۔ اور یہ مدت اس نے اپنے شوہر نامدار کی یاد میں بسر کی۔ چہرہ کی زردی اور لاغر و نحیف بدن سے اس عشق صادق کی شہادت دی جو اسے اپنے شوہر سے مرتے دم تک رہا۔ اور جس کے واسطے انکی متاہل زندگی قابل تقلید متصور ہوتی رہی +

سنیکا کا دم فوراً نہیں نکل گیا۔ اسے سخت تکلیف محسوس ہو رہی تھی۔ جب اس کی بیوی کو موت سے باز رکھا گیا۔ اس نے اپنے طبیب اینوس سے درخواست کی کہ مجھے ہلاہل دیدو تاکہ ان اذیتوں سے جلد نجات حاصل ہو جائے۔ چنانچہ اس کی خواہش پوری کی گئی۔ مگر اس کا کوئی اثر نہیں ہوا۔ کیونکہ خون نکل جانے سے ہاتھ پاؤں اور دیگر اعضا ٹھنڈے پڑ گئے تھے۔ پھر گرم پانی کے غسل خانہ میں جا گھسا۔ جو غلام اس کے پاس کھڑے تھے۔ ان پر یہ کہہ کر پانی چھڑکنے لگا۔ میں جوپٹر منجی کی دھار چڑھاتا ہوں + گرم پانی بھی خون کے بہاؤ کو تحریک نہ دے سکا۔ آخرکار اسے ایک گرم حمام کے اندر لے گئے۔ جہاں پانی کی بھاپ سے دم گھٹ کر مر گیا۔ اس کے دوستوں نے چپکے سے اس کی نعش جلا دی۔ اور کوئی رسم ادا نہیں ہوئی۔ اور یہی اس کی خواہش تھی۔ جو اس نے یاس اور مصیبت کے وقت نہیں۔ بلکہ عین شان و شوکت اور عروج و اقبال کے وقت ظاہر کی تھی +

اس طرح وہ غیر مسیحی فلاسفر اس دنیا سے ہمیشہ کے لئے رخصت ہوا جسکی

لے رومیوں کا سب سے بڑا دیوتا تھا۔ جو تمام دیوتاؤں کا باپ سمجھا جاتا تھا + پندرھویں صدی میں ایک اٹالین نے سنیکا کی سوانح عمری لکھی تھی جس میں لکھا ہے کہ سنیکا درپردہ عیسائی تھا اس نے اس موقع پر اپنے اوپر پانی چھڑک کر غسل [illegible]

زندگی ہماری دلچسپی اور رحمدلی کو تحریک دیکر اس کی طرف مائل کرتی ہے۔ ہم اسکے نام کے ساتھ کوئی اچھی صفت "بڑا" یا "مہا" نہیں لگانا چاہیئے۔ اس کی عقل بہت اعلیٰ پایہ کی تھی۔ اسکی انسانیت بہت وسیع اور صادق تھی طبیعت کا فیاض عمل پسند و مستعد آدمی تھا۔ اسکی استعداد خداداد اور قوت استنباط ارفع اور عالی تھی۔ دردمندی کا مادہ بھی بہت کثرت سے اسکی فطرت میں مجتمع تھا۔ اسکے بعض خیالات کا ادق اور اخلاقی حسن ہمیں پولوس رسول کے پند و نصائح یاد دلاتا ہے + مگر اُس نے اپنا جو معیار قائم کیا تھا۔ وہ اس سے بہت گھٹ کر رہا۔ اسے ازراہ تحقیر زبانی باتیں بنانے والوں کا گرو گھنٹال قرار دیا گیا ہے اسکی زندگی کا ایک ایک صفحہ اس کے قول و فعل کے تباین اور تناقض کا شاہد ہے اور اسی کے سبب سے بہت سے محقق اور عالم اسے نظر حقارت سے دیکھتے اور اسے قابل نفرین سمجھتے ہیں + لارڈ مکالے حقارت انگیز طریقہ سے لکھتے ہیں "یہ فلاسفر افلاس کی خوبیوں پر دل و جان سے زور دیتا تھا۔ جس کے بیس لاکھ پونڈ سود پر چڑھے ہوئے تھے۔ عیش و عشرت کی برائیوں پر ان باغوں میں ذہن فرسائی کرتا تھا جو حکمرانوں اور شاہوں کی آنکھوں میں خار بنکر کھٹکتے تھے + آزادی آزادی پکارتا تھا۔ حالانکہ خود آزادی حاصل کئے ہوئے دولتمند متکبر غلاموں کی حریت کو پاؤں تلے روندتا تھا + جس قلم سے مادرکشی کو جائز ٹھیرایا تھا۔ اسی سے نیکی اور پاکیزگی کی پاک خوبیوں کو لکھا" جرمنی کا ہندی کی چندی کرنے والا مورخ نی بور لکھتا ہے "سینکا پکا دنیادار تھا۔ وہ نیکی اور پاکیزگی پر غور و خوض کرتا تھا اور اسی کی تعریف میں کتابیں تصنیف کیں۔ اور اپنے کو اس طرح پرانے زمانہ کا ایک اسٹوئک (رواقیہ؟) سمجھتا تھا + وہ اپنے زعم میں یہ سمجھے بیٹھا تھا۔ کہ میں بال کی کھال اُتارنے والا عالی دماغ اور بلند فکر فلاسفر ہوں اور پاکیزہ روی میں اوروں کے لئے نمونہ ہوں مگر ساتھ ہی یہ بھی سمجھتا تھا۔ کہ اخلاق کے جو اصول و ضوابط وضع کئے ہیں۔ وہ صرف اوروں کے لئے ہیں۔ مجھ پر

ان کی پابندی فرض نہیں ہے۔ میں اپنی طبیعت کا مالک ہوں۔ جو جی میں آئے کر سکتا ہوں +

سنیکا کی زندگی یہ ظاہر کرتی ہے کہ جو مسیحی لوگ دیندار اور دُنیا دار بننے کی کوشش کرتے ہیں۔ وہ ناممکنات کو ممکن بنانا چاہتے ہیں۔ سنیکا کے تنزل کی اصل وجہ یہ ہے کہ وہ اپنی ذات میں دو متخالف اور متباین خصوصیات پیدا کرنے کے درپے تھا۔ وہ ایک طرف حکیم اور دوسری طرف مصاحب قیصر بننے کا خواہشمند تھا۔ اگر وہ سچا فلاسفر یعنی صدق دل سے تلاش حق و راستی میں مصروف رہتا یا خالص درباری بننے کی فکر کرتا۔ تو یقیناً زیادہ شادمان اور کامیاب ہوتا۔ اور سب کی نظروں میں اسکی عزت ہوتی۔ دونوں درجے حاصل کرنا محال تھا۔ اس واسطے وہ اپنی تصنیفات میں بھی اسی بے اصولے پن کو ظاہر کرتا رہا۔ وہ کبھی کبھی اعلےٰ اسٹوئک اصولوں سے دست کش ہو جاتا۔ اور فلاسفروں کو زندگی کے نشیب و فراز کی لاعلمی کا الزام دیتا تھا۔ اُس نے جو کتاب "زیست پر آسائش" پر لکھی تھی۔ اس میں اُس نے بالواسطہ اپنے تموّل اور مرتبہ کی معذرت کی اور ان کا قبضہ و تصرف اپنے واسطے جائز و برحق ٹھیرنے کی کوشش کی تھی۔ اسے اعلےٰ درجہ کی سادگی اور اعتکاف کا ادعا تھا مگر باوجود اس کے بھی ہم اسے طمع زر سے بری نہیں کر سکتے۔ ہم اس اتہام کو باور نہیں کر سکتے۔ کہ اُس نے بھاری شرح سود سے تمام اٹلی کو لوٹ کر گھر بھر لیا۔ اور اپنے سخت مطالبات سے برطانیہ میں جنگ مشتعل کرنے کا موجب ہوا۔ مگر یہ درست ہے کہ وہ بہت بڑا دولتمند تھا + سمجھ میں نہیں آتا۔ کہ ایسے ایسے بڑے فلاسفر اور فہیم و عقیل کیوں اس ناپاک ترین بدی کے غلام ہو جاتے ہیں۔ سنیکا کی طبیعت میں ایک طرف تو افلاس کی شرافت اور رفعت کی نہایت شاندار تصویر نظر آتی ہے۔ اور دوسری طرف اجتماع زر کی مذموم خواہش پائی جاتی ہے۔ باوجود اس کے بھی ہم یہ دیکھتے ہیں۔ کہ اُس نے اپنے اخلاق اور ضمیر کو

ایسی چیز کے لئے فروخت کر دیا جو خاک اور دھول ہے + مشہور آدمیوں کی
گناہ آلود زندگی سے یہی امر نمایاں ہوتا ہے۔ ہنوز سینیکا کی وفات کے تین
سال بعد اس سفاک اور ظالم حکمران کی زندگی کے حشر نے اسے اور بھی
اچھی طرح واضح کر دیا۔ اس میں کوئی کلام نہیں۔ کہ تھوڑے عرصہ تک سینیکا کا
ستارہ اقبال ساتویں آسمان پر چمکا کیا۔ گو وہ ایک زبردست رکن سلطنت
اور دربار کے رنگ ڈھنگ سے خوب واقف تھا۔ مگر اس کے باوجود بھی
اپنی حین حیات میں ہی حکمرانوں کے دلوں میں اپنے خلاف نفرت اور اشتباہ
پیدا کئے اور ان کے ہاتھوں سزا پائی + انگلستان کے حال ہی کے نہایت
زبردست مورخ مسٹر جیمز فرؤڈ لکھتے ہیں " انسانوں۔ فرشتوں اور شیطانوں
میں جتنے ناکام اشخاص گزرے ہیں۔ ان سب میں وہ شخص بڑھکر ہے
جس کا جان بنیان نے ذکر کیا ہے۔ جس کی ایک آنکھ بہشت پر اور دوسری
زمین پر ہے۔ جس کی زبان پر کچھ اور ہے اور دل میں کچھ اور۔ اور جو
اپنی طبیعت کی بوسیدگی کے سبب سے اپنے قول و فعل کا تناقض نہیں معلوم
کر سکتا۔ وہ ایک ہی دم میں خدا اور شیطان کو دھوکہ دینے کی کوشش کرتا
ہے مگر در اصل اپنے کو اور نیز اپنے ہمسایہ کو دھوکہ دیتا ہے۔ ایسے آدمی
کی نجات کی ہم کسی طرح اُمید نہیں لگا سکتے۔ اور اس کی آجکل بڑی چرچا بھی
ہوتی ہے " لیکن سینیکا کی حالت برعکس تھی وہ اچھی طرح جانتا تھا کہ میں
ریاکار ہوں۔ جن باتوں کی تلقین کرتا ہوں۔ ان پر اپنا میرا عمل نہیں ہے۔
چنانچہ وہ کہتا ہے " جو متلاشی حق نیکی کی انتہائی چوٹی پر چڑھنا چاہے میں
اس سے یہ بھی کہونگا۔ کہ یہی میری تمنا ہے۔ مگر میں اس کے بر آنے کی اُمید
نہیں کر سکتا۔ میں بدیوں میں پہلے ہی سے اُلجھا ہوا ہوں۔ جو کچھ اپنے
سے توقع رکھتا ہوں۔ وہ یہ ہے۔ کہ بہترین آدمیوں کے مساوی نہ بنوں۔
بلکہ بُروں سے بہتر بن جاؤں " ہو سکتا ہے۔ ان فقروں میں اُس نے
اپنا ذاتی انکسار ظاہر کیا ہو۔ مگر اسکی اخلاقی حالت بعینہ یہی تھی۔ اور اس قرار

میں سچائی بھری ہوئی تھی ۔ وہ ضرور وقتاً فوقتاً اس بات کو محسوس کرتا ہوگا۔ کہ میں اُس نور سے اپنی زندگی کی ہدایت کا کام نہیں لیتا ۔ جو مجھ میں موجود ہے۔

بعض لوگ بڑی آسانی سے بلا دقت یہ کہینگے ۔ کہ سنیکا کی گری ہوئی اخلاقی حالت اور کمزوریوں کی اصل وجہ یہ تھی ۔ کہ وہ ایک اصنام پرست قوم سے تھا ۔ اور یہ کہینگے ۔ اگر وہ مسیحی دین کے اصول و عقائد سے واقف ہوتا تو ضرور اس کا کیرکٹر اعلےٰ تر اخلاقی معیار کے برابر اُترتا ۔ مگر اس طریق استدلال اور استخراج نتائج کی جو صنعت کلام کے واسطے عموماً اختیار کیا جاتا ہے ایک ذہین لڑکا تردید کر سکتا ہے ۔ مسیحی مذہب کے اصول کو عقلاً مان لینے سے سنیکا کی زندگی عالی و ارفع نہیں ہو سکتی تھی ۔ مگر حق الامر یہ ہے کہ اعلےٰ ترین لطیف ذہانت یا مسیحی مذہب کے اصول کی خوبیوں کے علم سے انسان کا دل پاک نہیں ہو سکتا ۔ اور نہ ہی فضل خدا بے مثال عقل اور دینی کتابوں کے اصول و احکام پر پکا ایمان رکھنے سے حاصل ہوتا ہے ۔ خدا کی برکت صرف اُسی حالت میں نازل ہوتی ہے کہ اس پر پختہ اعتقاد رکھا ہو ۔ عقلی عظمت اور دینی کتابوں کی حرف بحرف عمل پیرائی سے اس کے حصول کو کوئی مدد نہیں ملتی ۔ ہر زمانہ اور ہر ملک میں ایسے مسیحی اور غیر مسیحی اشخاص بہت ہو گزرے ہیں ۔ جو عقلی نور اور روحانی علم کم ہونے کے باوجود بھی پاک اور اعلےٰ زندگی بسر کر چکے ہیں ۔ ہر صدی اور ہر حصۂ جہان میں اس قسم کے مسیحی اور غیر مسیحی ہزاروں کی تعداد میں ہو گزرے ہیں جنھوں نے عمیق علم و فضل اور اعلےٰ درجہ کی دماغی قوتوں کے باوجود بھی اُن لوگوں کے پاک اور بیش قیمت اقوال کی تذلیل اور توہین کی ہے ۔ جو اپنے عجز و انکسار اور پاکیزگی و پرہیز کے لئے خاص شہرت رکھتے تھے ۔ بارھویں صدی میں پیٹر آبے لارڈ[1] (Peter Abelard) سے

---

[1] ۱۰۷۹ء ۔ ۱۱۴۲ء ۔ یہ فرانس کا ایک بہت ہی مشہور منطق داں ماہر ریاضیات اور عالم الٰہیات تھا شروع میں بڑا ہونہار تھا ۔ مگر اپنی ایک شاگرد ہلوئے نامی پر فریفتہ ہوگیا ۔ اسے ورغلایا ۔ گھر سے نکالا ۔ مگر شادی نہیں کی ۔ اور اسے دغا دی ۔ بہت سے انقلاب دیکھنے کے بعد مر گیا ۔

سے بڑھکر کون شخص اپنی علمیت ۔ ذہانت ۔ استعداد خداداد ۔ فصاحت بلاغت اور سحر بیانی میں تھا ؟ مگر اس کی زندگی کیسی رسوائی اور ذلت کی تھی ۔ جیسا وہ ذہانت میں اپنے ہم عصروں سے بڑھکر تھا ۔ ویسا ہی اخلاق میں سب سے کمتر تھا ۔ سترھویں صدی میں انگلستان میں فرانسس بیکن سے بڑا کوئی اور فلاسفر اور استاد اخلاق تھا ؟ باوجود اسکے بھی وہ ظلم پرور بادشاہ (جیمز) کا بڑا مداح تھا ۔ اس نے ایک دوست کو سخت دھوکہ دیا تھا ۔ رشوت لینے میں اسے عار نہ تھی ۔ ججوں کے اس گروہ میں شامل ہونے میں اسے کوئی ہچکچاہٹ معلوم نہ ہوئی جو مجرموں کو وحشیانہ طریقہ سے اذیت پہنچا کر اقبال جرم حاصل کرنے کا بڑا شائق تھا ۔ سنیکا نے اگرپینہ والدہ نیرو کی خونریزی کو مبنی برحق ٹھیرایا تھا ۔ بیکن نے اپنے عزیز دوست ارل آف اسیکس کو بدنام اور رسوا کیا اور اسے سخت قابل الزام ٹھیرایا تھا ۔ اگرپینہ نے سنیکا کی جلاوطنی کی سزا منسوخ کرائی اور اسے واپس بلایا اور اس پر بے حد مہربانی ظاہر کی تھی ۔ ارل ممدوح نے بیکن کو دربار شاہی میں پیش کیا ۔ اور اس پر اتنا بڑا احسان کیا ۔ بڑے بڑے صاحب دماغوں کا اکثر یہ مقولہ اور معمول ہوتا ہے ۔ " جو کام میں کرنا چاہتا ہوں ۔ نہیں کرسکتا ۔ مگر جو کام نہیں کرنا چاہتا ۔ وہ کرتا ہوں " اگر سنیکا کا اُن اشخاص کے ساتھ مقابلہ کیا جائے تو اسے شرمانا نہیں چاہیئے جو عالی دماغی میں اس کے حریف تھے ۔ مگر جن کا سچائی اور حقیقت کا علم ۔ اور فضل یزدانی کے حصول کے وسائل اور بدیوں سے رستگاری کے ذرائع اس سے کئی درجے بڑھکر تھے ۔ ایک بات قابل تعریف ہے ۔ اور اس سے سنیکا کی شہرت اور نام آوری میں اضافہ کثیر ہوتا ہے اور وہ ہم سے سفارش کرتی ہے ۔ کہ اسکی کمزوریوں اور خطاؤں پر دوستانہ نظر ڈالیں ۔ وہ یہ ہے کہ اس نے مرتے وقت اپنے فلسفی و اخلاقی اصول کی پابندی سے روگردانی اور انحراف اختیار نہیں کیا ۔ ہم خدا ترس ۔ عاجز مزاج ۔ صابر اور بے زبان آیتے [illegible] بابت خیال

خیال کرتے ہیں۔ جیسے پیٹر رآہب نے کلونی (فرانس) کے باغ میں پناہ
دی حالانکہ لوگ اسے طرح طرح سے دق کرتے تھے اور وہ مارا مارا پھرتا تھا
پھر ہم بیکن کی حالت پر بھی غور کرتے ہیں۔ جسے ایک طبعی تجربہ کرتے وقت
زکام ہوگیا تھا۔ وہ دل شکستہ تھا۔ اس کی کوئی بات نہ پوچھتا تھا مسیحی اس سے
نفرت کرتے تھے۔ ہم اسے آنے والی پود کے فیصلے پر اٹھائے رکھتے
ہیں۔ آؤ اسی طرح ہم سنیکا کی حالت پر بھی رحم کریں۔ اسے اسکی قسمت پر
چھوڑ دیں۔ اور اس بات کی تعریف کریں۔ کہ مجبوری موت کے وقت جب
اسے سخت تکلیف تھی اور اس کے خیرخواہ اسکے گرد جمع تھے۔ وہ اُس
وقت بھی بڑی جوانمردی سے کام لیکر دانائی اور حکمت کی باتیں منشیوں کو
لکھواتا رہا۔ حالانکہ اس کی زندگی کے چند لمحے باقی تھے + پولوس رسول
جو اس کے ہم عہد تھے لکھتے ہیں۔ جس سے سنیکا کی اصل حالت بخوبی
ظاہر ہو جاتی ہے وہ ان لوگوں میں سے تھا" جو خداوند کی تلاش میں پھرتے
تھے۔ تا کہ اگر ہو سکے تو اسے حاصل کریں۔ گو وہ ہم سے دُور نہیں ہو سکتا
کیونکہ ہم اسی میں رہتے چلتے پھرتے ہیں۔ اور اسی سے ہمارا وجود ہے"

چودھویں فصل

سنیکا اور پولوس رسول

اگرچہ والدہ نیرو کے قتل کے بعد جسے سنیکا نے جائز اور درست
ٹھیرانے کی کوشش کی تھی موسم بہار سنہ ۶۱ء میں بندرگاہ پٹیولی میں
قیدیوں کا ایک گروہ اُتارا گیا جسے ملک یہودیہ کے صوبیدار نے ایک رومی
صوبہ دار کی سپردگی میں روم کو بھیجا تھا۔ ان قیدیوں کے زمرہ میں ایک
کہنہ سال درماندہ شخص بھی تھا جس کی خدمت گزاری دو نوجوان[1] دل کی خوشی

[1] لوقا اور استارخس (مصنف)

سے کرتے تھے۔ اس کی شکل صورت سے کوئی وجاہت اور شان نمایاں نہ تھی۔ بلکہ موسم کی سختیاں جھیلتے جھیلتے ایک قسم کی ناہمواری اور ناتراشیدگی پیدا ہو گئی تھی۔ روم کی مشہور منڈی اپائی فورم میں لوگ اس سے ملاقات کرنے کو آتے تھے۔ اور اس کے نیاز سے مسرور و مفتخر ہوتے تھے۔ اور قیدیوں سمیت یہ بھی ایک داروغہ کے سپرد کیا گیا + ملک یہودیہ کے رومی گورنر نے جو خطوط قیدیوں کی بابت لکھے تھے۔ ان میں ایک خط اس شخص کی بابت بھی تھا۔ جس میں لکھا تھا۔ یہ شخص کسی جرم سنگین کا مرتکب نہیں ہوا ہے۔ بلکہ بحیثیت رومی شہر قیصر عالم پناہ سے یہ درخواست کرنا چاہتا ہے کہ مجھے میرے ہم مذہبوں کے غضب و تندی سے امان دلائی جائے + شاہی داروغہ نے غالباً صوبہ دار جولیس سے جو قیدی لیکر گیا تھا اس شخص کے حالات زبانی معلوم کئے ہونگے۔ اس واسطے اسے ایک الگ مکان میں رہنے کی اجازت دے دی تا وقتیکہ اسکے اپیل کا دربار قیصری سے خاطر خواہ تصفیہ ہو کر حکم قطعی نافذ نہ ہو جائے۔ اس شخص کا نام پولوس رسول تھا۔ جو مسیح کے ایک نہایت مشہور حواری اور ابتدائی زمانہ کے مسیحیوں میں اپنی دینی سرگرمی مسیحی حمیت اور اشاعت عیسویت کی جانفشانی کے لئے اس قدر مشہور ہیں۔ یہ مکان ایک ایسے حصۂ شہر میں تھا۔ جہاں ادنے قسم کے باشندوں کی بڑی آمد و رفت تھی۔ وہاں تقریباً ہر قوم اور ہر ملک اور ہر نسل کے کمینے اور سفلے آدمی رہتے تھے۔ اسی وجہ سے مشہور رومی مورخ ٹیسی ٹس نے اسے "عالم کی بدررو" اور تلچھٹ قرار دیا تھا + یہودی لوگ اسی جگہ پرانے دھرانے کپڑے اور کانچ کے ٹکڑے اور دوسری ادنے اور نکمی چیزوں کا بیوپار کرتے تھے۔ رمل و نجوم سے یا بھیک مانگ کر بسر اوقات کرتے تھے۔ انہی تاریک اور غلیظ کوچوں میں سے ایک کوچہ تھا جہاں شہر روم کی ذلیل آبادی کا مسکن تھا۔ اور جہاں شروع

شروع میں پطرس اور مرقس رہا کرتے تھے۔ جب اُنہوں نے شہر روم کی مختصر و محدود کلیسیا کی بنیاد رکھی تھی اور اسی جگہ پولوس رسول نے مکان لیا۔ نام آور یہودیوں کو بلوایا۔ اور ان سے دینی مسائل پر گفتگو کی۔ اسی مکان میں دو برس تک مسیحی لوگوں کو وعظ و تلقین کرتے رہے۔ وہاں بت پرست لوگ بھی نبایا کرتے تھے۔ جنہیں آپ نے اُن اصول و عقاید کی تعلیم کی جو بعد ازاں دنیا کو معبود حقیقی کی طرف رجوع کرنے کے موجب ہوئے +

بڑھاپے کی وجہ سے پولوس رسول کی کمر ٹیڑھی اور بدن نحیف ہو گیا تھا۔ چہرے پر جھریاں پڑی ہوئی تھیں۔ لیکن اگر نظر عمیق سے دیکھا جاتا۔ اور جھریوں اور روکھی پھیکی صورت کے نیچے نگاہ ڈالی جاتی۔ تو عقل، طبیعت دینی جوش، غیر مغلوب دلیری۔ اور شاندار سنہری اُمید کی جھلک اچھی طرح دکھائی دیتی۔ گو وہ پابزنجیر تھا۔ اور ایک پہرہ دار ہر وقت اسکے پاس موجود رہتا۔ مگر کلام الٰہی کی غیرت اور آگ اس کے دل میں برابر جوش زن تھی۔ وہ اس کا پرچار کرتے تھے۔ اگر اس کے ملنے والے اُن زریں لفظوں کو توجہ سے سنتے۔ جو وہ اپنے شاگردوں کے ہاتھ سے لکھوایا کرتا۔ تو وہ اُن عرفانی اور بے مثال خیالات سے ماہر ہو جاتے۔ جن کی بدولت افسس، فلپی۔ اور گلتی کی ابتدائی کمزور اور مخالفوں سے جد و جہد کرنے والی کلیسیاؤں کی روحانی و دینی تقویت ہوتی تھی۔ اور جو اب مسیحی دنیا کے بیش قیمت خزائن میں شمار ہوتے ہیں +

پولوس رسول کی کوششیں اوندھے منہ نہ گری تھیں۔ اُس نے جو تکالیف اُٹھائیں اور مصائب جھیلے۔ وہ انجیل کی اشاعت اور پرچار کے لئے تھیں۔ گو وہ قید تھا۔ مگر اس کی تلقین اور وعظ کا اثر محلوں اور جھونپڑوں۔ شہروں اور گاؤں تک پہنچا۔ بہت سے لوگوں کو اسکے نمونہ سے بہت بڑی تحریک پہنچی۔ اور یہ دیکھ کر کہ دکھ اور قید میں بھی پولوس خداوند کا کلام بڑی بہادری سے سناتا ہے ان کی ڈھارس

بندھ گئی۔ اور وہ بیباکی سے کلام کی منادی کرنے لگے ۔ یہاں ایک خاص سوال کی تشریح ضروری معلوم ہوتی ہے ۔ زمانۂ وسطیٰ میں عیسائیوں میں یہ روایت مشہور تھی ۔ کہ پولوس نے قیصر روما کے بعض منہ چڑھے مصاحبوں کو عیسائی بنایا تھا ۔ اور اپنی جادو بھری تقریروں سے رومی سینٹ کے اراکین کے دلوں کو تسخیر کر لیا تھا ۔ جس اصل لفظ کا "دربارِ محل" ترجمہ کیا گیا ہے ۔ اس سے مراد یہ ہے ۔ کہ درحقیقت روما کے پہلے عیسائیوں میں کئی اشخاص قیصر کے خاصے کے ملازموں میں سے تھے ۔ مگر گمان غالب ہے کہ یہ لوگ زیادہ تر ادنےٰ درجہ کے یہودی تھے اور شہر روما میں دنیا کی اور قوموں کے آدمیوں کے ساتھ پائے جاتے تھے ۔ پولوس نے وہاں دو برس منادی میں صرف کئے ۔ جس کے دوران میں آکٹیویہ کو نیرو نے طلاق دی اور پوپیا سے شادی رچائی ۔ برّوس کا انتقال ہوا ۔ اور سنیکا کو سخت ذلت و شرمساری اٹھانا پڑی ۔ اور کئی سیاہ اعمال کا بھی نیرو مرتکب ہوا تھا ۔

اسی قسم کی بے سروپا روایتوں کی بنا پر اس زمانہ کے کسی عیسائی نے جعلسازی کی ۔ اور وہ کتاب مرتب کر دی جس میں پولوس اور سنیکا کی خط وکتابت بنائی جاتی ہے ۔ جس سے اس کی غرض اخلاقی اور دینی علم میں اضافہ کرنا تھا ۔ مگر اب عام طور پر ثابت ہو گیا ہے ۔ کہ یہ کتاب محض لغو اور جعلی ہے ۔ اس نے ایسے بھدے اور مجہولانہ طریقہ سے مرتب کی ہے کہ اسے پڑھنے کو جی بھی نہیں چاہتا ۔ مگر ہاں اس سوال پر بحث کرنا خالی از دلچسپی نہ ہو گا ۔ آیا سنیکا نے پولوس کی کوئی تصنیف پڑھی تھی یا اس کا کوئی وعظ سنا تھا یا نہیں ۔

مگر اس کا جواب یہ ہے کہ اس کا کوئی احتمال نہیں ہے ۔ مگر ان دونوں شخصوں کی بعض خصوصیات کا مقابلہ کرنے سے دل پر خاص اثر پڑتا ہے اور یہ دھوکہ ہوتا ہے کہ ایک نے دوسرے سے ضرور

سیکھا ہوگا۔ ان کے طرز بیان اور لطافت خیال میں بہت بڑی مشابہت پائی جاتی ہے۔ مگر فرانس کا زمانۂ حال کا مشہور مدبر و مورخ ایل فرانکالن لکھتا ہے۔ یہ زمانہ وہ تھا۔ کہ جب" تمدنی دنیا کے ایک سرے کی سچائیاں دوسرے گوشہ کے حقائق سے بلا تمیز خلط ملط ہو جاتی تھیں"۔ اسٹوئک (رواقیہ) فرقہ کے فلاسفروں کے خیالات بہت بلند اور ان کی اخلاقی تعلیم بہت اعلےٰ تھی۔ جو ایک حد تک نیم مسیحی دینداری سے مخلوط تھی۔ مگر وہ مسیحی دین کو سخت حقارت کی نظر سے دیکھتے تھے + مسیحی لوگ اسٹوئک فرقہ کے مقلدوں کو نگاہ نفرت سے دیکھا کرتے تھے اور وہ انہیں بڑی بڑی اذیتیں پہنچایا کرتے تھے۔ ایک شخص کا قول ہے کہ" دنیا اپنے مہاپرشوں کی بابت کچھ نہیں جانتی" + سنیکا ایک غریب۔ بیکس۔ اور بے خانماں یہودی (خداوند مسیح) کا مذہب قبول کرنا تو درکنار۔ اس سے کوئی بات حاصل کرنا بھی اپنے لئے سخت شرم اور ندامت کا سبب سمجھتا + سنیکا کو جو مال و دولت۔ فصاحت و بلاغت۔ علم و فضل۔ خوشحالی و خرسندی میں اپنے کو یگانۂ زمانہ سمجھتا تھا۔ اگر اس وقت یہ شک گزرتا۔ کہ آنیوالے زمانہ کے لوگ میری طرز تحریر کی بابت یہ گمان کرینگے۔ کہ میں نے ایک مجذوب یہودی (پولوس) سے سیکھا ہے تو وہ بہت برافروختہ ہوتا۔ اور ایک لحظہ کے واسطے اس خیال کو جائز نہ رہنے دیتا + ممکن ہے اس نے پولوس کا نام سنا ہو۔ لیکن اگر اس سے رو در رو ہوتا۔ تو وہ اسے مخبوط الحواس دیوانہ اور وحشی سمجھتا +

پولوس رسول کی تحریروں سے عیاں ہے۔ کہ رومہ کے پہلے عیسائی سخت نادار اور غریب لوگ تھے۔ اور عیسائی دین کے واعظ اور اپدیشک بیوقوف۔ باؤلے۔ حقیر اور ہیچ سمجھے جاتے تھے۔ جا بجا ان پر ظلم ہوتا تھا۔ اور انواع و اقسام کے ستم توڑے جاتے تھے + ان کی تلقین یونانیوں کے نزدیک" بیوقوفی" تھی۔ اور جب وہ مسیح یا قیامت

کا ذکر کرتے۔ تو سُننے والے قہقہے لگاتے۔ اور فقرے چست کرتے ہاگر اُس زمانہ کے مصنفوں کی کتابوں کو پڑھا جائے تو مذکورہ بالا بیانات کی تصدیق ہو جاتی ہے + ٹیسی ٹس نے عیسائیوں کی نسبت سخت کلمات حقارت و نفرت استعمال کئے ہیں۔ اور اس قسم کے فقرے اُس زمانہ کے ہر قسم کے رومی مصنفوں کی کتابوں سے ملتے ہیں + بات اصل میں یہ ہے کہ اُس وقت اور بعد ازاں مدت تک رومی لوگ عیسائیوں سے ایسی بے اعتنائی سے پیش آتے رہے۔ کہ ان میں اور یہودیوں میں کوئی تمیز اور تفریق نہ کی جاتی + اُس زمانہ کی دیو پرست دُنیا کو یہودی اور مسیحی دین میں کوئی تفاوت معلوم نہ ہوئی۔ تاوقتیکہ شہنشاہ ایڈرین کے زمانہ میں جعلی مسیح برکوچیب[۱] کے مقلدوں نے عیسائیوں کو عام طور پر قتل کرنا شروع نہ کیا۔ اُس وقت اس پر ظاہر ہو گیا کہ اِن دونوں مذہبوں میں ایسا وسیع اختلاف ہے۔ کہ اسے رفع کرنا امر محال ہے + بت پرست مصنفوں نے یہودیوں کا ذکر جن الفاظ میں کیا ہے۔ ان کے اقتباس اور نقل سے کتاب کے صفحے کے صفحے بھرے جا سکتے ہیں۔ وہ مصریوں اور ایشیائی ملکوں کے حیوان پرست جہلا کے زمرہ میں شمار ہوا کرتے تھے۔ رومی لوگ انہیں باغی۔ شورہ پشت۔ لالچی اور ہٹ دھرم سمجھ کر نظر حقارت سے دیکھا کرتے تھے۔ اگر وہ یہودیوں اور عیسائیوں میں کوئی امتیاز کرتے تھے۔ تو صرف اس امر میں۔ کہ آخر الذکر کے حق میں نہایت مکروہ اور شرمناک فقرے چست کرتے تھے۔ ٹیسی ٹس اور سوٹونیئس نے سب سے بڑھکر بُرے الفاظ اور حقارت آمیز باتیں لکھی تھیں + سنیکا عیسائیوں کے نام سے ضرور واقف ہوگا۔ مگر اپنی کتابوں میں ان کی نسبت کوئی ذکر نہیں کیا۔ صرف یہودیوں کا تھوڑا سا حال لکھا ہے

[۱] برکوچیب۔ یعنی "ستارہ کا بیٹا" یہودیوں میں ایک بڑا جعلساز پیدا ہوا تھا۔ اس نے یہ مشہور کیا تھا۔ کہ میں ہی "مسیح" ہوں۔ اس طرح بہت سے آدمی اس کے مرید ہو گئے اور انہوں نے عیسائیوں کو قتل کیا۔ آخر کار ۱۳۴ء میں جولیس سیورس نے اسے قتل کیا + مترجم

ان کے سبت کی تحقیر کی ۔ اور انہیں "بے خانماں قوم" قرار دیا تھا اب ناظرین کو معلوم ہو گیا ہو گا ۔ آیا سینکا اور پولوس میں کسی قسم کا تعارف اور دوستانہ قائم ہوا تھا ۔ اور کہاں تک اس کا امکان و احتمال ظاہر ہوتا ہے ✤

پندرھویں فصل

سینکا اور مسیحی تعلیم

باوجود ان باتوں کے بھی ایک بہت ہی وسیع معنی میں سینکا "طالب حق" تھا ۔ جیسا کہ کتاب کے شروع میں مذکور ہوا ۔ اس کی تصانیف کی ورق گردانی سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس کے خیالات مسیحی دینی کتابوں کی ہدایات سے بہت کچھ ربط رکھتے ہیں ✤ ذیل میں یہ تقابل واضح کیا جاتا ہے ۔ اس سے ناظرین پر عیاں ہو جائیگا کہ زمانۂ قدیم میں سچے دل سے جو فلاسفر جویانِ حق و صداقت ہوئے ۔ انہیں ہدایت و روشنی مل گئی ✤

خدا کی حضوری

پولوس رسول کرنتیوں کے پہلے خط میں لکھتا ہے ۔ "کیا تمہیں معلوم نہیں ہے کہ تم خدا کی ہیکل ہو ۔ اور یہ کہ خدا کی روح تمہارے اندر رہتی ہے ؟ (۳ باب ۱۶ آیت) ✤

سینکا اپنے دوست لوسلیوس کو اپنے خط نمبر ۴۱ میں لکھتا ہے "خدا تمہارے قریب ہے ۔ تمہارے ساتھ ہے ۔ تمہارے اندر موجود ہے ✤ تمہارے اندر ایک پاک روح رہتی ہے ۔ جو ہماری نیکی اور بدی کی محافظ اور نگہبان ہے ۔ ۔ ۔ خدا کے بغیر کوئی انسان نیک اور پاک نہیں بن سکتا" خط نمبر ۷۳ میں لکھتا ہے "تمہیں تعجب آتا ہے کہ انسان دیوتاؤں کے پاس کیوں جاتا ہے ؟ خدا انسانوں کے پاس آتا ہے ۔ بلکہ اس سے بھی زیادہ ۔ وہ آدمیوں کے اندر آتا ہے کوئی نیک دل خدا کے بغیر

پاک نہیں ہوتا"۔

خدا کی آنکھ

پولوس رسول عبرانیوں کے خط ۱۴ باب ۱۳ آیت میں خدا کی عالم الغیبی کی بابت یوں لکھتا ہے :- "جس سے ہم کو کام ہے - اس کی نظروں میں سب چیزیں کھلی اور بے پردہ ہیں"۔
متی کی انجیل (۶ باب ۶ آیت) میں لکھا ہے :- "اپنے باپ سے جو پوشیدگی میں ہے دعا مانگ - تیرا باپ جو پوشیدگی میں دیکھتا ہے تجھے بدلا دیگا"۔
سنیکا صفات خدائی کی بابت یوں لکھتا ہے :- "اس خیال سے کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوسکتا کہ ضمیر ہمارے اندر مقفل ہے - خدا ہمارے کاموں اور دلوں کو ہر وقت دیکھتا رہتا ہے"۔
خط نمبر ۸۳ میں لکھتا ہے :- "اس کے بیان کرنے کا کیا فائدہ ہے کہ ہم انسان کی آنکھوں سے دور جو چاہیں کر سکتے ہیں - خدا سے کوئی بھید پوشیدہ نہیں ہے - وہ ہمارے دلوں کو دیکھتا ہے اور ہمارے تخیل کے نہ خانہ میں داخل ہوتا ہے"۔ اسی خط میں دوسری جگہ لکھتا ہے - "دل میں ایسا خیال کرنا چاہیے - گویا کوئی اور بھی دیکھ رہا ہے اور ہمارے پوشیدہ خیال کی جانچ بھال کرتا ہے"۔

خدا روح ہے

مصنف اعمال الرسل لکھتا ہے - پولوس رسول نے ایک جگہ تقریر کرتے ہوئے یہ کہا تھا "ہمیں یہ خیال نہیں کرنا چاہیے - کہ ذات الٰہی سونے - روپے یا پتھر کی مانند ہے - جو انسان کی ایجاد یا ہنر سے گھڑے گئے ہوں"۔
سنیکا اپنے خط نمبر ۳۱ میں لکھتا ہے "کسی گوشہ سے نکل کر آسمان ہی کو جانا ممکن العمل ہے - اس واسطے اُٹھ اور اپنے کو ایسا بنا - کہ خدا پسند اور منظور فرمائے - مگر سونے اور چاندی سے یہ توقع نہیں رکھی جاتی - ان چیزوں سے وہ شکل نہیں بن سکتی - جو خدا کے مشابہ ہو"۔

خدا کی تقلید

پولوس رسول افسیوں کو لکھتا ہوا کہتا ہے "پس عزیز فرزندوں کی طرح خدا کی مانند بنو" پھر وہ رومیوں کو ہدایت کرتا ہے "جو کوئی اس طور (راستبازی۔ سلامتی۔ اور روح القدس کی معرفت کی خوشی) سے مسیح کی خدمت کرتا ہے۔ وہ خدا کا پسندیدہ اور آدمیوں کا مقبول ہے"۔

سنیکا اپنے خط نمبر ۹۵ میں لکھتا ہے "کیا تم دیوتاؤں کو خوش کرنے کے خواہشمند ہو؟ تو نیک اور پاکباز بنو۔ اگر ان کی عزت اور حرمت کرنا ہو۔ تو ان کی تقلید کرو"۔ خط نمبر ۱۲۴ میں لکھتا ہے "انسان کو نیکی کا وہ کمال حاصل کرنا چاہئے۔ جو اس کا طبعی حق ہے اور یہ نیکی کیا ہے؟ یہ تائب اور اصلاح یافتہ اور پاک دل ہے جو خدا کی تقلید کرے۔ اور اپنے کو انسانی کاموں اور باتوں سے بالاتر رکھے اور اپنی تمام خواہشوں کو اس کے اندر رہنے دو۔ اور انہیں قابو میں رکھو"۔

ریاکار سفید قبر ہے

خداوند مسیح فرماتے ہیں "اے ریاکار فریسیو اور فقیہو! تم پر افسوس ہے۔ کہ تم سفیدی پھیری ہوئی قبروں کی مانند ہو۔ جو اوپر سے خوبصورت معلوم ہوتی ہیں۔ مگر اندر مردوں کی ہڈیوں اور ہر طرح کی نجاست سے بھری ہوئی ہیں"۔

اپنی ایک کتاب میں سنیکا لکھتا ہے "جو لوگ بظاہر تمہیں شادمان اور خوشحال نظر آتے ہیں۔ اگر ان کی اندرونی زندگی پر نگاہ کرو۔ تو تم انہیں سخت پریشان۔ رنجور۔ اور ذلیل پاؤگے۔ وہ اپنے مکانوں کی دیواروں کی طرح آراستہ و پیراستہ ہیں۔ اس قسم کی شادمانی مستقل اور مضبوط نہیں ہے۔ بلکہ یہ پتلے پلاستر کی طرح ہے۔ جب تک ہو سکتا ہے وہ لوگوں پر اپنا طمطراق اور شان ظاہر کرتے ہیں۔ اور ہمیں دھوکہ دیتے ہیں۔ جب کوئی سانحہ پیش آتا ہے۔ تو ان کی قلعی ظاہر ہو جاتی ہے۔ اور معلوم ہو جاتا ہے کہ ظاہر شان و شوکت کے نیچے کس قدر گندہ مواد دبا ہوا ہے"۔

تعلیم بیج کی مانند ہے

خداوند مسیح نے ایک تمثیل میں بیان فرمایا جسے متی نے (۱۳ باب ۸ آیت) میں بیان کیا ہے "کچھ زمین پر گرے۔ اور پھل لائے۔ کوئی سو گنا۔ کوئی ساٹھ گنا اور کوئی تیس گنا"+

سنیکا اپنے خط نمبر ۳۸ میں لکھتا ہے "الفاظ بیجوں کی طرح بونے چاہئیں۔ گو وہ تخم چھوٹا ہو۔ مگر جب وہ عمدہ زمین میں پڑتا ہے۔ تو اسکی طاقت ظاہر ہوتی ہے۔ اور بہت وسعت و طاقت حاصل کرتا ہے عقل کا بھی یہی حال ہے + باتیں چاہے چند ہوں۔ لیکن اگر دل انہیں بخوبی قبول کرلے۔ تو وہ بڑھتی اور بہت زور حاصل کرلیتی ہیں"+

سب انسان گنہگار ہیں

یوحنا رسول اپنے اوّل خط (۱ باب ۸ آیت) میں لکھتا ہے "اگر ہم کہیں۔ کہ ہم بے گناہ ہیں۔ تو اپنے آپ کو فریب دیتے ہیں اور سچائی ہم میں نہیں ہے"+

سنیکا نے "غصہ" پر جو رسالہ لکھا تھا۔ اس میں لکھتا ہے۔ اگر ہم سب باتوں کے عمدہ منصف بننا چاہیں۔ تو سب سے پہلے اس امر کو ذہن نشین کرنا چاہیئے۔ کہ ہم میں سے ایک شخص بھی کمزوری اور خطا سے پاک نہیں ہے.... کوئی انسان اپنے کو اُن بُرائیوں سے پاک نہیں کرسکتا۔ اور جو شخص کہتا ہے۔ میں بے گناہ ہوں۔ اس کا مطلب یہ ہے۔ کہ وہ عدالت کے سامنے بے خطا ہے۔ مگر اخلاقاً اور ضمیراً بے عیب نہیں ہے"+

طمع

پولوس اپنے خاص عزیز شاگرد کو لکھتا ہوا کہتا ہے۔ زر کی محبت تمام بُرائیوں کی جڑ ہے" (اوّل تمتھیس ۶ : ۱۰) +

سنیکا "راحت قلبی" پر لکھتا ہے "دولت انسان کی تمام مصیبتوں اور رنجوں کی جڑ ہے"+

پولوس عبرانیوں کے خط (۱۳ باب ۵ آیت) میں لکھتا ہے۔ "جو کچھ تمہارے پاس ہے۔ اسی پر قناعت کرو"+

تیمتھیس (اول خط ۶ : ۸) کو پولوس لکھتا ہے "کپڑے اور خوراک پر خوش رہو۔ جو تمہارے پاس ہے"۔

سنیکا اپنے خط نمبر ۱۱۴ میں لکھتا ہے: "اگر کسی چیز کے حاصل کرنے کی خواہش نہ کرو۔ تو یہ عقلمندی میں داخل ہوگا۔ اگر انسان اپنی اصل حالت پر غور کرے کہ مجھے کتنے دن زندہ رہنا ہے اور اپنے جسم کا اندازہ لگاؤ۔ تو معلوم ہو جائیگا۔ کہ اس کے اندر کیا سما سکتا ہے۔ اور کتنی مدت تک رہ سکتا ہے۔ پھر اپنے خط نمبر ۱۱۰ میں لکھتا ہے "تم اس قدر حیرت زدہ اور متعجب کیوں ہو؟ یہ محض نمائش ہے! یہ صرف دکھاوے کی باتیں ہیں۔ قبضہ میں نہیں رکھی جاتی ہیں۔ حقیقی دولت کی طرف رجوع ہو۔ اور تھوڑے پر صبر کر"۔ اسی خط میں دوسری جگہ لکھتا ہے "ہمارے پاس پانی ہے اور مکئی کا آٹا ہے۔ اس سے ہم جوپی ٹر کو کہہ سکتے ہیں۔ آیا تم ہم سے زیادہ خوش ہو"؟

پولوس کہتا ہے "دینداری قناعت کے ساتھ بڑے نفع کا ذریعہ ہے" (۱ تیمتھیس ۶ باب ۶ آیت)۔ خداوند مسیح نے فرمایا "خدا کی بادشاہت میں امیر آدمی کا داخل ہونا اونٹ کا سوئی کے ناکے میں سے گزرنے سے بھی مشکل ہے"۔ (متی ۱۹ : ۲۴)۔

سنیکا خط نمبر ۲۰ میں لکھتا ہے "اس آدمی کی ہمت بہت بلند اور دل عالی ہوگا۔ جو اپنے اردگرد دولت دیکھتا ہے۔ اور لوگوں کی زبان سے سنتا ہے کہ یہ میری ہے۔ مگر اپنے آپ میں کبھی نہیں سمجھتا۔ کہ میں اس قدر صاحب ثروت ہوں۔ دولت کے قبضہ میں ہوتے ہوئے نہ بگڑنا بڑی بات ہے۔ وہ آدمی درحقیقت بڑا ہے۔ جو مال و متاع کے درمیان بھی اپنے کو غریب سمجھے۔ مگر وہ آدمی بہت اچھا ہے۔ جسکے پاس زر و مال ہی نہیں"۔

مہربانی کا فرض

پولوس رومیوں کو لکھتا ہے: "برادرانہ اُلفت سے آپس میں ایک دوسرے کو پیار کرو"۔ سنیکا "غصہ" میں لکھتا ہے "انسان ایک دوسرے

کی مدد کے واسطے پیدا ہوئے ہیں۔ توسے اخبار میں لکھتا ہے "اپنے ہمسایہ کو اپنے جیسا پیار کر" +

سنیکا اپنے خط نمبر ۴۸ میں لکھتا ہے :۔ "اگر تم اپنے ذاتی فائدہ کی خاطر زندگی بسر کرنا چاہتے ہو۔ تو دوسروں کو فائدہ پہنچانے کے واسطے زیست بسر کرو" "غصہ" میں لکھتا ہے "جب تک۔ انسانوں کے درمیان ہو ایک دوسرے سے مروت کا سلوک کرو۔ کسی آدمی کو تمہاری طرف سے خوف و خطر نہ ہو" +

اب زیادہ ضروری نہیں کہ اقتباسات درج کرتے جائیں۔ جو شخص سنیکا کی کوئی کتاب پڑھے۔ وہ سیکڑوں فقرے نکال کر بائیبل سے مقابلہ کرسکتا ہے۔ اس سے ظاہر ہے۔ کہ سنیکا اخلاقی روشنی کے اعتبار سے "خدا کی بادشاہت سے دور نہ تھا" + کئی عالموں نے ہر دو تعلیموں کا مقابلہ کیا ہے فرانسیسی عالم ماسیو فلوری کا یہ خیال ہے۔ کہ سنیکا مسیحی دین کی کتابوں سے کچھ واقفیت رکھتا تھا۔ مگر دوسرا فرانسیسی فاضل ماسیو آبرتن لکھتا ہے۔ یہ خیال نادرست ہے۔ بعض خاص فقرے سیاق سے علیحدہ کرکے انکا مقابلہ بائیبل کی تعلیم سے بھی کیا گیا ہے۔ جس سے یہ ظاہر ہوا ہے کہ طرز بیان اور تمام مضمون اس خاص خیال کے مخالف ہے + قدیم زمانہ کے فلاسفر صدق دل تجسس سے اخلاقی سچائیاں حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ جو عقل انسان اور ضمیر کے نزدیک مشترکہ ہیں۔ کوئی اخلاقی سچائی اور لطیف خیال ایسا نہیں ہے جس کا مقابلہ سسرو اور افلاطون کے اقوال سے نہ ہوسکے + ہم آگے چل کر یہ ظاہر کرینگے۔ کہ سنیکا کی تعلیم مسیحی دین کی روح کے اسی قدر مخالف ہے۔ جس قدر اس کے خیالات کی مشابہت اور موافقت ہے۔ مگر یہ تقابل اُس وقت اور بھی موزوں ہوگا۔ کہ ہم دو فلاسفروں ایپک ٹیٹس غلام اور مارکس اوریلیس شہنشاہ کے سوانحی حالات بھی درج کر چکیں +

باوجود اس کے بھی ان تحریروں سے یہ ظاہر ہے کہ ہر زمانہ میں خداوند کی روح نیک دل لوگوں کی ہدایت کرتی رہتی ہے + پولوس ان کی بابت لکھتا ہے کہ شریعت الٰہی ان لوگوں کے دلوں پر لکھی ہوئی تھی۔ کائنات کے وسیلہ سے جناب باری کا انہیں علم حاصل ہوا تھا۔ قانون قدرت ان کا الہام اور مکاشفہ تھا۔ اس ڈھنگ سے جو علم حاصل ہوتا ہے۔ اور وہی محسوسات اس کے دماغ کو مُوثر کرتے ہیں۔ جس میں عقل اور تجربہ کو سب سے زیادہ دخل ہوتا ہے۔ اسے "فطری مذہب" کے نام سے پکارا جاتا ہے + خداوند تعالےٰ اپنے کو چند آدمیوں کے دلوں ہی میں ظاہر نہیں کرتا ہے۔ بلکہ وہ سب کی ہدایت کرتا ہے۔ جو اسے تلاش کرتے ہیں + انسان کی روح خداوند کا چراغ ہے۔ یہ کہنا کہ خدا اپنی حقیقتوں کو ہر انسان سے چھپاتا ہے۔ اور صرف چند چیدہ آدمیوں پر ظاہر کرتا ہے۔ انحراف دین ہے + یونان کے فلاسفر فیثاغورث۔ سقراط اور افلاطون اور روم کے فلاسفر سنیکا۔ اپک ٹیٹس اور مارکس اوریلیئس اس امر کے شاہد ہیں کہ آسمان کی روشنی کی شعاعیں انکے دلوں میں جہالت اور توہم پرستی کے بادلوں کو چیر کر داخل ہوئی تھیں + سینٹ برنارڈ کہتا ہے "ہوسکتا ہے۔ الٰہی نور کا شعلہ انسان کے دل میں جلتا رہے۔ مگر ایک مرتبہ جل کر نہیں بجھیگا" +

سنیکا کی تصانیف اور زندگی پر اسی خیال کے مطابق غور کرنا چاہیے گو طرز بیان پُر نقص ہے۔ مگر یہ اُس زمانہ کا خاصہ تھا۔ لطافت بیان استدلال کی کمزوری کو نہیں ڈھانک سکتی + بقا کی نسبت اس کا خیال قوی نہیں ہے۔ خدا کی نسبت استدلال کرتا ہوا ہمیں دیو پرستی میں پھنسا دیتا ہے۔ اسکی اخلاقی تعلیم اور بڑی بڑی تعلیمات کے مقابلہ میں ناقص بہتکم۔ متناقض و متباین ہے + باوجود اس کے بھی اس کی ذات میں حقیقی عظمت تھی +

ایک اور قابل غور امر یہ ہے کہ سنیکا کو ایک متموّل ذی عزّت۔ اور کامیاب رومی باشندہ سمجھنا چاہیئے۔ جس نے فرصت کا وقت فلسفۂ اخلاق کے مطالعہ میں لگایا۔ وہ طبیعت اور پیشہ سے فلاسفر نہ تھا۔ اگر اس نظر سے دیکھا جاوے۔ تو اس کے قول و فعل کا اختلاف اور تناقض اچھی طرح ظاہر ہو جائیگا۔ گو وہ اسٹوئک فلاسفروں کی طرح زبردست طبیعت اور اپنے دل پر قابو رکھنے والا تھا۔ مگر اس کے ساتھ ہی نرم دل اور رقیق القلب تھا۔ اپنے دوست کے انتقال پر زار زار رویا تھا +

اگر سنیکا کی کمزوریوں کا خیال کیا جاتا ہے۔ تو موت کے وقت جو دلیری اُس نے ظاہر کی تھی۔ اس کا بھی خیال رکھو۔ اگر اس کے فلسفہ میں تناقض اور تضاد پایا جاتا ہے۔ تو اس کے اُن پاک اقوال کا بھی لحاظ کرو۔ جنہیں وہ دل کی صداقت۔ جوش اور نہایت عمدہ زبان میں ظاہر کرتا ہے۔ اگر یہی سچائی مسیحی دین کے امام کے وسیلے سے آتی۔ تو دُنیا کی اخلاقی بیداری کے واسطے کافی ہوتی + جو لوگ اسے قول و فعل کے تخالف کا الزام دیتے ہیں۔ ان سے اس کی زندگی بہتر اور پاک تھی۔ اس نے اپنے مخالفوں اور ہمعصروں سے زیادہ دلیری سے کام لیا۔ اور ایک اعلےٰ ترمقصود زندگی ظاہر کیا۔ بلکہ وہ کئی باتوں میں برائے نام عیسائیوں سے بہتر تھا۔ جو لوگ اسے الزام دیتے ہیں ان کے لئے یہ بہتر ہوگا کہ وہ بنی آدم اور اپنی قوم کو اس کا عشر عشیر بھی فائدہ پہنچائیں جیسا سنیکا نے کیا تھا + اس کے خیالات ہمارے دائمی شکریہ کے مستحق ہیں۔ جو شخص بے گناہ ہو۔ وہ اس پر اس کی خطا کاریوں کے لئے پتھر پھینکے +

پہلی فصل

ایک ٹے ٹس

اسکی زندگی کے حالات - اور اسکا خیالِ زیست

ظن غالب ہے - کہ نیرو کے دربار میں سنیکا کو ذوی الاقتدار آزاد غلاموں سے ضرور واسطہ پڑا ہوگا - اور اپنے شاندار فرائض کی انجام دہی میں کئی بارسوخ درباریوں سے شناسائی پیدا کرنے کا اتفاق ہوا ہوگا۔ اگر اور کسی سے نہیں - تو قیصر کے سیکرٹری یا لائبریرین ابفرادی طس سے تو ضرور ہی معاملہ پڑا ہوگا - یہ شخص قیصر کا منظورِ نظر اور ہر دم اسکے ہمراہ رہتا تھا - سب سے پہلے اسی نے نیرو کو اُس سازش سے مطلع کیا تھا جس کا سرغنہ پائسو تھا - اور جس میں سنیکا کی اپنی جان برباد ہوئی تھی - اس میں تو کوئی کلام نہیں - کہ سنیکا کی ابفرادی طس سے شناسائی تھی اور گاہے بگاہے اسکے مکان پر ملاقات کرنے کو جایا کرتا تھا - جن غلاموں کا اس شخص کے مکان پر مجمع رہتا تھا - ان میں سے ایک کی طرف جبلی رحمدلی اور ملائمت کی وجہ سے سنیکا کی توجہ مائل ہوئی تھی - یہ ایک لنگڑا - بدہیئت اور ذلیل سا غلام لڑکا ملک فرجیا کا رہنے والا تھا - اگر قیافہ[1] انسان کے دلی جذبات اور کوائف نہانی کا عکس ہے تو بچپن سے وہ سنجیدہ مزاج صابر اور بردبار رہا ہوگا - اگر نیرو کے اتالیق - مشہور اسٹوئک فلاسفر اور اپنے زمانہ کے نہایت مشہور اور ہردلعزیز مصنف یعنی سنیکا سے کہا جاتا -

---

[1] قیافہ کے متعلق ایک بزرگ کا قول ہے "انسان کا عام رویہ ایک آئینہ ہے جس میں اس کی تصویر اخلاق و عقل نظر آتی ہے" جرمنی کا نہایت نامور فیلسوف شاعر گیٹی کہتا ہے "بشرے اسی طرح پڑھے جاتے ہیں جیسے کتابیں صرف اتنا فرق ہے کہ ان کے پڑھنے میں تھوڑا وقت لگتا ہے اور دھوکہ کھانے کا احتمال بھی بہت کم ہے" شیکسپیر کہتا ہے "چہرے سے دل کی بات بوجھ جاننے کا کوئی خاص ہنر نہیں ہے" (مترجم)

کہ ایک روز یہی کریہ منظر اور ناچیز غلام عقل و دانش کی لطافت اور فیلسوفانہ بلند پروازیوں میں تم پر سبقت لے جائیگا۔ اور نیک نامی اور اسٹوئک فلسفہ کی توضیح و تشریح میں تم سے بڑھکر عزت و احترام حاصل کریگا۔ تو اسے ضرور سخت حیرت ہوتی۔ کیونکہ وہ لنگڑا اور بدشکل لڑکا اپک ٹیٹس تھا۔ اسکے واسطے یہ کتبہ لکھا گیا تھا۔" میں اپک ٹیٹس ایک غلام۔ ناقص البدن نادار ی کی وجہ سے بھک منگا تھا۔ اور غیر فانیوں کا پیارا تھا +

اسکے فلسفیانہ خیالات۔ اصول اور اقوال کا تو ہمیں پورا حال معلوم ہے۔ مگر اس کی زندگی کی نسبت بہت تھوڑی باتیں معلوم ہیں + اسکی عقلی قوت ولطافت کی اصلیت اس کی تصانیف سے بخوبی عیاں ہے۔ اس میں ہم اور اضافہ نہیں کرسکتے۔ صرف چند واقعات اور قصے اور چٹکلے ایزاد کرینگے۔ اور بس +

حساب لگایا گیا ہے۔ کہ اپک ٹیٹس ۵۰ء عیسوی میں پیدا ہوا تھا۔ مگر اس کی ولادت کی صحیح صحیح تاریخ ہمیں معلوم نہیں اور نہ ہی ہم اسکے اصلی نام سے واقف ہیں + اپک ٹیٹس کے معنی "زرخرید" یا "حاصل کردہ" کے ہیں۔ جو اس کی حیثیت پر دلالت کرتا ہے۔ ہیراپولس واقع صوبہ فرجیا (ایشیائے کوچک) میں اس کی ولادت ہوئی تھی۔ یہ شہر کئی فطری عجائبات کے واسطے دور و نزدیک مشہور تھا۔ مثلاً پاک چشمے۔ گپھائیں اور ایک بہت گہرا غار تھا۔ جس کے اندر سے سخت بدبودار بخارات نکلا کرتے تھے + یہ قلسیہ اور لدوقیہ کے قریب تھا۔ پولوس رسول نے قلسیوں کے خط میں (۴ : ۱۳) میں اس کا ذکر کیا ہے۔ غالباً شروع سے وہاں ایک مختصر مسیحی جماعت تھی۔ اگر اپک ٹیٹس کا لڑکپن وہاں بسر ہوا تو اسے ان غریب مردوں اور عورتوں سے راہ و رسم پیدا کرنے کا ضرور موقع ملا ہوگا۔ جو اپنے دینی جلسوں میں پولوس رسول کا خط "قلسیوں کے نام" پڑھا کرتے تھے +

گمان غالب ہے۔ کہ ہیرا پولس اور اس کی نواحیات کا ایک ٹیٹس کے دل پر بہت تھوڑا اثر ہوا + اس کے والدین طبقۂ ادنےٰ سے متعلق تھے۔ جن کے اخلاق ارفع اور پاکیزہ نہ تھے۔ ورنہ وہ اپنے مریض اور لاغر بدن بیٹے کو کبھی فروخت کرنا گوارا نہ کر سکتے + اس سے بُرے حالات اور کیا ہو سکتے تھے جب اس نے کشور اجسام میں قدم رکھا تھا۔ مگر زندگی کے نظام اور اس کے سب شعبوں پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر انسان طبعاً ایک برکت سے محروم رہے۔ تو خداوند کریم کی طرف سے دوسری نعمت بطور صلہ دی جاتی ہے۔ اگر اس زندگی میں کسی انسان کے حصہ میں افلاس اور غم آتا ہے۔ تو اس کے بدلہ میں اسے نیکی اور راحت قلبی ملتی ہے۔ اسی طرح ایک ٹیٹس کو جو مالی ناتوانی اور تنگدستی کے مقابلہ میں صبر اور عقل دی گئی تھی جس سے خاطر خواہ تلافی ہوگئی + خدا جہاں چاہتا ہے فطانت یعنی جوہر عقل کی شمع روشن کر دیتا ہے۔ اور ادنےٰ ترین غلام کے دل میں نہایت عالی اور لطیف خیالات متحرک کر دیتا ہے۔ ایک شاعر کیا خوب کہتا ہے:۔

"آسمان کی زمرد (تفضل خدا) عقل لطیف کے تخم رات دن بکھیرتی ہے۔ جو حقیر ترین آدمیوں کے جسموں کے اندر گر کر جڑ پکڑتے اور اعلےٰ نشو و نما حاصل کرتے ہیں"

وہ کون سے اسباب تھے جو ایک ٹیٹس کو ایفرادی طس کے گھر میں پہنچانے کے محرک و موجب ہوئے تھے۔ ہم نہیں جانتے + اس سے بڑھکر اور کونسی سخت جگہ ہو سکتی تھی۔ جو ایک ارفع و شستہ دل اور عالی و روشن دماغ میں خدا کے رحم و دانائی کی نسبت شکوک پیدا کر دیتی ہے۔ تاہم ایک ٹیٹس کو زندگی کی اس سب سے کڑی منزل سے گزرنا پڑا + رومی خاندانوں میں غلام بڑے بڑے جتھوں میں رکھے جاتے تھے۔ اور انہیں سخت سخت سزائیں دی جاتی تھیں۔ ان کے ساتھ ایسا ذلیل برتاؤ روا رکھا جاتا تھا۔ کہ جس سے نیک و پاک جذبات برباد ہو جاتے ہیں۔ یہ طبیعت انسانی کا خاصہ ہے۔ کہ جب اسے ادنےٰ قسم کی حالت میں رہنے پر مجبور کیا جاوے۔ تو وہ ادنےٰ

ہوجاتی ہے۔ جب برسوں تک کسی آدمی کے ساتھ ذلت و رسوائی کا سلوک ہوتا رہے۔ تو وہ اپنے کو اس کے لائق سمجھنے لگتا ہے + خودداری کا احساس حاسۂ دینی کا رفیق ہے۔ لیکن اگر اس کا دینی پہلو نظر انداز کر دیا جائے۔ تو بھی یہ احساس انسان کی ذاتی تذلیل کے مانع آتا ہے۔ اگر انسان وحشیانہ برتاؤ کی وجہ سے اس سے بھی محروم ہو جائے۔ تو اس کی رسوائی انتہا کے درجہ پر پہنچے بغیر نہیں رہ سکتی + پولوس رسول لکھتے ہیں " کیا تو غلامی کی حالت میں بلایا گیا۔ تو فکر نہ کر لیکن اگر آزاد ہو سکے۔ تو اسی کو اختیار کر (۱ قرنتی ۷ : ۲۱) +

یہ درست ہے کہ قدیم زمانہ کے بُت پرستوں کے درمیان جس قدر نیک اور دانا آدمی تھے۔ وہ یہ خیال کرنے لگے تھے۔ کہ غلام بھی اسی خمیر کے بنے ہوئے ہیں۔ جس سے ہم ہیں۔ فرق صرف ظاہری حیثیت میں ہے۔ ان کے ساتھ ہم جنسوں ایسا برتاؤ کرنا اور ان پر رحم کھانا انسانیت کا پہلا اور لازمی فرض ہے + سینیکا اپنے ایک خط میں لوسیوس کو لکھتا ہے :-
" مجھے یہ سُن کر بہت خوشی ہوئی۔ کہ تم اپنے غلاموں کے ساتھ دوستانہ برتاؤ کرتے ہو۔ اور یہ تمہاری پیش بینی اور علمیت کے شایان ہے۔ کیا وہ غلام ہیں؟ نہیں۔ وہ انسان ہیں۔ غلام؟ نہیں وہ رفیق اور ہمدم ہیں نہیں! نہیں! وہ ہمارے کم بضاعت اور غریب خیر خواہ ہیں۔ اگر تم یہ سمجھو کہ تقدیر کی حکومت تم دونوں پر ہے۔ تو تم یہ سمجھنے لگو گے۔ کہ وہ تمہارے غلام بھائی ہیں۔ اور غلامی میں ایک دوسرے کے ہم پایہ اور ہم پلہ ہیں " اسی خط میں یہ نامور فلاسفر اس دستور کے خلاف سخت ناراضی ظاہر کرتا ہے۔ جس کے مطابق غلام کو گھنٹوں تک اپنے آقا کے سامنے بھوکے پیاسے دست بستہ کھڑے رہنا پڑتا + جب وہ سہواً چھینک دیتا۔ یا کھانستا۔ تو اسے سخت سزا دی جاتی تھی۔ جسے سینیکا سخت معیوب و مذموم ٹھیراتا ہے۔ اُس زمانہ میں ایک کہاوت مشہور تھی " جتنے غلام۔ اتنے

دشمن"۔ اس سے غلام اور آقا کے تعلقات کی تمام تاریخ واضح ہو جاتی ہے غلام در اصل اپنے آقا کا دشمن نہیں۔ بلکہ وہ اسے بدخواہ بنا لیتا ہے۔ لیکن جب اسکے ساتھ مہربانی اور مروّت کا سلوک کیا جائے۔ تو وہ اس کی خیر خواہی میں اپنی جان لڑا دیتا ہے۔ چاہے جتنا ستاؤ۔ وہ کبھی اپنے آقا کے خلاف زبان نہ کھولیگا۔ آگے جا کر سنیکا کہتا ہے" کیا وہ اسی نسل سے نہیں ہیں۔ جس سے ہم ہیں! کیا وہ اسی ہوا میں نہیں رہتے جس میں ہم رہتے ہیں۔ کیا وہ ہماری طرح نہیں رہتے۔ اور زندگی بسر کرتے؟ اور کیا وہ ہماری طرح نہیں مرتے"؟ + غلاموں کے ساتھ جو وحشیانہ برتاؤ ہوتا تھا۔ اس پر سنیکا کو بے حد غصہ آتا۔ اور اسکے دل میں ان کے لئے ہمدردی اور رحم انسانی جوش مارتا تھا +

غلاموں کے ساتھ مروتانہ برتاؤ کرنا سنیکا کی اخلاقی تعلیم کا ایک اصلی جُز تھا۔ مگر اس زمانہ میں اس کے ہم خیال اور اس اصول کے پابند بہت ہی تھوڑے آدمی تھے۔ اور یہ تو ظاہر ہے۔ کہ ایپک ٹیٹس کا آقا ایفرادی طس کثیر تعداد میں ملا تھا + اس کی نسبت تاریخی حالات بہت کم معلوم ہیں ۶۹ء میں جب نیرو شہر رومہ سے بھاگنے کو مجبور ہوا تھا۔ تو اُن چار مصاحبوں اور ہمدموں میں ایک یہ بھی تھا۔ اور جب اسے گرفتار اور تہ تیغ ہونے کا اندیشہ لاحق ہوا۔ اور چھری اپنے سینہ میں گھونپ لی۔ اس وقت ایفرادی طس ہی نے خنجر جگر کے پار کرنے میں اس کی دستگیری کی تھی۔ اس جرم کی پاداش میں وہ جلا وطن کیا گیا۔ اور آخرکار شہنشاہ ڈومشیان[ہ] کے حکم سے اس کا سر تن سے جُدا ہوا +

ایپک ٹیٹس نے اپنے آقا کی نسبت ایک دو قصے بیان کئے ہیں

ہ ڈومشیان شہنشاہ روم ۸۱ء سے ۹۶ء تک حکومت کی۔ گو وہ نیک نہاد شہنشاہ طیطس کا بھائی تھا۔ مگر روم کا سب سے بُرا اور ظالم حکمران تھا۔ اخیر کو اپنی بیوی کی سازش کا شکار ہوا۔ وہ قیاصرہ دوازدہ کے سلسلہ میں آخری تھا + مترجم

جس سے ظاہر ہے کہ وہ دون ہمت اور رذیل طبع تھا۔ اسکے غلاموں میں
ایک نالائق اور اپاہج کفش دوز فلشیئو نامی بھی تھا۔ آقا نے اسے بیچ ڈالا
اور اتفاق سے قیصر کے کسی درباری نے اسے خرید لیا اور وہ شہنشاہ کا
کفش دوز مقرر ہو گیا۔ ابفرادی طس نے دیکھتے ہی اپنا رویہ بدل لیا۔ اسے
فرشی سلام کرنے لگا۔ اور نہایت عزت و احترام کے ساتھ پیش آیا کرتا تھا۔
اور یہ اس قدر مشہور ہو گیا کہ اگر کوئی شخص پوچھتا کہ بھئی ابفرادی طس کیا کرتا
ہے۔ تو جواب ملتا "وہ فلشئو سے کسی اہم معاملہ پر گفتگو کر رہے ہیں"۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ایک آدمی رونا دھونا ابفرادی طس کے پاس
آیا اور بڑی بے دردی سے گریہ وزاری کرنے لگا۔ اس کے تمام مال و متاع
میں سے صرف پچاس ہزار باقی رہ گیا تھا۔ ایک ٹیٹس کہتا ہے "ابفرادی طس
نے کیا کیا؟ کیا وہ ہماری طرح اسکی حالت پر ہنسا؟ بالکل نہیں۔ بلکہ حیرت
اور رحم سے کہنے لگا۔ "بدنصیب تم نے اتنا نقصان اٹھایا اور پھر چپ
کیسے ہو رہے"؟

ایک اور قصہ سے یہ ظاہر ہوتا ہے۔ کہ کیا وہ بیدرد۔ وحشی۔ سنگدل اور
انسانیت سے بیگانہ تھا۔ پی سو کی سازش کے متعلق لاطرانوس نامی ایک
نقتدر رئیس پکڑا گیا تھا۔ جس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔ ایک درباری نے
اس کی گردن پر تلوار ماری۔ مگر ہاتھ اوچھا پڑا۔ ابفرادی طس اس وقت
بھی سوالات سے باز نہ آیا۔ حالانکہ وہ سخت دہشت کا وقت تھا۔ اس نے
بڑی نخوت اور حقارت سے جواب میں بیان کیا۔ اگر کوئی بات کہنے کی
آرزو ہو۔ تو میں تمہارے آقا سے کہنا پسند کرونگا (اور تمہارے ایسے
غلام سے کہنا خلاف شان سمجھتا ہوں)"۔

اس فحاش اور خصلت کے آدمی سے ایک لنگڑا فرجی لڑکا نرمی اور
ملائمت کے برتاؤ کی کوئی توقع نہ کر سکتا تھا۔ کئی مصنفوں نے اس کے
برتاؤ کے متعلق ایک قصہ بیان کیا ہے۔ جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ

وہ اپنے غلاموں پر کیسے کیسے ستم توڑتا تھا۔ اور ان کے ساتھ کیسی سنگدلی اور وحشت سے پیش آتا تھا + ایک مرتبہ ابفرادی طس نے ایک ٹیٹس کی لات اذیت کے شکنجہ میں کھنچوائی اور خوش ہوا۔ ایک ٹیٹس نے تنبیہ کہا اگر تم اسے اور دباؤ گے۔ تو اس کے ٹکڑے ٹکڑے ہو جائینگے " اس جانور نے شکنجہ کو کسا اور ٹانگ ٹوٹ گئی۔ ایک ٹیٹس نے نہایت صبر اور انکسار سے کہا " میں نے پہلے ہی عرض کیا تھا۔ کہ ٹانگ کے دو ٹکڑے ہو جائینگے " اس نے کسی قسم کی خفگی اور درد ظاہر نہیں کیا + جاں نثاری اور شجاعت شخصی کی معتبر داستانیں زمانہ حال و قدیم کی بہت مشہور ہیں۔ مگر ہم یہ ماننے کو تیار نہیں ہیں۔ کہ ابفرادی طس رحم و انسانیت سے اس قدر بیگانہ تھا۔ کہ ایک ہم جنس کی ٹانگ بیلنے میں ڈال کر ٹکڑے ٹکڑے کر دی۔ اس واسطے یہ قصہ یاروں کی اختراع معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ ایک اور مصنف کہتا ہے کہ ایک ٹیٹس ایک طبعی مرض کے سبب سے لنگڑا ہو گیا تھا + چاہے کچھ ہو ابتدائی زمانہ کے بُت پرست مصنف مسیحی مذہب پر حملے کرتے ہوئے مذکورۂ بالا داستان کو پیش کرتے تھے۔ اور کہتے تھے۔ کہ کوئی مسیحی بردباری اور صبر میں اس کا مقابلہ نہیں کرسکتا۔ ان مخالفوں میں سے مشہور حکیم سِل سوس[۵۱] تھا۔ اس کا جواب مسیحی عالموں بالخصوص اوریے کن[۵۲] نے یہ دیا تھا کہ ہمارے خداوند اور مسیحی نے صلیب پر چڑھکر اُف تک نہ کی۔ اور اُس اذیت کو چپکے

---

۵۱ نبرباس کے زمانہ میں روم میں ایک نامور طبیب تھا۔ جس نے طبیعات پر آٹھ کتابیں لکھنے کے علاوہ زراعت۔ فن فصاحت اور فنون حرب پر بھی چند کتابیں لکھی تھیں + مترجم

۵۲ اوریے کن ابتدائی زمانہ کا ایک نہایت زبردست یونانی الاصل مسیحی عالم تھا جو اپنی ذہانت کی تیزی اور رفعت کے واسطے خاص شہرت رکھتا تھا۔ بڑا ہی دیندار مسیحی تھا۔ معجزات مسیحی پر اُس نے کئی زبردست کتابیں لکھی ہیں۔ اور مخالفوں کو دنداں شکن جواب دئے + مترجم

سہے برداشت کرلیا۔ لفظ شکایت زبان پر نہ آیا۔ اور گرے گری[۵] متوطن نزیان زن نے یہ جواب دیا تھا کہ تقدیری مصائب کا صبر سے جھیلنا شرافت ورفعت طبع ہے۔ مگر استقلال وصبر سے ان اذیتوں کو اپنے دل کی خوشی سے مسیح کی طرح برداشت کرنا اس سے بھی بڑھکر ہے + بالفرض اگر ابفرادی طس نے ایپک ٹیٹس کی ٹانگ نہیں توڑی۔ توبھی اس میں کوئی شبہ نہیں ہوسکتا۔ کہ وہ حالات افسردگی خیز اور ذلت پیدا کرنے والے تھے جن کے درمیان اس بیچارے غلام کو رہنا پڑتا تھا۔ اور یہ حالات ایسے تھے۔ کہ معمولی سمجھ اور صبر کا آدمی تھوڑے ہی عرصہ میں وحوش کے درجہ پر پہنچ جاتا۔ اور رومی غلاموں کی قسمت میں اسی قسم کی طرز زیست بدی تھی + ایپک ٹیٹس نے کئی جگہ ان کی حالت کی بابت لکھا ہے۔ جس سے ظاہر ہے۔ کہ ان کے واسطے اس کے دل میں کس قدر رحم تھا۔ "یہ بہت ہی اچھا ہو۔ کہ اگر دعوتوں کی تیاریوں کے وقت اور جب دسترخوان پر میٹھے طرح طرح کی نعمتوں سے اپنی جسمانی اشتہا اور خواہش پُر کرتے ہو۔ تو تھوڑا سا اچھا کھانا غلاموں کو بھی دے دیا کرو + اگر کسی خاص موقع پر اس منصوبہ پر عمل پیرا نہیں ہوسکتے۔ تو اُن آدمیوں کو فراموش مت کرو۔ جو گھنٹوں تمہارے سامنے ہاتھ باندھے کھڑے تھک جاتے ہیں۔ تم کھاتے پیتے ہو۔ اور وہ تمہاری خدمت بجالانے کو بھوکے پیاسے کھڑے رہتے ہیں۔ تم باتیں کرتے ہو۔ اور تمہارے قریب گونگے بہرے بنے بتوں کی طرح بے زبان کھڑے ہیں۔ اگر وہ بولیں تو انہیں سزا دی جاتی ہے + اس طرح نہ تو آپ کا مزاج برہم ہوتا ہے۔ اور نہ ہی آپ غصہ کے وقت ان بیچاروں پر ظلم کریں" + اس پیرے میں ایپک ٹیٹس نے چشم دید کیفیت اور تجربہ بیان کیا ہے۔ مگر اسے لڑکپن سے پاک ولطیف اور اعلےٰ وارفع ذہانت عطا ہوئی تھی۔ اس

[۵] قسطنطنیہ کا بشپ تھا۔ اس نے مسیحی جوانوں کے مطالعہ کے واسطے نظمیں لکھی تھیں جب بُت پرستوں کی کتب پڑھنے کی ممانعت ہوگئی + نہایت مشہور فاضل تھا ۸۹۰ء میں انتقال کیا + مترجم

واسطے وہ اصل اور غیر اصل۔ حق و ناحق۔ حقیقی اور مجازی اشیا میں بڑی اچھی طرح امتیاز کر سکتا تھا۔ اور اُن عارضی تکالیف سے بالیدگی اخلاق اور تزکیہ نفس کا کام لیتا تھا + زندگی کی نسبت اس کے جو خیالات تھے۔ ان پر غور کرنے سے مذکورۂ بالا امر کی پوری تصدیق ہو جاتی ہے۔ یعنی یہ کہ مصیبتوں سے اخلاق کو تقویت پہنچتی ہے۔ اس نے اپنے پند و نصائح کے شروع میں امتیازی خط کھینچ کر اُن اشیا میں تفریق کی ہے۔ جو دیوتاؤں نے انسان کو دی ہیں اور جو ان کے اختیار سے باہر رکھی ہیں۔ اور وہ یہ کہتا ہے کہ جن نعمتوں سے ہمیں محروم رکھا گیا ہے۔ ان کی وجہ یہ نہیں ہے کہ دیوتا نہیں چاہتے۔ بلکہ اصل سبب یہ ہے۔ کہ وہ ان کے عطیہ کی توفیق نہیں رکھتے (اور یہ اس امر پر دال ہے۔ کہ وہ مسیحی دین کی روشنی سے محروم تھا۔ ورنہ اسے یہ معلوم ہو جاتا۔ کہ خدا قادر علے الاطلاق ہے۔ وہ جو چاہے۔ ہمیں عطا فرمانے پر قادر ہے۔ اس طرح ایک ٹیٹس نے خدا کی قدرت پر قیود لگا دئے۔ اور یہ قرار دیا۔ کہ قسمت مانع آتی ہے) آگے جا کر وہ تصور کرتا ہے کہ جوپی ٹر مجھ سے اس طرح مخاطب ہوتا ہے "اے ایک ٹیٹس اگر ممکن ہوتا۔ تو تمہارے ننھے سے جسم اور مٹھی بھر جائداد کو ہر قسم کی بندشوں سے آزاد کر دیتا۔ اب اچھی طرح سمجھ لو کہ یہ تمہاری نہیں ہے۔ بلکہ باریک مٹی ہے۔ جسے گوندھ کر یہ صورت دی گئی ہے۔ چونکہ میں اس کی انجام دہی پر قادر نہ تھا اس واسطے میں نے اس کے بدلہ میں تمہیں اپنی ذات کا ایک حصہ دے دیا ہے جسکے وسیلے سے تم ظاہری چیزوں کو دیکھکر غیر دیدنی اشیا کی بابت تصورات قائم کر سکتے ہو۔ اگر تم اس خوبی کو بڑھاؤ۔ اور اسے قیمتی متاع سمجھو۔ تو تمہیں کوئی دقت پیش نہ آئیگی اور نہ کسی قسم کی رکاوٹ پیش آئیگی۔ نہ کسی کی شکایت کرو گے۔ اور نہ کسی کی خوشامد اور چاپلوسی کرنا پڑیگی۔ کیا تم ان برکتوں کو حقیر سمجھتے ہو؟ خدا نہ کرے! اس واسطے ان پر قناعت کرو اور دیوتاؤں کا شکر ادا کرو"

ایک اور جگہ لکھتا ہے :- " غلامی اور آزادی صرف اصطلاحات اور علی الترتیب بدی و نیکی کے نام ہیں۔ اور دونوں کا دار و مدار ارادہ پر ہے۔ جن کاموں اور باتوں میں ارادت کا تجزہ نہیں ہے۔ وہاں حسن و قبح کا کوئی واسطہ نہیں۔ جس کی ارادت کسی کے تابع نہیں ہے۔ وہ غلام نہیں ہے "+

" قسمت جسم کا بندھن اور روح کی بُرائی ہے۔ جسکی روح پابند ہے۔ چاہے اس کا جسم آزاد ہو۔ مگر وہ دراصل غلام ہے۔ برخلاف اس کے وہ آزاد ہے جس کی روح بندشوں کے تابع نہیں ہے۔ چاہے جسم غلامی میں ہو "+

ان خیالات میں پولوس رسول کی تعلیم کا لہجہ اور جھلک نمایاں ہے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں " ملازم جو خداوند میں بلایا گیا ہے۔ خداوند کا آزاد بندہ ہے۔ اسی طرح آزاد بھی جو بلایا گیا ہے۔ مسیح کا غلام ہے "+

اسکی آزاد منشی اور بھی زیادہ زور کے ساتھ ظاہر ہوتی ہے جب وہ اپنی بدہیئتی کا ذکر کرتا ہے۔ وہ اپنے جسم سے نفرت کرتا ہے اور اپنے کو " فلکی ہستی جو لاشہ کے اندر بند ہے " قرار دیتا ہے +

" صبر " پر بحث کرتا ہوا لکھتا ہے " عالم ہماری ذاتی خواہشوں کی سیری کے واسطے نہیں بنایا گیا ہے " اور وہ اس سے بےصبروں کو تسلی دیتا ہے۔ پھر پوچھتا ہے " کیا میری ٹانگ کے واسطے لنگڑا ہونا ضروری ہے ؟ تم غلام ہو ! کیا تم اپنی ننھی سی لنگڑی ٹانگ کے لئے عالم کو ناقص ٹھیراتے ہو ؟ کیا تم اسے قوانین عامہ سے منسوب نہیں کروگے ؟ کیا تم اس خیال کو دل سے نہیں نکال دوگے ؟ کیا تم زیوس کے انتظام سے ناخوش ہوگے۔ جس نے تقادیر کو مقرر کیا جنھوں نے تمہاری ہستی کا جال بنایا۔ کیا تم نہیں سمجھتے کہ اس عالم کے مقابلہ میں تم صرف ایک ذرہ ہو ؟ البتہ عقلاً تم دیوتاؤں کی برابر ہو ؟ عقلی عظمت و رفعت قد و قامت کے تناسب سے نہیں جانچی جاتی ہے بلکہ ان اصول کے رو سے دیکھی جاتی ہے جو اس سے منتج ہوتے ہیں۔ کیا تم اپنا خزانہ ایسی چیز کو

نہ بناؤ گے۔ جن کی وجہ سے تم دیوتاؤں کے ہمسر بن سکتے ہو؟

اسی قسم کی تعلیم وخیال سے ایک بیکس او رستم رسیدہ غلام اس قابل ہوا کہ صدق دلی اور جوش سے اُس خدا کا شکر ادا کرے جو اسکی پیدائش۔ پرورش اور تمام دیگر نعمتوں کا بانی ہوا تھا"۔

طبعی بخششوں کی کثرت کا ذکر کرتا ہوا کہتا ہے "کیا یزدان نے ہمیں بھی برکتیں عطا فرمائی ہیں؟ نہیں۔ بالکل نہیں۔ کس زبان میں یہ قدرت ہے کہ بخوبی ان کی تعریف کرے یا انہیں گن سکے؟ اگر ہمیں سچی عقلمندی حاصل ہے۔ تو ہم پر اس سے بڑھکر اور کیا واجب اور برحق ٹھہر سکتا ہے۔ کہ ہم علانیہ اور درپردہ خداوند کی تعریف کریں۔ اس کے نام کی بڑائی اور اس کی بخششوں کی ستائش کریں؟ جس وقت مٹی کھودتے یا ہل چلاتے یا کھاتے ہیں۔ تو کیا خدا کی حمد میں توصیفی گیت گانا ہم پر فرض نہیں ہے؟ اللہ اکبر! الحمد للہ اس نے ہمیں یہ اوزار بخشے ہیں جن کے وسیلے سے ہم زمین جوتتے ہیں۔ خدا کی ستائش ہو۔ اس نے ہمیں ہاتھ دئے ہیں۔ اور خوراک کے وسیلے سے جسم کی پرورش کے سامان بہم پہنچا دئے ہیں۔ اُس نے ہمیں قوت دی ہے۔ اور نیند عطا کی ہے۔ ان باتوں کا جدا گانہ اور خاص شکریہ ادا کرنا چاہئے۔ اور سب سے بڑھکر ہمیں اس بات کا شکر گزار ہونا چاہئے۔ کہ اُس نے ہمیں ان نعمتوں کی قدر دانی اور ان کے استعمال میں لانے کی طاقت بخشی ہے۔ چونکہ تم میں سے بہت سے ایسے ہیں۔ جو اس پاک فرض کو نہیں پہچانتے۔ اس واسطے کوئی ایسا آدمی ہونا چاہئے۔ جو تمہاری جانب سے اس فرض کو باحسن وجوہ انجام دے اور خدا کی درگاہ میں ستائشی بھجن گائے۔ میں جو ایک بڈھا لنگڑا آدمی ہوں خدا کی حمد وثنا کے گیت گانے کے سوا اور کیا کر سکتا ہوں؟ اگر میں بلبل ہوتا۔ تو بلبل کے سے گیت گاتا۔ اور اگر ہنس ہوتا تو ہنس کے گیت الاپتا۔ مگر میں انسانی ہستی ذی عقل ہوں۔ میرا فرض خدا کی حمد کرنا ہے۔ یہ میرا کام ہے اور میں اسے انجام دیتا ہوں۔ اور جہاں تک بن پڑیگا۔ میں اس سے کبھی

ہمکو وہی تعین کرونگا۔ اور میں تمہیں بھی اسی کی تاکید کرتا ہوں"۔

ان اقرار و اعتماد باری تعالیٰ کے خیالات میں ایک رقت انگیز لطافت پائی جاتی ہے۔ اور اس کی تعلیم کی بمقابلہ سنیکا یہی سب سے بڑی خوبی ہے کہ وہ خدا پر بڑے جوش اور درد کے ساتھ ایمان رکھتا تھا۔ اور اپنے خیالات میں اس اعلیٰ ایمان کا اظہار کرتا تھا۔ یہ عجیب اتفاق ہے کہ اس قسم کے خیالات میں اسے راحت قلبی اور اطمینان خاطری اسی طرح حاصل ہوتا تھا جس طرح مظلوم و مجبور مسیحی رسول پولوس کو ملا تھا۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں: "چاہیے تم کھاؤ پیو یا کوئی کام کرو۔ مگر یہ سب خدا کے جلال کے واسطے کرو" ایکٹیٹس کہتا ہے: "جتنی دفعہ تم سانس لیتے ہو۔ اس سے زیادہ مرتبہ خدا کا خیال دل میں رکھو۔ خدا کا ذکر ہر روز کرو۔ جتنی مرتبہ تم کھانا کھاتے ہو۔ اس سے زیادہ مرتبہ خدا کی ستائش کرو"۔

اپنی تہیدستی اور غربت کی بابت لکھتا ہے:-

" اپنے دل میں غور کرو۔ آیا تم متمول بننا چاہتے ہو یا شادمان۔ اگر تم دولتمند بننا چاہو۔ تو یاد رکھو۔ کہ یہ نہ تو کوئی بڑی برکت ہے اور نہ ہی تمہارے ہاتھ میں ہے۔ اگر شادمان ہونا چاہو۔ تو یہ تمہارے اختیار میں ہے اور یہ ایک بڑی برکت بھی ہے۔ تموّل قسمت کی بخشش ہے۔ مگر شادمانی اور راحت قلبی تمہاری ارادت پر منحصر ہے"۔

اگر تم کسی افعی یا بھڑ یا بچھو کو دیکھو۔ کہ وہ سونے یا چاندی کی ڈبیا کے اندر بند ہے۔ تو تم دُور بھاگتے ہو۔ اس واسطے نہیں کہ وہ زہردار اور ضرر رساں ہیں۔ بلکہ اس واسطے کہ ڈنک مارنا ان کی فطرت میں داخل ہے۔ اسی طرح اگر تم زر و جواہر کے حلقہ کے اندر بدی کو دیکھو۔ تو حیران مت ہو۔ بلکہ اسکی فطرت کی رذالت سے دُور بھاگو"۔

" دولت قابل قدر برکتوں کے زمرہ میں نہیں شمار ہوتی۔ بداعتدالی اور لغویت برائیوں میں سے ہے۔ میانہ روی اور اعتدال پسندی اور سادگی خوبیاں ہیں ہے

سلامت روی اور سلیم الطبعی ہمیں جزرسی اور اصل نعمتوں اور سچی خوشیوں کے حصول کی تاکید کرتی ہے۔ مگر دولت ہمیں مسرف بناتی ہے اور میانہ روی سے باز رکھتی ہے۔ اس واسطے سلامت روی اور تمول میں ضد ہے۔ متمول آدمی میانہ رو اور سلیم الطبع نہیں ہو سکتا۔ اور نہ ہی سلامت رو اور زاہد آدمی دولتمند بن سکتا ہے"۔

آخری فقرہ خداوند مسیح کا قول زریں یاد دلاتا ہے۔ آپ نے فرمایا ہے "دولتمندوں کے واسطے آسمان کی بادشاہت میں داخل ہونا محال ہے"۔ وہی نکتہ رس فلاسفر آگے جاکر کہتا ہے :۔

"اگر تم ایران میں پیدا ہوئے ہو۔ تو تم یونان میں جاکر رہنے کی کبھی خواہش نہ بلکہ جہاں کے تہاں رہنے میں خوش ہو۔ اگر تمہاری پیدائش ملک افلاس میں ہوئی ہے۔ تو تم مملکت زر میں رہنے کے لئے کیوں فکر مند ہو۔ کیوں تنگدستی ہی میں خوش رہنے کو آمادہ نہیں ہوتے"؟

"نرم مخملی بستروں میں بیمار پڑکر بے چینی سے کروٹیں بدلنے کی بجائے تنومند رہنا اور توانا رہنا بہت اچھا ہے۔ اسی طرح تھوڑے سے مال و متاع پر قانع اور خوش رہ اور اپنی معمولی ضروریات کی بہم رسانی پر کفایت کر اور بہت مال و دولت اور اس کی متعلقہ لغویات کے درمیان بے چین اور ناشاد نہ رہ"۔

اسی صداقت کو اور ارباب فکر نے بھی اپنی بیش قیمت تصانیف میں ظاہر کیا ہے۔ ہوریس کہتا :۔ "میٹھی نیند دہقان کے جھونپڑے کو نظر حقارت سے نہیں دیکھتی ہے۔ نہ ہی سایہ دار ندی کے کنارے اسکے نزدیک قابل تحقیر ہیں۔ اور سرسبز و شاداب وادیاں اس کی نگاہوں میں حقیر ہیں۔ جن کے پھول اور پودے مغربی ہواؤں سے جھومتے اور اردگرد خوشبو پھیلاتے ہیں"۔ ملک الشعرا شیکسپیر نے بھی اسی قسم کا خیال ظاہر کیا ہے۔ "نیند تو کیوں گھاس کے بستر میلے کچیلے جھونپڑے کے اندر آرام کرتی ہے... الخ"

آزادی اور اس قوت کا جسکے وسیلے سے آدمی اپنے کو اپنی نواحیات سے

بالکل آزاد کر سکتا ہے ۔ ایک ٹیٹس بار بار ذکر کرتا ہے ۔ غلاموں کے قید خانہ میں بند کئے جانے کے خدشہ کا امکان اسے اکثر پریشان کیا کرتا تھا۔ اس واسطے اس نے اس کی تعریف یہ کی ہے کہ قید خانہ وہ جگہ ہے ۔جہاں انسان اپنی مرضی کے خلاف رہنے کو مجبور کیا جاتا ہے ۔ سقراط نے اپنے زندان کو قید خانہ نہ سمجھا تھا ۔کیونکہ وہ دل کی خوشی سے وہاں تھا ۔اگر انسان ناشدنی کے آگے سر تسلیم خم کرنا سیکھ لے تو اسے قید خانہ سے گھبرانے کی کوئی ضرورت نہیں ۔ اس قسم کے خیالات کے ذریعے سے ایک ٹیٹس نے اس سچائی کو پندرہ سو برس پیشتر ظاہر کر دیا تھا ۔ جیسے انگریز شاعر رچرڈ لوریس (۱۶۱۸۔۱۶۵۸ء) نے یوں ظاہر کیا ہے :۔ "سنگین دیواریں اور آہنی سلاخیں ان آدمیوں کے لئے قید خانہ یا پنجرہ کا کام نہیں دے سکتیں ۔جن کے دل پاک ہیں اور صبر و استقلال کو اپنا رفیق و ہادی بناتے ہیں ۔کیونکہ یہ انکے لئے عزلت خانہ و حجرہ کی مانند ہیں"۔

جو حالت اس کی تھی ۔اس پر غور کر کے ہم حیران نہیں ہو سکتے ۔کہ اس قسم کے خیالات ایک ٹیٹس کے دل میں بھرے رہتے تھے ۔اور ان پر پورے طور پر حاوی ہو گیا تھا ۔ ایک سوال کے جواب میں کہ "دولتمند کون ہے؟" بیان کیا:۔ وہ شخص جو جو کچھ اس کے پاس ہے اسی پر قانع ہے"۔ اسی خیال کو حضرت سلیمان نے اپنی امثال میں اس طرح ظاہر کیا ہے ۔ "بدکار اپنے دل میں اپنی شرارتوں سے معمور ہے ۔ مگر نیک آدمی اپنے دل ہی میں خوش ہے"۔ ایک دوسرے سوال کے جواب میں کہا ۔"آزاد وہ شخص ہے جسے اپنے نفس پر پورا اختیار حاصل ہے"۔ حضرت سلیمان فرماتے ہیں "جو آدمی غصہ میں دھیما ہے وہ بڑے بڑوں سے بہتر ہے اور جو آدمی اپنے مزاج پر حاوی ہے ۔ وہ شہر فتح کرنے والے سے بڑھکر ہے"۔

ایک ٹیٹس نے سقراط کو اپنا نمونہ بنایا تھا ۔جس سے اپنے اخلاقی

کمال کا اندازہ کیا کرتا تھا۔ چنانچہ اس کی نسبت وہ ایک قصہ بیان کرتا ہے
ارخلاس[1] نے ایک آدمی سقراط کے پاس بھیج کر اسے متمول بنانے کی خواہش
ظاہر کی۔ اس پر سقراط نے یہ جواب دیا۔ "شہر ایتھنز میں تین آنے کو اتنی
اشیائے خوردنی مل جاتی ہیں۔ کہ رات دن کے لئے بالکل مکتفی ہوتی ہیں۔
اور چشموں کا پانی ضرورت سے زیادہ بہتا ہے۔ اگر میری موجودہ جائداد
دوسروں کی نظروں میں بہت حقیر معلوم ہوتی ہے تو میں اس کے لئے کافی
سے زیادہ ہوں۔ اس واسطے یہ سامان ضرورت سے بڑھکر ہے۔۔۔ الخ
قصہ کوتاہ زندگی کی بابت ایک ٹیٹس کا جو خیال تھا۔ وہ بہت سادہ تھا
اور وہ ہر قسم کے تضاد و تباین سے بری تھا۔ اسی خیال کی بدولت اسے
زندگی کے بیشمار مصائب میں بہت تسلی اور راحت دلی حاصل ہوتی رہی
اور اسی کے طفیل سے اسے اعلےٰ درجہ کی بعض خوبیاں ظاہر کرنے کا موقع
ملا تھا۔ ذیل کے اقتباس سے یہ اچھی طرح ظاہر ہو جاتا ہے :۔
یاد رکھو۔ کہ تم ایک ایکٹر ہو۔ اور شاعر[2] بے بدل نے ایک ایک پارٹ
تمہارے سپرد کر رکھا ہے۔ کسی کو مختصر پارٹ دیا گیا ہے اور کسی کو لمبا۔
اگر تمہارے حوالے کسی بھکاری کا پارٹ ہوا ہے۔ تو اسے خوبی اور شرافت
سے ادا کرو۔ اگر لنگڑے کا ملا ہو۔ تو بھی اسے اسی کمال کے ساتھ پورا
کرو۔ چاہے بادشاہ کا ہو یا معمولی آدمی کا۔ اسے تمام قابلیت سے فطرت
کے مطابق ادا کرو۔ اس پارٹ کو خیر و خوبی سے انجام دینا تمہارے اختیار
میں ہے۔ مگر پارٹ کی سپردگی اور پسند دوسرے کے ہاتھ میں ہے۔ جو مالک

---

[1] شہر ایتھنز کا ایک صاحب ثروت فیلسوف تھا۔ وہ اناغورث کا جانشین اور
سقراط کا ناصح اور "فزی کس" کے نام سے مشہور تھا۔ اس نے پہلے پہل معلوم کیا
تھا کہ ہوا کی روؤں کے تموج سے آواز پیدا ہوتی ہے +

[2] شاعر بے بدل سے مراد خداوند رحیم ہے۔ تماشاگاہ عالم میں ہستی ایک ڈرامہ
ہے اور ہم ایکٹر ہیں +   (مترجم)

وہ مہتمم ہے"۔

"ان خیالات سے خود کو پریشان مت کرو۔ کہ لوگ مجھے حقیر سمجھتے ہیں اور میں کسی شمار و قطار میں نہیں ہوں ۔ اگر بے حرمتی اور بے عزتی تمہارے نزدیک بُرائی ہے۔ تو یہ تمہارے اختیار کی بات ہے چاہے تم بے وقری پسند کرو یا عزت و احترام۔ تمہاری تذلیل نہیں ہو سکتی۔ تا وقتیکہ تم خود پسند نہ کرو۔ کیا تم سربرآوردہ بننے کے خواہشمند ہو اور یہ چاہتے ہو کہ لوگ تمہیں ضیافتوں پر بلایا کریں ؟ یہ قسمت کے ہاتھ میں ہے۔ مگر اگر دعوتوں اور جلسوں میں تم مدعو نہ ہو۔ تو تم کس طرح بے عزت اور خوار ہو سکتے ہو"؟

"عزت۔ رتبہ اور اعتبار چاہے وہ اچھی چیزیں ہوں یا بُری۔ مگر وہ ایسی ہیں۔ کہ ان کی خاص قیمت ادا کرنی پڑتی ہے۔ گوبھی دو دو چار چار پیسے کو فروخت ہوتے ہیں۔ اگر تم خریدنا چاہو۔ تو دام لو اور لے جاؤ۔ اسی طرح اگر تم چاہتے ہو۔ کہ کوئی تمہاری ضیافت کرے۔ تو تمہیں اسکی قیمت دینا چاہیئے۔ چاہے وہ تعریف و تحسین ہو یا نمائشی اور جھوٹی عزت داری۔ اگر تم یہ نہ کرو۔ تو دعوت کی توقع مت رکھو ۔ مدعو نہ ہونے سے تمہیں کوئی فائدہ پہنچا ہے ؟ بیشک ! ایک آدمی کی جس کی تعریف کرنے کو تم تیار نہیں ہو۔ تحسین کرنے سے بچ گئے۔ اور اس کے ساتھ ہی کمینے نوکروں کے غرور و نخوت برداشت کرنے سے بھی بچ گئے"۔

یہ کہنا دشوار ہے۔ آیا ایک ٹیٹس بالطبع نکتہ رس اور بلند فکر تھا۔ جس کے سبب سے پاک اور لطیف خیالات اس کے دل میں پیدا ہوتے تھے اور وہ پاکیزہ اور ارفع تعلیمات دیتا تھا۔ جس سے نہ صرف اس کی عالی دماغی ہی ظاہر ہوتی ہے۔ بلکہ اسٹوئک فلاسفروں کے اصول تعلیم پر بھی روشنی پڑتی ہے۔ جن کی حکمت اس نے شروع میں حاصل کی تھی۔ شاید پڑھنے والوں کو تعجب ہو۔ کہ ایک ٹیٹس ایک معمولی غلام تھا۔ اسے اسٹوئک فلسفہ کے اصول سکھانے والا کہاں سے مل گیا ۔ بیشک اس

پر ظلم ہوتا تھا۔ مگر اصل بات یہ ہے کہ جب ہر طرف عیش و عشرت کے سامان ہوں۔ اور ہر کوئی ظاہرداری اور نمود کا شائق ہو۔ اور اہل زر تو نمائش شستگی کے بڑے دلدادہ ہوتے ہیں۔ تو عقلی برتری کا خاص خیال کیا جاتا ہے۔ اعلےٰ شستہ اور غیر شستہ ہر دو قسم کی تفریحات سے حظ اٹھایا جاتا ہے۔ اسی وجہ سے متمول رومی شرفا اپنے غلاموں میں شائستہ اور علم دوست غلام بھی رکھتے تھے۔ تاکہ جب کسی کتاب یا کسی علمی مسئلہ کی بابت صحیح واقفیت بہم پہنچانا منظور ہو تو فوراً اس کی معرفت کام لیا جاوے۔ اس سے منشی اور کاتب کا کام بھی لیا جاتا تھا۔ جب کوئی مضمون تیار کرنا ہوتا۔ تو اس غلام سے کام لیا جاتا اس قسم کے پڑھے لکھے اور صاحب علم غلام ہر امیر کے ہاں موجود رہتے تھے۔ اور ان میں سے بعض "فلاسفر" کے نام سے موسوم ہوتے تھے۔ ان میں سے بہت سے ایسے تھے۔ جن کی علمیت محض دکھاوا تھا۔ اصل میں کچھ آتا جاتا نہ تھا۔ وہ اپنے کو عالم بتلاتے تھے۔ مگر علم کی ابجد سے بھی آشنا نہ تھے۔ یہ لوگ بعض دفعہ خاندانی پروہت کے فرائض بھی انجام دیتے تھے۔ اچھی کتابوں سے پڑھکر نصیحت کی باتیں سُناتے تھے۔ اگر ان کے آقا دانائی اور حکمت کی باتیں سیکھنے یا سُننے کے خواہاں ہوتے۔ تو یہ انہیں بڑے بڑے عالموں اور حکیموں کے اقوال پڑھکر سُنا دیا کرتے تھے۔ اس طرح ان کا وقت سونے یا بیکار بیٹھنے کی نسبت زیادہ آرام سے گزر جاتا تھا۔ اس وجہ سے ابفرادی طس کے لئے کوئی قابل تعریف بات نہ تھی۔ کہ اس کے ہاں ایک فیلسوفانہ طبیعت کا غلام تھا۔

ایک ٹیٹس محنت و مشقت کا کام کرنے کے قابل نہ تھا۔ وہ بڑا ذہین ثقہ صورت اور متین تھا۔ اس واسطے اس کے آقا کے دل میں اس کی بابت ضرور خاص خیال پیدا ہو گیا ہوگا۔ اور اس نے یہ ارادہ کیا۔ کہ اس سے جو کام ہو سکے لیا جاوے۔ اس غرض سے اسے کیوس روفس کے پاس بھیج دیا گیا۔ تاکہ وہ اسٹوئک فلسفہ کی تربیت حاصل کرے۔

روفس ایک رومی سردار کا بیٹا تھا۔ وہ اپنی خوش بیانی اور علمیت اور اسٹوئنک فلسفہ کے حقائق کی گہری واقفیت کے سبب سے نیرو کا محسود بن گیا جس کے سبب سے اس نے اسے ایک اجاڑ اور بیابان جزیرہ میں جلا وطن کر دیا اس پر پائسو کی سازش میں شریک رہنے کا الزام لگایا گیا تھا۔ مگر جب نیرو نے خودکشی کر لی۔ تو روما کو واپس آگیا۔ اور بڑی شان اور عزت سے زندگی بسر کرنے لگا۔ جب شہنشاہ وس پے ریشئن نے سب نامور فلاسفروں کو شہر بدر کر دیا۔ تو صرف روفس کو وہاں رہنے کی اجازت ملی۔ جس سے اس کے اقتدار اور رسوخ کا اندازہ ہو سکتا ہے۔

اس حکیم کی تصانیف اس زمانہ میں موجود نہیں ہیں مگر اس کے شاگرد رشید ایکٹیٹس کے پند و نصائح میں اس کا کچھ ذکر پایا جاتا ہے۔ جس سے اسکی علمیت اور طبیعت پر روشنی پڑتی ہے۔ حسب ذیل حکایت سے ظاہر ہے کہ وہ کس کینڈے کا فلاسفر تھا :-

منطق کی تربیت عقلی کے اعتبار سے کیا قدر و قیمت ہے۔ اس پر ایکٹیٹس بحث کرتا ہوا اس اعتراض پر بحث کرتا ہے۔ اگر استدلال میں غلطی ہو جائے تو کوئی بڑی بات نہیں ہے۔ مگر وہ کہتا ہے۔ یہ فی الواقع قابل گرفت امر ہے۔ "ایک مرتبہ روفس کے سامنے میں نے یہی بات کہی تھی۔ تو مجھے اُنہوں نے اس بات کے لئے تنبیہ کی تھی۔ کہ میں نے قضیہ سے مقدمہ اخذ نہیں کیا تھا۔ میں نے کہا۔ آپ مجھے اس طرح جھڑکتے ہیں گویا میں نے جوپی ٹر کے مندر کو آگ لگا دی۔ کہنے لگے "غلام جوپی ٹر کے مندر کا اس سے کیا تعلق ہے۔ کیا اس مندر کو آگ لگانے کے سوا انسان اور کوئی خطا نہیں کر سکتا؟ اپنے تخیل سے مناسب کام نہ لینا۔ استدلال کو بخوبی نہ سمجھنا۔ یا کسی امر کو دلائل عقلی سے کماحقہ ثابت نہ کرنا ایک قصور ہے"۔

روفس کبھی کبھی اپنے شاگرد کی بردباری کا امتحان لیا کرتا تھا جو اس

فرقے کے فلاسفروں اور ان کے مقلدوں کا خاصہ تھا۔ وہ کہتا تھا تمہارا آقا ظالم اور سنگ دل آدمی ہے۔ وہ تم پر طرح طرح کے مظالم روا رکھیگا۔ تم کیا کروگے؟ اپک ٹیٹس جواب دیتا تھا۔ دُکھ اور تکلیف انسان کے ساتھ پیدا ہوئے ہیں یہ میری قسمت کا حصہ ہیں۔ اس واسطے مجھے برداشت کرنا چاہیئے۔ اس پر روفس اظہار پسندیدگی کرتا ہوا کہتا ہے۔ تمہاری قسمت تمہارے ہاتھ میں ہے۔ اسے بُرا بھلا جیسا چاہو بنا سکتے ہو۔ تمہیں دوسروں کے دست نگر رہنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ کیونکہ شرافت اور عالی ہمتی تم میں موجود ہے + جاگیر زر و جواہر اور اعلےٰ مراتب حاصل کرنے کی تمہیں کوئی ضرورت نہیں ہے +

"اگر کوئی آدمی "بزدل" ہو وہ" اور رذیل طبع ہو۔ تو ایسے شخص کا اپنی تحریر میں "لاشہ" کہکر ذکر کرنا چاہیئے" فلاں آدمی کی نعش یعنی حلیہ ہمیں لکھ بھیجو" کیونکہ ایسے آدمی فی الحقیقت لاشے ہیں۔ اگر وہ ایسے نہ ہوتے۔ تو انہیں غور کرنا چاہیئے کہ دوسروں کے زر و مال سے کسی کو نقصان نہیں پہنچتا ہے"

جان رسکن لکھتا ہے "کیا آپ کو معلوم ہے۔ کہ جب صاحب خانہ مرجاتا تھا تو سدی لوگ اس کے جانشین کے متعلق کیا رسم کرتے تھے؟ اسے نہایت عمدہ اور قیمتی لباس پہنایا جاتا۔ رتھ میں بٹھا کر سب دوستوں کے گھروں میں لے جاتے۔ جن میں سے ہر ایک اسے اپنے دسترخوان پر عزت کی جگہ پر بٹھاتا۔ سب تو لذیذ کھانے کھاتے اور وہ بیٹھا منہ تاکا کرتا + اگر اس قسم کی عزت آپ کو دی جائے۔ تو آپ اسے منظور کرینگے؟ روزمرہ کے تجربہ سے بھی یہ امر عیاں ہے۔ کیا آپ اس قسم کی زندگی بسر کرنا پسند کرینگے؟ کوئی بھی اسے منظور نہ کریگا۔ گو جیتے جی سب کو اس قسم کی باتوں کا تجربہ ہوتا ہے اور ایسے کام کرتے ہیں" +

روفس نے اپنے شاگردوں کی تعلیم و تربیت کے واسطے جو طریقہ اختیار کیا تھا۔ وہ سقراط کے طریقہ سے بہت ملتا جلتا تھا۔ اپک ٹیٹس

کہتا ہے "کمزور دماغ اور سلون مزاج نوجوانوں کی تربیت اسی قدر مشکل ہے۔ جس قدر کانٹے (ہک) سے آب شیر اٹھانا۔ لیکن جن کے مزاج میں استقلال ہے اور طبیعت عمدہ پائی ہے۔ وہ کسی قسم کی دشواریوں کی پرواہ نہ کرتے ہوئے بھی حکمت سیکھ لیتے ہیں۔ اسی وجہ سے روفس ان نوجوانوں کا حوصلہ پست کرنے کی کوشش کرتے تھے۔ جو ان کے پاس فلسفہ پڑھنے کو آتے تھے۔ تاکہ طبیعت کی موزونیت اور غیر موزونیت ظاہر ہو جائے۔ وہ کہا کرتے تھے کہ جیسے پتھر اوپر پھینکے جانے کے بعد پھر لوٹ کر زمین پر آپڑتا ہے۔ عالی طبیعت کا بعینہ یہی حال ہے گو کسی رکاوٹ سے عارضی طور پر اسے زک پہنچتی ہے تو بھی وہ اپنی حالت پر آئے بغیر نہیں رہتی" +

ایپک ٹیٹس نے "ظاہرداری" پر گفتگو کرتے ہوئے روفس کا ذکر کیا ہے جس سے یہ امر عیاں ہے۔ کہ وہ اپنے استاد کی کیسی عزت کرتا تھا۔ اور کس قدر فیض اس کی ذات سے حاصل کیا تھا۔ چنانچہ وہ لکھتا ہے "۔ رفس اپنے شاگردوں سے کہا کرتا تھا۔ اگر تمہیں میری تعریف کرنے کا موقع ملتا ہے۔ تو میں نے تمہیں کوئی فیض نہیں پہنچایا ہے + وہ ہم سے ایسے ڈھنگ سے کلام کرتا تھا۔ گویا کسی شاگرد نے چپکے سے کوئی بات اسکے برخلاف کہدی ہے۔ وہ سب کی عادتوں اور طبیعتوں سے خوب واقف تھا۔ اور ہر ایک کے عیبوں کو بالانفراد بیان کردیا کرتا تھا +

ایپک ٹیٹس نے اس قسم کے استاد کی زیر نگرانی تعلیم و تربیت پائی تھی۔ گو یہ تعلیم سخت تھی۔ مگر حکمت اور شرافت سے لبریز تھی۔ اس سے اس کی طبیعت میں انقلاب خیز تغیر واقع ہوگیا۔ اس کی عادت ہی بدل گئی + یہ تعلیم اس کے لئے ایک بڑی برکت کا باعث ہوئی۔ اس کے نزدیک اس کی قدر و قیمت اس قدر اعلےٰ تھی کہ غلامی کی تمام مصیبتیں اور دکھ اس کے مقابلہ میں ہیچ معلوم ہوتے تھے

گمان غالب ہے۔ ایک ٹیٹس اپنے دل میں یہ خیال کرتا ہوگا۔ غلامی میں
فروخت ہونے سے جو نعمت اور عظمت ہاتھ لگی۔ وہ آزادی مگر گمنامی کی
زندگی میں کبھی میسر نہ آسکتی۔ اس اعتبار سے یہ بہت سودمند ثابت ہوئی +
ایپک ٹیٹس کو اپنی ذات میں انتظام الٰہی نظر آیا۔ اور یہ معلوم ہوا کہ خدا کا فضل
سب آدمیوں پر ہے۔ اس سے اس کے دل کو یقین ہوگیا۔ کہ گو اس
دُنیا میں سب کی حالت یکساں نہیں ہے مگر پھر بھی سب انسان حکمت اور
انصاف کے اصول کے تابع ہیں۔ اور یہ کہ ہر ایک آدمی اپنے اپنے واسطے
بہترین قسم کی چیزیں حاصل کر سکتا ہے جن کی سچے دل سے وہ خواہش
کرتا ہے + ایپک ٹیٹس اپنی مشہور کتاب میں جابجا لکھتا ہے۔ اور کہتا ہے
دُنیا کی بہت سی نعمتیں اور عزتیں آدمی حاصل کر سکتا ہے۔ اگر وہ ان کی
مقررہ قیمت ادا کرے۔ اگر قیمت بُری یا انسانیت کے خلاف ہو۔ یا کسی
عزت اور مرتبہ کے حصول میں اخلاقی اصول کو قربان کرنا پڑے تو اس کی
طرف نظر اُٹھا کر بھی نہیں دیکھنا چاہئے۔ ہر ایک راستباز آدمی خوشی نہیں۔
تو اس سے بھی زیادہ اعلےٰ شے حاصل کر سکتا ہے۔ اسے مہمل بات
مت سمجھو۔ کیونکہ اس کا مفہوم بہت وسیع ہے + بعض چیزیں اس دُنیا
میں ایسی ہیں جن کی تمنا ہر فرد بشر کے دل میں ہے۔ اور سب لوگ انہیں حاصل
کریں۔ اگر وہ جائز اور راست طریقہ سے ہاتھ لگ جائیں۔ اور وہ یہ چیزیں ہیں۔
صحت۔ دولت۔ آسائش۔ راحت۔ اقتدار۔ عزت۔ مخالفت اور دُکھ سے
آزادی۔ ان کے مقابلہ میں غربت۔ بیماری۔ دکھ۔ تکلیف۔ اور بدسلوکی ہے۔
جس میں انصاف پروری اور راحت شعاری بھی شامل کرنا چاہئے۔ اور پھر اس امر
کو بھی اسی زمرہ میں شامل کرنا چاہئے۔ کہ چاہے زندگی کیسی مشکلات میں
اُلجھی ہوئی ہو۔ خدا کا نور اخیر میں چمک کر ہمارے دل کو تسلی دیگا۔ تو دُنیا کے
تمام نیک اور شریف اور خداترس لوگ موخرالذکر باتوں کو اپنے لئے پسند کرینگے۔
اس وجہ سے نہیں کہ وہ دُکھ میں پڑنا اور اس زندگی میں ناشاد رہنا چاہتے ہیں۔ بلکہ انکے

پسند کی وجہ یہ ہوگی کہ وہ مکروفریب کو دُکھ تکلیف پر ترجیح نہیں دیتے۔ وہ بُزدلانہ طرزِ عمل سے اذیت کو بہتر سمجھتے ہیں + وہ کسی اخلاقی اصول کی خلاف ورزی نہیں کرتے۔ گو دُکھ برداشت کر لیتے ہیں۔ وہ پولوس رسول کی طرح اکھاڑے میں بھوکے درندوں سے لڑنا پسند کرتے ہیں۔ مگر نیرو ایسے تاجوروں کی کردہ عیاشی کو نگاہِ حقارت سے دیکھتے ہیں۔ وہ ایک ایسی برکت کے حصول کے خواہشمند ہوتے ہیں جو خوشی سے بڑھکر ہے۔ دُنیا وہ برکت نہ تو بہم پہنچا سکتی ہے اور نہ اسے چھین لینے پر قادر ہے۔ یہ راحتِ قلبی ہے۔ یہ خدا کی بخشش ہے۔ دُنیا اس کی قدر نہیں کر سکتی +

بدکار اور بدشعار۔ آسودہ حال۔ نیک باز اور نیک شعار خستہ حال ہے۔ اس پر حیرت ظاہر کی جاتی ہے۔ مگر مشہور انگریز مورخ جیمز فرُوڈ کہتا ہے "یہ غلط فہمی ہے۔ جس کی بُنیاد خوشحالی کے فرضی استحقاق پر ہے .... خوشی کے حصول کی ہمیں کوشش اور توقع نہیں رکھنا چاہئے۔ ہمارا فرضِ اولیٰ یہ ہے کہ بہترین چیز کی تمنا رکھیں۔ اور اسی کی جستجو میں پھریں۔ اور اسی پر عمل کریں۔ اگر "نیکی اپنا آپ اجر ہے" کے معنی یہ ہیں کہ نیک آدمی ہمیشہ نیکوکاری میں سرگرم رہتا ہے۔ تو یہ مقولہ بہت ہی اچھا ہے + آؤ نیکی کے راستہ پر چلیں چاہے خوشی حاصل ہو یا دُکھ۔ کچھ پروا نہ کرو۔ اگر راحت حاصل ہو۔ تو زندگی پُرآسائش ہوگی۔ اگر یہ میسّر نہ ہو تو زیست تلخ رہتی ہے۔ ہماری روح کی بہتری ہمارے چلن کی شرافت اور پاکیزگی پر موقوف ہے۔ اور چلن کی شرافت و رفعت کے یہ معنی ہیں۔ کہ نیکی کو ہمیشہ عزیز رکھیں اور بدی کی صورت پر لعنت بھیجیں۔

انسان جس شے کا آرزومند ہوتا ہے وہ اخیر میں حاصل ہو جاتی ہے۔ جو چیز اس کے فائدے کی ہے وہ ہاتھ لگ جاتی ہے۔ بشرطیکہ سچے دل سے اس کا جویاں اور خواہشمند ہو + ہوسکتا ہے۔ خوشی تھوڑا عرصہ تمہارے ہاں قیام کر کے چمپت ہو جائے یا شادمانی تمہیں دھوکہ دے۔ یا دولت تم سے مُنہ موڑ لے۔ دوست آڑے وقت میں بےوفا ثابت ہو۔ مگر خدا کی خدمتگزاری

کی قوت کبھی ناکام اور قاصر نہیں رہتی۔ اور اسکی محبت کبھی مسترد نہیں ہوتی"۔
فرد ڈ کے ان خیالات کو اگر آج اپک ٹیٹس پڑھے۔ تو اس کا دل باغ باغ
ہو جائے۔ اور ایک ایک فقرے سے خود کو متفق ظاہر کرے ؛

تیسری فصل

اپک ٹیٹس کی زندگی اور تعلیمات

اپک ٹیٹس کے خیالات اور اقوال کے ماسوا اسکے سوانحی حالات
بہت کم دستیاب ہوئے ہیں۔ اس کی زندگی کے واقعات بہت ہی تھوڑے
تھے۔ کیونکہ گرد و پیش کے حالات نے اسے بہت ہی محدود کر دیا تھا۔
کسی نے سچ کہا۔ مہاپُرشوں کے سوانحی حالات بہت مختصر اور محدود ہوتے
ہیں۔ ان کی حقیقی زندگی ان کی تصانیف کے اندر بند ہے ؛

ہم نہیں جانتے کہ وہ کتنے برس کا تھا۔ جب اس کے آقا نے اسے
آزاد کیا تھا۔ مگر اس سے اس کی طرزِ معاشرت میں کوئی تغیر واقع نہیں ہوا۔
اس سے اُن بدسلوکیوں کا خاتمہ ہو گیا۔ جو غلاموں سے ہوتی تھیں۔ مگر زندگی
کی مشکلات بدستور سابق قائم رہیں۔ بلکہ ضروریاتِ زندگی کی بہم رسانی کے
متعلق اس کی تشویش پہلے سے زیادہ بڑھ گئی۔ کیونکہ غلامی کی حالت میں
روٹی کپڑا آقا کے ہاں سے ملا کرتا تھا + اپک ٹیٹس ایک ایسا عالی خیال اور
بلند ہمت فلاسفر تھا۔ کہ ظاہری باتوں اور خارجی حالتوں کی کچھ پروا نہ کرتا تھا۔
اور انہیں وہ اپنے حلقۂ اثر سے باہر سمجھتا تھا۔ اور ان سے کوئی واسطہ بھی
نہ رکھنا چاہتا تھا + جس زمانہ میں اسے طرح طرح کی سختیاں سہنا پڑتی تھیں
تو بھی وہ اپنے کو خدا کے فضل سے آزاد سمجھا کرتا تھا۔ اور اپنے کو اُن لوگوں
سے برتر خیال کرتا تھا۔ جو کسی آقا کے تابع نہ تھے + ہم نہیں جانتے۔ آیا

ایام غلامی میں اس نے کچھ روپیہ پس انداز کیا تھا۔ یا اس کے مداح اور خیرخواہ اس کی حوائج زیست کا اہتمام کرتے تھے۔ اس کی ضروریات چند تھیں جن کے بغیر زندگی محال ہے۔ اور اس سے زیادہ وہ کسی اور شئے کے لئے کسی کا مرہون احسان ہونے والا نہ تھا۔

قرائن سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اس نے کبھی شادی نہیں کی۔ اس کی وجہ شاید یہ تھی۔ کہ وہ عورتوں کی نیکوکاری اور پاکدامنی کو بہت کمزور اور مشکوک سمجھتا تھا۔ جیسا اس کی تصانیف کے کئی مقامات سے ظاہر ہوتا ہے۔ ایک جگہ لکھتا ہے۔ عورتیں مردوں سے اپنی تعریف چاہتی ہیں۔ اور شادی کرنے کے سوا اور کوئی فکر نہیں ہوتی۔ ایک اور جگہ لکھتا ہے۔ رومی خواتین افلاطون کی مشہور زمانہ تصنیف "ری پبلک" (جمہوری حکومت) کو بہت شوق سے پڑھتی ہیں۔ کیونکہ اس نے شادی کے متعلق بعض قواعد بہت عمدہ بنائے ہیں۔ اور عورتوں کو آزادی عطا ہونے کی طرفداری کی ہے اس سے ظاہر ہے کہ اسے اچھی اور خداترس عورتوں کو دیکھنے اور ملنے کا اتفاق نہیں ہوا تھا۔ اس کے زمانہ میں جتنی شائستہ اور تعلیم یافتہ رومی خواتین تھیں۔ وہ پارسائی اور عصمت پروری کا نمونہ نہ تھیں۔ اسے اپنے آقا کے گھرانے کی خواتین سے میل جول رکھنے کا بھی موقع نہ ملا تھا۔ اسے ماں کی محبت اور بہن کے پیار کا کبھی تجربہ نہ ہوا تھا۔ اس نے شادی کو مذموم نہیں ٹھیرایا۔ بلکہ اُن حکیموں کو خوب آڑے ہاتھوں لیا ہے جنہوں نے نکاح کے خلاف بُرا بھلا کہا۔ اور لوگوں کو اس سے آزاد رہنے کی ہدایت کی۔ مگر وہ ساتھ ہی تجرّد کے حق میں تھا۔ اور اسے بہت مستحسن سمجھتا تھا۔ اسکے خیالات پولوس رسول کے خیالات سے بہت مطابقت کھاتے ہیں۔ اس واسطے ذیل میں ان کا نمونہ دیا جاتا ہے:۔

رسول ممدوح قرنتیوں کے اول خط اور ساتویں باب میں عورتوں کی دوشیزگی اور تجرّد کی خوبیاں بیان کر کے نکاح کو نہ صرف جائز ٹھیراتا ہے

بلکہ اسے ایک پاک اور مقدس کیفیت طبعی بتاتا ہے۔ وہ کہتا ہے۔ سب میری طرح مجرد اور کنوارے رہنے پر قادر نہیں ہیں۔ نکاح ایک نہ ٹوٹنے والا عقد اور مقدس تعلق ہے۔ گو مجھے الٰہی ہدایت نہیں ہوئی ہے۔ تاہم میری رائے میں تجرد اچھا ہے۔ کیونکہ اس سے "موجودہ دکھ" آدمی کے نزدیک نہیں آنے پاتا۔ تو بھی جو لوگ شادی کرتے ہیں" انہیں جسم کا دکھ اٹھانا پڑیگا" کیونکہ شادی سے انسان بلاواسطہ کئی قسم کی مصیبتوں میں پڑجاتا ہے "کنوارا خدا کی باتوں کی فکر کرتا ہے۔ کہ اسے کس طرح خوش کرے۔ مگر متاہل اس دنیا کی باتوں کی پرواکرتا ہے کہ کس طرح اپنی بیوی کو خوش کرے اور یہ اس واسطے نہیں لکھتا کہ تمہاری دل آزاری ہو۔ بلکہ تمہارے فائدے کے لئے لکھتا ہوں۔ تاکہ تم بے فکری سے خداوند کی خدمت کرسکو"۔

یہ تو ظاہر ہے کہ پولوس رسول تجرد کو بہت ہی اچھا سمجھتے تھے اور ایک ٹیٹس نے اپنے اسی خیال کو انہی الفاظ میں ظاہر کیا ہے۔ اسکی رائے میں شادی کرنا گناہ میں داخل نہیں ہے۔ مگر جو لوگ اپنے حکیمانہ فرائض اور اصول کی پابندی کرنا چاہتے ہیں۔ ان کے واسطے مجرد رہنا مستحسن ہے۔ موجود حالت دنیا اور اہل دنیا کے اخلاق کی ایسی ہے جیسی کسی بڑے معرکہ سے ایک دو روز پیشتر دیکھی جاتی ہے۔ کیا کلبی اصول کے معتقد کو تمام فکروں سے آزاد ہونا مناسب نہیں ہے۔ تاکہ وہ خدا کی خدمت اچھی طرح انجام دے سکے؟ خانگی فرائض اور ذاتی تعلقات سے بے پروا اور بے پابند ہو کر دنیا میں پھرنا اور وعظ و پند کرنا مناسب نہیں ہے۔ اگر وہ اس فرض سے غفلت کرے۔ تو وہ دانشمندی اور نیکی کے خواص قائم نہ رکھ سکیگا۔ اور اگر اس کی پابندی کرے۔ تو وہ دیوتاؤں کے ایلچی کی حیثیت سے محروم ہو جائیگا۔ ایک ٹیٹس کی رائے میں کلبی حکیم اپنے کو دیوتاؤں کے ہرکارے سمجھا کرتے تھے۔ جو اس دنیا میں بداخلاقی اور بدی کی بیخ کنی کے لئے بھیجے گئے ہیں۔ وہ آگے

جا کر یہ جتاتا ہے۔ کہ اگر میں شادی کروں۔ تو اُن سب لوگوں کے روحانی فوائد سے اغماض کرنا پڑیگا۔ جن سے رات دن واسطہ پڑتا ہے اسکے علاوہ دُنیا کے جھگڑوں میں اُلجھنا پڑیگا۔ بال بچّوں کی فکر اور بیوی کی ضروریات کا اہتمام کرکے اپنے کو مُصیبت میں ڈالنا ہے۔ اس سے طبیعت منتشر ہوتی ہے۔ اور کئی قسم کی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ گھر کے دھندے انسان کی ساری توجہ کو اپنی طرف مصروف کر لیتے ہیں + ایپک ٹیٹس کہتا ہے۔ یہ درست ہے کہ کلبی فرقہ کے ایک نامور فلاسفر قراطس نے ایک عورت سے شادی کی تھی۔ مگر وہ عورت بھی ایثار نفسی سے کام لینے والی تھی۔ اس کے علاوہ اس نے اپنی دولت اور عزیزوں پر اپنے شوہر کی خاطر لات ماری تھی۔ ایپک ٹیٹس یہ نہیں کہتا۔ کہ اس نے شادی کرنے میں غلطی کی تھی۔ مگر وہ اُن حالات اور اسباب پر بحث کرتا ہے جن سے مجبور ہوکر اس نے نکاح کیا تھا +

ایپک ٹیٹس ایک سوال کرکے خود ہی جواب دیتا ہے۔ اگر سب لوگ مجرد رہنے لگیں۔ تو "دُنیا کا کیا حال ہوگا"؟ گو وہ بڑا حلیم۔ منکسر المزاج۔ اور بردبار آدمی تھا۔ تاہم اس سوال پر بہت برہم ہوا اور سخت لفظوں میں جواب دیا "خدا ہم پر فضل کرے۔ کیا اُن لوگوں نے بنی آدم کو زیادہ فائدہ پہنچایا ہے۔ جن کے گھروں میں دو چار بچے پیدا ہوتے ہیں۔ یا اُن آدمیوں کے وجود سے جہان کو زیادہ فائدہ پہنچتا ہے۔ جو نوع انسان کے میلان عادات اور زندگیوں پر خاص نظر عنایت رکھتے ہیں؟ کیا طیبہ والے اپنے ملک کے واسطے اب منی ورس[۱] سے زیادہ مفید ثابت ہوئے۔ جن کے بڑے بڑے گھرانے تھے؟ کیا ہومر پرائم[۲] سے جسکے باون بیٹے تھے اپنی قوم کے لئے

---

[۱] اب منی ورس۔ طیبہ کا مشہور جنرل اور مدبر تھا۔ اس نے اہل سپارٹا کو لیوق طرہ اور مان تنی میں شکست دی۔ ۳۷۱ ق م سے ۳۶۲ ق م تک اسکے اقبال کا تارہ چمکتا رہا +

[۲] ٹرائے کا آخری حکمران۔ ہومر نے ایلیڈ میں اس کا ذکر کیا ہے۔ اسکے پچاس بیٹے بتلائے گئے ہیں + مترجم

کم مفید ثابت ہوا ہے؟ کلبی فرقہ کا ہر ایک مقلد جو اپنے اصول کا پابند ہے سب کا باپ ہے۔ سب مرد اس کے بیٹے اور عورتیں بیٹیاں ہیں ان سے اس کا رشتہ خون اور محبت کا ہے +

ایپک ٹیٹس کی عادت سے یہ امر بخوبی ظاہر ہے کہ وہ بہترین اور مناسب ترین روش اختیار کرنے کا خواہشمند رہتا تھا۔ جو اقتباس اوپر پیش کئے گئے ہیں ان سے عیاں ہے کہ وہ طبیعت کا بڑا سخت آدمی تھا اور دنیاداری کے خیالات اس سے بہت دور تھے جس سے اس کے ناکتخدا رہنے کی روایت کی اچھی طرح تائید ہوتی ہے +

بیان کیا جاتا ہے کہ وہ ایک بہت ہی سادے اور ٹوٹے پھوٹے جھونپڑے میں رہا کرتا تھا جس کے اندر چراغ اور پیال کے سوا اور کوئی سامان آسائش اور آرائش نہ تھا۔ اس چراغ کی بابت اس زمانہ کا ایک قصہ مشہور ہے جسکی طرف اس نے خود بھی اشارہ کیا ہے۔ اس نے لوہے کا ایک دیا خریدا تھا۔ جو خانگی دیوتاؤں کے سامنے جلا کرتا تھا۔ اسے ایک مرتبہ چور چرا کر لے گیا۔ ایپک ٹیٹس نے کہا "اگر وہ دوبارہ چوری کے ارادہ سے آئیگا۔ تو سخت شرمندہ ہوگا۔ کیونکہ میں مٹی کا دیا لاکر رکھونگا" کہا جاتا ہے کہ جب ایپک ٹیٹس مرگیا۔ تو اس کے مداح نے جس کے دل میں مشاہیر پرستی کا بڑا جوش تھا۔ اس چراغ کو تین ہزار درم کو خرید لیا تھا۔ لوشین شاعر لکھتا ہے "اسکا مقصد یہ تھا کہ رات کو مجھے بڈھے فلاسفر کی دانائی کے خواب آئینگے۔ اور میں بھی کسی روز فیلسوف بن جاؤنگا" +

گو وہ انتہا درجہ کا غریب اور تنگ حال آدمی تھا مگر اسکی زندگی سے کسی طرح ظاہر نہیں ہوتا کہ وہ نمود و نمائش کا شیدا تھا۔ اور نہ کوئی قابل اعتراض اور فضول عادت اس کے چلن میں تھی + برعکس اس کے اس کی تصنیفات سے وہ اصول اور آداب ظاہر ہوتے ہیں جن کے مطابق فلاسفر کو زندگی بسر کرنا چاہئے۔ اور روزانہ رفتار گفتار میں اپنا دستورالعمل بنانا چاہئے۔ وہ اپنے

شاگردوں کو ہدایت کرتا ہے کہ تمہیں اہل دُنیا کی تضحیک برداشت کرنا پڑیگی۔
شہر رومہ کے بازاروں اور ناہموار لڑکوں کے لئے فلاسفر ایک قسم کا "کھلونا"
تھا جسے وہ چھیڑتے تھے اور اس پر پھبتیاں اُڑاتے تھے۔ کبھی اسکی داڑھی
نوچتے تھے کبھی اس کے اشاروں کی نقل اُتارتے تھے۔ حکیم کو نہ صرف انہی
کی ذلت انگیز باتوں کو برداشت کرنا پڑتا تھا۔ بلکہ سمجھ والے لوگ بھی انہیں نگاہِ
حقارت سے دیکھتے تھے۔ وہ کہتا ہے "اگر تم یہ جاننا چاہتے ہو کہ رومی لوگ
فلاسفروں کو کس آنکھ سے دیکھتے ہیں۔ تو دھیان لگا کر سُنو ملبوس جو اپنی حکمت
و دانائی کے واسطے بڑی شہرت رکھتا تھا ایک دفعہ میرے سامنے اپنے عزیزوں
سے سخت ناراض ہوا۔ اور ایک ایسے لہجہ سے غصہ بھری آواز سے بولا۔ گویا
اسے سخت نقصان پہنچا ہے۔ کہنے لگا " میں اسے برداشت نہیں کرسکتا۔
تم نے میرا دم ناک میں کر دیا ہے۔ تم مجھے اپنی حرکتوں سے اس کی مانند
بنادوگے۔ اور یہ اشارہ ایپک ٹیٹس کی طرف تھا۔ گویا کہ وہ سب سے حقیر اور ناچیز
آدمی تھا۔ وہ اپنی کتاب " مینوئل " میں لکھتا ہے " اگر تم حکیم اور فیلسوف بننا
چاہو۔ تو دُنیا کی لعنت ملامت اور لاف وگزاف برداشت کرنے کو تیار رہو۔
کیونکہ لوگ تم سے کہینگے " اے لو۔ اب یہ فیلسوف بن گئے۔ آپ نے یہ نخوت
کہاں سے سیکھی "۔ تمہارے لئے یہ بہتر ہے کہ اپنے طور طریقے سے کسی قسم کا
گھمنڈ ظاہر مت کرو۔ بلکہ تمہاری رائے میں جو بات بہترین اور مناسب ہو
اس پر ایسے ڈھنگ سے عمل کرو گویا خدا نے تمہیں خاص اسی کام کے واسطے
مقرر کیا ہے "۔ " واہ وا حاصل کرنے کی خواہش " کے متعلق ذکر کرتے ہوئے
کہتا ہے۔ فلاسفر کو شعبدہ باز کی طرح جو کرچیا یا آگ کی رینی نگل جاتا ہے" نہیں
کرنا چاہئے۔ اور نہ لوگوں کی تحسین و آفرین کی تمنا رکھنا چاہئے جو جہالت
و بطلان میں غرق ہیں۔ ایپک ٹیٹس ہر قسم کی ظاہرداری۔ ریاکاری حیلہ بازی
فریبیت۔ شیخی اور اظہار علمیت کے سخت برخلاف تھا۔ بلکہ اس قسم کی
باتوں سے اسے بے حد نفرت تھی۔ چلن کی سادگی اور صفائی اطوار کی

شُستگی اور پاکیزگی۔ اور بول چال کے اعتدال اور میانہ روی اسے بہت پسند تھی۔ اور اس کی اپنے شاگردوں کو تاکید کیا کرتا تھا۔ یہ دیکھکر مسرت ہوتی ہے کہ وہ کلبی فرقہ کے مقلدوں کی بیہودگیوں اور ناہمواریوں کو جن کے واسطے وہ مشہور تھے۔ نہایت مناسب اور مردانہ ڈھنگ سے قابل الزام ٹھیراتا ہے + ایک ٹیٹس کہتا ہے۔ کلبی فرقہ کے حکیموں کو صاحب فہم ہونا چاہیئے۔ اور اپنی ظاہری بناوٹ ایسی رکھنا چاہیئے۔ کہ لوگ خواہ مخواہ پسند کریں + وہ اپنے ایک شاگرد کو بڑے کڑے الفاظ میں کہتا ہے۔ تمہارا ایک بڑا فرض یہ ہے کہ تم اپنے بدن اور کپڑوں کو خوب پاک صاف رکھو۔ اور لوگوں کے ساتھ شائستہ اور نیک برتاؤ روا رکھنا چاہیئے + شخصی صفائی سے گوشہ نشین مسیحی بھی اسے خوش نہ کر سکتے تھے۔ کیونکہ وہ بہت میلے کچیلے رہتے تھے۔ اور جنگلوں اور بستی سے دُور اُجاڑ مکانوں میں بود و باش رکھتے تھے۔ ایسے لوگوں کے لئے اس کی نصیحت یہ ہے "یا تو صحرا میں رہو یا ویرانہ میں" بستی میں تمہارا کوئی کام نہیں ہے۔ بڑھاپے میں ایک ٹیٹس نے ایک بڈھی عورت کو گھر کا کاروبار کرنے کو رکھ لیا تھا۔ اس سے اس کی طبیعت کی ہمدردی اور ملائمت ظاہر ہوتی ہے + اُس زمانہ میں ایک بڑا دستور خلاف انسانیت رائج تھا۔ جس کے سبب سے لوگ بچوں کو عموماً بستی سے دُور ویرانہ میں پھینک دیتے تھے تاکہ جنگلی جانور انہیں مار کر کھا جائیں۔ ایک دفعہ ایک ٹیٹس کے ایک آشنا نے اپنے بچے کو باہر پھینک دیا۔ اسے وہ اُٹھا کر گھر لے گیا جسکی وجہ سے اسے ایک دائی رکھنا پڑی۔ یہ انسانی ہمدردی اور ایثار بہت قابل تعریف ہے۔ کیونکہ اسٹوئک حکیموں کے نزدیک جذبات لطیفہ کی مانند رحم دلی ایک قسم کی بُرائی تھی۔ اس اعتبار سے سنیکا۔ ایک ٹیٹس اور ایک حد تک مارکس اور لیس اس فرقہ کے اصول کے سچے مقلد نہ تھے + ایک وعظ ایک ٹیٹس نے گناہگاروں پر رحم کرنے کے لئے بھی وقف کیا ہے۔ اس نے یہ بھی ہدایت کی ہے۔ کہ دوسروں کی حرکتوں کی بابت اندازہ کرنے میں نرمی اور

فیاضی سے کام لینا چاہیئے + اس کی ایک کتاب میں حسب ذیل قصہ ہے :-
" ایک آدمی نے دیکھا کہ ایک تباہ حال سمندری ڈاکو سمندر کے کنارہ پر بڑی بیکسی کی حالت میں پڑا ہوا ہے۔ اور دم توڑ رہا ہے۔ اس نے اس پر ترس کھایا۔ اور اسے اُٹھایا۔ اپنے گھر لے گیا کپڑے پہنائے۔ اور کھانے پینے کی سب چیزیں بہم پہنچا دیں۔ کسی آدمی نے اسے طعنہ دیا۔ کہ تم لٹیروں اور بدمعاشوں پر رحم کھاتے ہو۔ اس نے بدل کر جواب دیا " میں نے نہ صرف اس آدمی ہی کی عزت کی ہے۔ بلکہ اس کے وسیلے سے شرف انسانیت کی عزت افزائی کی ہے" +

ایک ٹیٹس کے سوانحی حالات کی بابت ایک امر سب سے زیادہ واضح ہے۔ ڈومشیان جو وِس پے شیان کا چھوٹا بیٹا اور شہنشاہ طیطس کا برادر خرد تھا اسکا جانشین ہوا۔ اس کے عہد حکومت میں ایک فرمان اس مضمون کا نافذ ہوا جسکے رو سے تمام فلاسفر اٹلی سے جلاوطن ہو گئے۔ ایک ٹیٹس کو اس نامعقول اور ظالمانہ قاعدہ کے سبب سے ظلم ناروا سہنا پڑا۔ مگر اس نے بڑے صبر اور تحمل سے برداشت کیا۔ جیسا مفصلۂ ذیل واقعہ سے عیاں ہے۔ جو اگرپنوس کے متعلق ہے۔ کہا جاتا ہے۔ سینٹ میں اس کا مقدمہ چل رہا تھا۔ اور وہ اپنے روزانہ کاروبار میں حسب معمول مصروف تھا۔ وہ نہا کر واپس آ رہا تھا۔ کہ ایک شاہی پیادہ نے سینٹ کا فیصلہ سُنایا۔ پوچھا " جلاوطنی یا گردن زدنی" ؟ جواب " دیس نکالا" سوال " کیا میری جائداد بھی ضبط کر لی گئی ہے" جواب " نہیں" اگرپنوس " بہت اچھا۔ آؤ ہم افرشیا کو چلیں (روم سے سولہ میل کے فاصلے پر تھا) اور وہاں چل کر رات کا کھانا کھائیں" +

روم میں ایک خاص گروہ کے فلاسفر بھی رہا کرتے تھے۔ جن کا ظاہری نشان اور وجہ امتیاز ان کی لمبی لمبی داڑھیوں پر موقوف تھا۔ مگر جب ڈومشیان کا فرمان نافذ ہوا تو اُنہوں نے اپنی داڑھیوں کا صفایا کر دیا۔ ایک ٹیٹس نے اپنی بات چیت میں اس امر کا ذکر کیا ہے " ایک ٹیٹس اپنی داڑھی مونڈ ڈالو" وہ تصور کرتا ہے

کہ کوئی آدمی اس سے مخاطب ہے اور اسے داڑھی صاف کرنے کی ترغیب دیتا ہے۔ اپک ٹیٹس جواب میں کہتا ہے "اگر میں فلاسفر ہوں تو کبھی نہیں کرونگا" مخاطب "اچھا تمہارا سر قلم کیا جائیگا" اپک ٹیٹس "اگر اس سے تمہیں کچھ حاصل ہو سکتا ہے۔ تو بیشک اُتار لو"۔

اپک ٹیٹس نکوپولس کو روانہ ہو گیا۔ جسے شہنشاہ آگسٹس نے اپنی فتح کی یاد میں اپی رس کے صوبہ میں آباد کیا تھا۔ صحت کے ساتھ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ اس کے بعد بھی روم گیا تھا۔ مگر قرائن سے ظاہر ہے کہ جلاوطنی سے لوٹ کر روم میں گیا تھا۔ کیونکہ یہ تو ظاہر ہے۔ کہ کئی سر برآوردہ مدبّر اور عمال اور فلاسفر اس کے دوست تھے۔ اور شہنشاہ ہیڈریان کے اس پر خاص الطاف شاہانہ تھے۔ یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ اپک ٹیٹس نے بہت بڈھا ہو کر انتقال کیا تھا۔ اس کے بہت سے شاگرد تھے۔ جو اسے ادب و محبت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ آخر دم تک اپنی شریفانہ سادگی کو لئے رہا۔ جسکے واسطے تمام عمر مشہور رہا تھا۔ اس کے انتقال کی تاریخ کی کسی کو خبر نہیں ہے۔ اب ہمارا صرف یہ کام ہے کہ اس کی تعلیمات کو اختصار کے ساتھ بیان کیا جاے جن کی وجہ سے وہ "غیر فانیوں کا پیارا" بن گیا تھا۔

چوتھی فصل

اپک ٹیٹس کے منتشر خیالات

قریب قریب یہ ثابت ہو گیا ہے کہ اپک ٹیٹس نے اپنے خیالات اور تعلیمات کو قلمبند نہیں کیا تھا۔ اپنے بڑے نمونہ یعنی سقراط کی طرح زبانی درس و تدریس ہی پر اکتفا کی۔ اور جو کچھ ہم تک پہنچا ہے۔ وہ "پند و وعظ" کی صورت میں ہے جسے اس کے شاگرد ایریان نے حوالۂ قلم کیا تھا۔ اس شاگرد کی تمنا یہ تھی کہ

زینوفن کو سقراط سے جو تعلق تھا۔ وہی مجھے ایک ٹیٹس کے باب میں حاصل ہو
یعنی جس طرح سے اس کا اُستاد زندگی بسر کرتا تھا اور لوگوں کو تعلیم دیتا تھا اسکی
ہو بہو تصویر آنے والی پُشتوں کے واسطے تیار کر کے چھوڑ جائے۔ اس خیال
سے اس نے چار کتابیں مرتب کیں۔ ایک میں اس کے سوانحی حالات تھے
جو بدقسمتی سے برباد ہوگئی۔ دوسری میں اسکی گفتگو تھی جو مختلف معاملات
اور مسائل کے بارہ میں تھی یہ بھی کھو گئی ہے۔ مگر دو کتابیں "ڈسکورسز" اور
"مینوئل" ہمارے زمانے تک پہنچی ہیں۔ ان دونوں بیش قیمت کتابوں
اور چند دیگر ٹکڑوں سے ہم اس قابل ہیں کہ اسٹوئک فلسفہ کی اخلاقی تعلیم کی
بابت کوئی صحیح خیال قائم کر سکیں۔

"مینوئل" میں ایک ٹیٹس کے اخلاقی اصول کا لب لباب ہے جسکی نظائر
اور زوائد سے خوب تشریح کی گئی ہے۔ دونوں کتابیں ایسی اعلیٰ ہیں کہ انکے
وسیلے پہلے پہل آیریان کو شہرت حاصل ہوئی۔ اور پھر ہوتے ہوتے نہایت اعلیٰ
عزت اور نیک نامی اور رتبہ پایا۔ "مینوئل" یعنی آئینہ تعلیم ایک ٹیٹس کو قدیم
زمانہ میں وہی درجہ حاصل ہوا۔ جو ٹامس کمپس کی شہرۂ آفاق کتاب "تقلید مسیح"
کو آج کل نصیب ہوا ہے۔ مینوئل میں روزانہ طرز زیست کے بارہ میں بہت
وضاحت اور خوبی کے ساتھ ہدایات مذکور ہیں۔ اور ان ہدایات کے اصول
بھی مندرج ہیں۔ طرز بیان بہت سلیس ہے۔ اسے جو شہرت اور ہر دلعزیزی
حاصل ہوئی۔ اس کی اصل وجہ اخلاقی تعلیمات کی شان اور لطافت ہے۔
ایک ٹیٹس اپنے خیالات کو نمائشی اور آرائشی خیالات میں ظاہر کرنے کا شائق
نہ تھا۔ اس کی غایت یہ تھی کہ سُننے والوں کے دلوں میں نیکی اور راستی کے
مطابق زندگی بسر کرنے کی خواہش پیدا ہو۔ اس کی بابت آیریان کہتا ہے۔
کہ اس کے اطوار اور بیان سے لوگوں کے دلوں پر بہت گہرا اثر پیدا ہوتا
تھا۔ یہ امر دلچسپی کا موجب ہوگا۔ کہ مینوئل عیسائیوں میں بھی اسی قدر عزت سے
دیکھا جاتا تھا جس قدر غیر مسیحی اور بُت پرست قوموں میں۔ پانچویں صدی میں

اس کتاب کی تفسیریں شائع ہوئیں جو خاص عیسائیوں کے فائدے کے واسطے مرتب ہوئی تھیں۔ اخلاقی تعلیمات ایسی صراحت اور سادگی اور لطافت کے ساتھ کسی کتاب میں نہیں لکھی گئی تھیں۔ آج کل بھی اچھے اچھے عیسائیوں کو اس کتاب کا مطالعہ کرنا چاہیئے۔ جس سے انہیں فائدہ پہنچیگا۔ ہم اس کی تعلیمات کا مختصر ذکر ذیل میں کرتے ہیں۔ تاکہ پڑھنے والوں کو اچھی طرح معلوم ہوجائے

اپک ٹیٹس شروع میں اس بات پر بہت زور دیتا ہے۔ کہ بہت سی چیزیں ایسی ہیں جو ہمارے اختیار میں ہیں۔ اور ان کا حاصل کرنا اور ان سے فائدہ اُٹھانا ہمارے اپنے ہاتھ میں ہے۔ اور دوسری ایسی چیزیں ہیں جو ہمارے اختیار سے باہر ہیں۔ اور ان کا حاصل کرنا بھی ہمارے ہاتھ میں نہیں ہے۔ اوّل الذکر چیزوں میں ہماری رائے۔ ہمارے ارادے۔ ہماری خواہشیں اور نفرت و پسندیدگی ہے۔ الغرض یہ ہمارے کام ہیں۔ جن پر ہمیں پورا قابو ہے۔ موخرالذکر ذیل میں ہمارے مقبوضات۔ شہرت۔ درجہ۔ حادثات طبعی اور ایسی باتیں ہیں جو ہمارے احیطۂ فعل سے بعید ہیں اور ہر دو گروہوں میں سے زیادہ غور و فکر کے قابل اوّل الذکر اشیا ہیں اور انہی کے وسیلے سے ہم آزاد اور شریف بن سکتے اور راحت قلبی حاصل کر سکتے ہیں۔ آخرالذکر کے لئے دوسروں کا محتاج ہوکر دکھ اُٹھانا پڑیگا۔ ان دونوں قسموں کی چیزوں کے حصول میں کامیابی حاصل نہیں ہوسکتی۔ دونوں میں تضاد اور تباین ہے۔ خدا اور دولت ایک ساتھ حاصل نہیں ہوسکتے۔ اگر ان تمام باتوں پر مناسب طور سے غور کی جائے جن کا تعلق ہم سے نہیں ہے تو وہ محض نشان معلوم ہونگی۔ جو حقائق سے بالکل متفرق ہیں۔ ہم انہیں نفرت یا پسند کے قابل نہیں سمجھینگے۔ گناہ ظلم بردہ فروشی اور جھوٹ سے نفرت رکھنا ضرور ہے۔ ہم ان کے اثر سے خود کو دُور رکھ سکتے ہیں۔ اگر ہم چاہیں۔ بیماری۔ افلاس اور موت کو نفرت کی نظر سے نہیں دیکھ سکتے۔ کیونکہ وہ ہماری قدرت سے باہر ہیں۔ اپک ٹیٹس کی اخلاقی تعلیم اور اس کے فلسفہ کا لب لباب یہ ہے کہ شدتی کی برداشت کی جائے اور بدی سے

اجتناب - یونانی میں "اینک ئوکائی اپیک ئو" - جس کا مطلب "برداشت کرو - اور پرہیز کرو۔" جو کچھ خدا نے تمہارے نصیب میں مقرر کر دیا ہے۔ اسے برداشت کرو - اور جس سے اس نے منع کیا ہے اس سے اِجتناب کرو +

کتاب مذکور کے ابتدائی حصہ میں ایسی بیش قیمت باتیں درج ہیں۔ جنپر عمل پیرا ہو کر انسان شریف بن سکتا ہے اور شرافت و جوانمردی سے بہت سی باتیں برداشت کر سکتا ہے + مثلاً ایک ٹیٹس لکھتا ہے " اگر کوئی ایسی چیز ہو - جس کے تم دِل سے شیدا ہو - یا اُسکی قدر و قیمت تمہاری نظروں میں بہت ہی اعلیٰ ہو - تو اس کی ذاتی اور طبعی ماہیت کا اندازہ کرو - کیا کوئی شے از قسم مقبوضات ہے - تو یاد رکھو - کہ یہ برباد ہو سکتی ہے - کیا بیوی اور بچے ہیں ؟ تو واضح ہو - کہ وہ ملک الموت کے ایک تھپیڑے سے تم سے ہمیشہ کے لئے جُدا ہو سکتے ہیں" +

کسی شے کی حد سے زیادہ خواہش مت کرو - اگر تم حماموں میں یا تماشوں میں جاتے ہو - جہاں ہر قسم کے آدمی جمع ہوتے ہیں - وہاں اگر جہلا اور شہدے تمہیں غیر مہذبانہ باتیں کہیں - یا تمہارے سدِراہ ہوں۔ تو اپنے مزاج کو برہم مت ہونے دو - اپنے دل کو یہ کہکر سمجھاؤ - کہ اپنی طبیعت کو قدرت کے موافق رکھنا نہانے دھونے سے ضروری ہے۔ اور یہی حال سب قسم کی تکالیف کا ہے - چیزوں سے تمہیں اتنا دکھ نہیں پہنچتا۔ جتنا اُس خیال اور اندازہ سے جو تم ان کی بابت اپنے دِل میں رکھتے ہو" +

اگر تم حالات کو اپنی خواہشات کے موافق نہیں بنا سکتے - تو اپنی خواہش کو حالات کے مخالف مت بناؤ - جب زندگی کی بہتر بن نعمتوں سے محروم ہو جاؤ - تو یہ مت سمجھو - کہ وہ کھو گئی ہیں - بلکہ اس پر بھروسہ کرو جس نے وہ عطا کی تھیں - جتنی آزمائشیں آتی ہیں - اُن کا علاج تمہارے

دِل ہی سے ہم پہنچ سکتا ہے۔ غصّہ کا زہد و تقویٰ سے۔ مخالفت کا صبر و قناعت سے اور دُکھ کا تحمل اور برداشت سے مقابلہ کرو۔ ہر وقت چھوٹی چھوٹی باتوں کا خیال رکھو۔ اگر لٹیروں نے مال لوٹ لیا ہو۔ تو یاد رکھو۔ راست دلی اس سے کہیں زیادہ ضروری اور قیمتی ہے۔ قدرت کے قاعدہ کے مطابق اپنی طرزِ عمل بناؤ۔ یہ سب سے زیادہ ضروری اور اہم ہے۔ کسی بات کا رنج مت کرو۔ کسی بات کی خواہش مت کرو۔ جس سے یہ مقصد فوت ہو جاتا ہے۔ اپنی چال ڈھال ایسی بناؤ۔ جیسی دعوت میں احتیاط کی جاتی ہے۔ یعنی جو شے تمہارے سامنے آئے۔ اسے شکریہ اور اعتدال کے ساتھ کھا جاؤ۔ اور زیادہ مت مانگو۔ جو کچھ دیا گیا ہے۔ یا جسے تم بآسانی حاصل کر سکتے ہو۔ اس کی بڑی خواہش دل میں رکھنا۔ بلکہ اس سے درگذر کرنا بہت مستحسن اور شرافت کے شایاں ہے۔ جو لوگ دُکھ میں ہوں یا مغموم ہوں۔ ان سے ہمدردی کرو۔ چاہے زبانی ہو۔ مگر اپنی لوحِ دِل پر یہ بات لِکھ رکھو۔ کہ جو سچے دانا۔ بہادر اور راستباز ہیں۔ وہ کسی مصیبت کو آفت نہیں سمجھتے۔ یہ صرف ظاہری نشان ہے کوّے کی کائیں کائیں ایسے آدمی کے لئے بدشگون نہیں ہو سکتی۔ وہ عالی اور ایسی باتوں کی پہنچ سے باہر ہے۔

"ہم اپنی زندگی کے پارٹ آپ مقرر نہیں کرتے۔ اور ان کے تقرر سے ہمارا کوئی واسطہ بھی نہیں ہے۔ ہمارا فرض صرف اتنا ہے کہ انہیں خوبی اور کمال کے ساتھ انجام دیا جائے۔ غلام اسقدر آزاد اور مختار خود ہے۔ جس قدر قنصل۔ آزادی بڑی نعمت ہے۔ اس کے سامنے اور سب نعمتیں ہیچ ہیں۔ علاوہ ازیں وہ ناچیز بھی ہیں۔ اگر یہ حاصل ہو۔ تو باقی نعمتوں کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ اگر یہ نہ ہو۔ تو باقی برکتیں فضول ہیں۔ اگر تم غیر کے لفظوں کو آبرو ریزہ نہ سمجھو۔ تو کوئی شخص تمہاری توہین نہیں کر سکتا۔ موت کو کبھی مت بھولو۔ بلکہ ہمیشہ اِسے

یاد کرتے رہو۔ دِل میں اِس کا خیال برابر رہنا چاہیئے۔ باقی باتیں پوچ معلوم ہونے لگیں گی + اسے یُوں سمجھو۔ کہ جب تمہارا جہاز سمندر ساحل کے قریب لنگر انداز ہوتا ہے۔ اور تم میٹھے پانی کی تلاش میں ساحل پر جاتے ہو۔ تم چاہو۔ تو کوڑیاں یا گھونگے اور سیپیاں چننے میں اپنا دِل خوش کرلو۔ مگر تمہاری آنکھ جہاز پر لگی رہتی ہے۔ تاکہ ایسا نہ ہو۔ کہ وہ چلدے اور اشارہ پانے کی حالت میں تم تمام چیزوں کو وہیں پھینک کر دوڑتے ہو۔ یہی حال زندگی کا بھی ہے۔ اگر تمہیں خدا نے بیوی اور بچے دیئے ہوں۔ گو بہت اچھا۔ لیکن جب زندگی کے جہاز کے ناخدا کا اشارہ پاؤ۔ تو اُنہیں وہیں چھوڑ کر دوڑ جاؤ + لیکن اگر تم بڈھے آدمی ہو۔ تو ساحل سے دُور مت جاؤ۔ ایسا نہ ہو۔ کہ تم وقت پر جہاز پر نہ چڑھ سکو۔ یعنی بڑھاپے میں دنیاوی تعلقات مت بڑھاؤ۔ مبادا تمہارا دِل اِس دنیا کی باتوں میں الجھ جائے۔ اور تم خدا کی حضوری میں جانے سے رہ جاؤ" +

"اور لوگوں کے ساتھ جو مناسب تعلقات تمہارے ہیں انہیں قائم رکھو۔ ان کی بدکرداری تمہارے فرائض میں رخنہ انداز نہیں ہو سکتی + کیا تمہارے باپ نے تمہیں ناحق پیٹا ہے یا بھائی نے بے انصافی کا برتاؤ رَوا رکھا ہے؟ کچھ پروا مت کرو۔ وہ تمہارا پھر بھی باپ اور بھائی ہے۔ اور تمہارے اور ان کے درمیان جو تعلق ہے۔ اسے ان کی طرزِ عمل کی روشنی میں مت دیکھو۔ چاہے وہ اس کے مستحق ہوں یا نہ ہوں +

"دیوتاؤں کے متعلق تمہارا یہ فرض ہے۔ کہ ان کے باب میں صحیح اور برحق رائے قائم کی جائے۔ دِل میں یقین رکھو۔ کہ وہ سب کام درست کرتے ہیں۔ تمہیں کوئی شکوہ نہیں ہونا چاہیئے" +

آگے جاکر ایکٹیٹس کہتا ہے۔ "حکمت عملی کے طور پر اپنے لئے ایک نمونہ یا نصب العین (Ideal) یعنی آئیڈیل مقرر کرلو۔ اور

اس کے مطابق اپنی طرزِ عمل بناؤ اور اسے حاصل کرنے کی کوشش کرو۔ خاموش رہنا اچھا ہے۔ لیکن جب بات چیت کرو۔ تو فضول اور عامیانہ مباحث مثلاً کتے۔ گھوڑے۔ گھوڑ دوڑ۔ کھیل کود کے متعلق بحث مت کرو۔ غیر معتدلانہ اور بیوقوفانہ طور پر مت ہنسو۔ بیہودہ تفریح و تفنّن۔ غیر شُستہ حرکات۔ نمود و نمایش۔ اور تمام خود پسندانہ باتوں سے اجتناب کرو+ اپنے سامنے نیکوں اور بزرگوں کا نمونہ رکھو۔ اور ان کے نقشِ قدم پر چلو+ چکنی چپڑی صورت اور ظاہری نشان پر مت جاؤ۔ جو کام برحق اور صحیح ہے۔ اسے بے دھڑک کرو۔ اور یہ مت سمجھو۔ کہ لوگ اِن کی بابت کیا کہیں گے+ یاد رکھو کہ تمہارا بدن ایک بہت معمولی شے ہے۔ اور اس کی ضرورت بھی بہت ہلکی ہے جو آدمی ہر وقت بناؤ سنگار یا ورزش جسمانی میں لگا رہتا ہے۔ اس آدمی کی عقل بہت کمزور ہے۔ دوسروں کی عیب چینی مت کرو۔ جب دوسرے تمہاری عیب جوئی کریں۔ تو بُرا مت مانو۔ ہر ایک چیز کے دو دستے ہوتے ہیں۔ ایک جس سے وہ اُٹھائی جاتی ہے اور دوسری وہ جس سے وہ اُٹھ نہیں سکتی۔ اسی طرح ہر معاملہ کی دو صورتیں ہوتی ہیں۔ اگر تمہارا بھائی تم پر ظلم کرتا ہے۔ تو اسے اس کی حرکت کے پہلو سے مت دیکھو۔ بلکہ اس پہلو سے۔ کہ وہ تمہارا بھائی ہے۔ اور اس صورت میں اسے صبر سے برداشت بھی کر سکتے ہو"+

یہ تمام نصائح عام استعمال کے لئے ہیں۔ یعنی ہر کس و ناکس کو انہیں اپنا دستور العمل بنانا چاہیئے۔ مگر اس نے آگے وہ ہدایات دی ہیں جن کے تابع فلاسفر کی رفتار و گفتار بھی ہونا چاہیئے وہ اسے کہتا ہے۔ نہ تو سختی سے دوسروں کو بُرا بھلا کہو۔ اور اپنی حکمت و دانائی کی نمایش کرو+ "اپنے اصول کی سختی سے پابندی کرو۔ اور یہ مت کرو۔ کہ تم نے انہیں کھا کر پھینک دیا ہے۔ ایثار سے کام لو۔ دوسروں کی

خاطر دکھ اُٹھا لو۔ اور اس پر کبھی مت اتراؤ۔ آزادمنش اور میانہ رو بنو۔ جب دوسرے بُرا بھلا کہیں۔ تو آزردہ خاطر مت ہو۔ بلکہ اپنی ذات کے عیوب کو دیکھتے بھالتے رہو۔ کیونکہ ذاتی کمزوریاں سب سے بڑی دشمن ہوتی ہیں۔ اپنے دماغ کو فلسفہ کے اصول اور حکمت کی باتوں سے بھر لینے پر فخر مت کرو۔ کیونکہ یہ بے سود اور لایعنی ہے۔ بلکہ اپنی رفتار و گفتار اور قول و فعل کی شرافت اور پاکیزگی میں اسے ظاہر کرو۔ فلسفیانہ تعلیمات اور اصول کو اپنی زندگی کا دستور العمل بناؤ۔ اپنی اخلاقی زندگی کو ارفع بنانے میں کبھی بے پروائی مت کرو۔ بلکہ کمال حاصل کرنے کے آرزومند اور متمنی رہو۔ جو چیز یا بات اعلےٰ اور پاک معلوم ہو۔ اسے بمنزلہ قاعدہ کے سمجھو جس کی کبھی خلاف ورزی نہیں ہونا چاہیئے جب کوئی شے دَرد انگیز یا راحت خیز۔ شاندار یا بے شان تمہارے سامنے آئے۔ تو اس سے تم آزمایش اور اخلاقی جدوجہد میں اُلجھ جاؤ گے۔ اگر تم مقابلہ سے پہلو تہی کرو۔ یا اپنی لاپروائی سے گر جاؤ۔ تو نیکی میں قدم بڑھانے کے ایک موقع سے محروم ہو جاؤ گے۔ اور اگر جم کر کھڑے رہو۔ تو گویا تم پاکیزگی میں چند قدم اور بڑھ گئے + سقراط نے کیسے کمال حاصل کیا تھا۔ اس نے عقل کو سب باتوں میں اپنا ہادی بنایا۔ اور فکر سے ہمیشہ کام لیا۔ وہ سوچ بچار کے بغیر قدم نہ اُٹھاتا تھا۔ گو تو سقراط نہیں ہے تو بھی تمہاری تمنا اس کی مانند بنے اور اس کے نقش قدم پر چلنے کی ہونا چاہیئے + یہ خیالات بڑے قیمتی ہیں اور اقوال ادب و عزت کی نگاہ سے دیکھے جانے کے قابل ہیں۔ کون ایسا آدمی ہے۔ جو ایک ٹیٹس کی پند و نصائح کو پڑھے اور حسب ذیل پاک نصیحت کو یاد نہ کرے گا " تم کامل بنو۔ جیسا تمہارا باپ ہے جو آسمان پر ہے"۔ " دیکھو اب ہی وقت ہے۔ دیکھو اب نجات کا دِن ہے" +

اس اختصار میں مینوئل کے تمام بہترین خیالات بھر دیئے گئے ہیں اس کا خاتمہ حسب ذیل فقروں پر ہوتا ہے :-

ہر وقت ان خیالات کو مدِنظر رکھو (جو مختلف یونانی فلاسفروں کے زرّین اقوال میں سے ہیں) :-

اے زیوس (دیوس پتر) اور اے ہونی ( ) جہاں تیری مرضی ہو۔ مجھے لے چل۔ میں بلا تامل تیری رہنمائی کو قبول کرونگا۔ اگر میرا دل نہ بھی چاہے۔ تو بھی میں بزدل کی طرح تیرے اشارہ پر چلوں گا۔ مگر ضرور چلوں گا۔" قلینؔ طس[۱] " جس آدمی نے شرافت کے ساتھ ہونی کے سامنے سر خم کیا ہے۔ میں اسے دانشمند سمجھتا ہوں۔ اور وہ خدا کی باتوں کو جانتا ہے"۔ یوریپدیس[۲]۔" اے کراؔئٹو[۳] یہ تیری بات بھی اسی طرح ہو۔ اگر خدا کو منظور ہو۔ انی طس[۴] اور ملی طس[۵] مجھے قتل کر سکتے ہیں۔ اور میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے"۔ سقراط +

یہ آخری اقتباس افلاطون کے معذرات سے لیا گیا ہے۔ اور اس کی زندگی کے تصوّر پر دال ہے۔ ایک ٹیٹس اس کی بابت لکھتا ہے۔ "سخت خطرہ کے وقت ہمارا تکیہ کس بات پر ہونا چاہئے؟ صرف اس بات پر۔ کہ یہ ہمارے اختیار میں ہے اور یہ نہیں ہے؟

[۱] ایک اسٹوئک فیلسوف تھا۔ بہت کنگال تھا۔ دن کو مطالعہ کرتا اور رات کو ایک مالی کے باغ میں پودوں کو پانی دیتا۔ اور اس طرح اپنا پیٹ بھرتا تھا ۲۳۲ قبل مسیح نو سال کی عمر میں فاقہ سے مرگیا + [۲] یُورپ دیس۔ ایتھنز کا ایک مرثیہ نویس شاعر تھا۔ ۴۸۰ قبل مسیح میں پیدا ہوا تھا۔ [۳] کرائٹو۔ سقراط کا ایک وفادار اور پیارا شاگرد تھا۔ جو اخیر دم تک اس کے ساتھ رہا۔ اُس نے سقراط کی بعض تقریروں کو لکھا تھا + [۴] ایتھنز کا ایک فصیح الکلام آدمی تھا جس نے لائکان اور ملی طس کے ساتھ شریک ہو کر سقراط پر اتہام لگائے اور اُسے مروایا تھا۔ بعد ازاں ایتھنز والوں نے انہیں سقراط پر لغو الزام لگانے کے لئے مار ڈالا۔ مترجم +

اس امر پر ہو۔ کہ یہ ہمارے واسطے ممکن العمل ہے اور یہ ہمارے امکان سے باہر ہے ؟ مرنا میری تقدیر میں بدا ہے۔ موت سے گریز نہیں ہو سکتا۔ خیر ایسا ہی سہی۔ مگر کیا ضرور ہے۔ کہ زبان سے گلہ کرتا مروں + کیا پابزنجیر ہونا قسمت میں لکھا ہے + تو کیوں گریہ وزاری کے ساتھ ہاتھوں میں ہتھ کڑی ڈلواؤں ؟ اگر جلاوطن ہونا لازم اور ہونہار میں ہے۔ تو مجھے ہنسی خوشی۔ بشاشت وبشارت سے جلاوطن ہونے کو کون روک سکتا ہے ؟ +

"بھید فاش کرو۔" "نہیں۔ میں ایسا نہیں کروں گا۔ یہ میرے اختیار کی بات ہے" + "میں تمہارے ہاتھوں میں ہتھ کڑیاں اور پاؤں میں بیڑیاں ڈالوں گا" + "حضرت آپ کیا فرماتے ہیں ؟ قید کرنا ؟ نہیں۔ آپ صرف میرے پاؤں یا ٹانگ کو باندھ سکتے ہیں مگر میری ارادت پر زیوس بھی قبضہ نہیں کر سکتا" + "میں تمہیں قید خانہ میں ڈال دونگا۔" "صرف میرا جسم قید ہو سکتا ہے" + "میں تمہارا سر قلم کر دوں گا" + "کیا میں نے کبھی یہ دعوے کیا۔ کہ میرا سر تن سے جدا نہیں ہوسکتا۔" فلاسفروں کو ایسی باتیں سوچنا چاہیئے۔ ایسے قول لکھنے چاہئیں اور ان پر پورا عملدرآمد ہونا چاہیئے" +

اس کی اسی کتاب میں کئی مقامات ایسے ہیں۔ جہاں وہ لکھتا ہے۔ کہ آزادمنشی اور ارادت انسان کا سب سے بڑا خزانہ ہے۔ اور یہ کہ ہمیں ادنےٰ باتوں کی خاطر اسے فروخت نہیں کرنا چاہیئے۔ چنانچہ وہ ایک مثال بیان کرتا ہے۔ "شہنشاہ وس پے شیئن نے ہل ویڈیئس صوبہ دار کا یہ۔ کو سینٹ کی مجلس میں جانے سے باز رکھنا چاہا۔ تو اسے یہ جواب دیا۔ "جب تک میں سینٹ کا رکن ہوں۔ میں بہرکیف وہاں جاؤنگا۔" شہنشاہ "اچھا۔ تو خاموش رہنا۔" ہل ویڈیئس۔ "مجھ سے کوئی سوال مت پوچھنا۔ اور میں چپ رہوں گا۔" شہنشاہ "مگر میرے لئے

تمہاری رائے طلب کرنا ضروری بات ہے"۔ ہل ویڈیٹیس "تو اس حالت میں جو کچھ درست اور حق ہے۔ میں عرض کروں گا"۔ شہنشاہ "میں تمہارا سر قلم کرا دونگا"۔ ہل ویڈیٹیس "میں نے غیر فانی ہونیکا کب دعوے کیا تھا۔ جو میرا کام ہے۔ میں اسے کروں گا۔ اور جہان پناہ اپنا فرض انجام دیں۔ آپ قتل کیجئے گا۔ اور میں بے خوف مروں گا۔ آپ کا اختیار ہے۔ آپ مجھے جلاوطن فرمائیں۔ اور میرا یہ فرض ہے۔ کہ بے رنج و غم اُس کی تعمیل کروں"+

ان اقتباسات سے ظاہر ہے۔ کہ بُت پرست دنیا کے حکماء پر یہ ظاہر ہو گیا تھا۔ کہ انسان کی زندگی ہدایت ربانی کے تابع ہے۔ لیکن اِس صداقت کا جو احساس اور علم ایک معمولی عیسائی کو حاصل ہو سکتا ہے۔ اس کے مقابلہ میں ان حکما کا خیال کیسا دُھندلا اور غیر واضح تھا۔ ان کی سمجھ میں بھی یہ سچائی بخوبی نہ آئی تھی۔ وہ بقائے رُوح کے مسئلہ کو کماحقہٗ کبھی نہیں سمجھے تھے۔ انہیں ہمیشہ یہ خرخشہ دق کرتا رہتا تھا۔ کہ ہماری روحیں ننھے ننھے اور ناچیز ذرّوں سے بہتر نہیں ہیں۔ جو ایک غیر مرئی اور غیر مشخص۔ غیبی قوت کی عظیم حرکتوں کے بھنور میں اِدھر اُدھر مارے مارے پھرتے ہیں۔ اور یہ کہ مرنے کے بعد ہماری ارواح آہنی[۵۱] پہاڑوں کے درمیان لے جا کر مقید کیجائیں گی +

وہ ایک ذیعقل اور ذی شخصیت الٰہی ہستی اور کائنات میں کوئی امتیاز نہ کرتے تھے۔ جو منکرین خدا کے خیال میں "خوفناک انصاف کے ساتھ حکومت کرتی ہے۔ جو موت کی طرح بے رحم۔ سنگدل حکمران کی طرح جابر۔ اور قسمت کی مانند سخت ہے۔ وہ ہر قسم کی تعریف و توصیف سے

---

۵۱ پرانے زمانہ کے یونانیوں اور رومیوں اور دیگر قوموں میں یہ عقیدہ رائج تھا۔ کہ مرنے کے بعد انسان کی رُوح سنگین قلعہ نما پہاڑیوں کے درمیان قید کیجاتی ہے اور وہاں اپنے گناہوں کی سزا بھگتتی رہتی ہے +

بالاتر اور کسی قربانی سے خوش نہیں ہوتی۔ اس کے بازو میں بچانے کی طاقت۔ اس کے دل میں ہمدردی نہیں۔ اور اس کے کان عرض و معروض سُننے کے آشنا نہیں ہیں۔" قدیم زمانہ کے عاشقانِ حکمت و فضل اس قسم کی قدرت اور خدا میں فرق نہ کر سکتے تھے۔ ان کے اعتقاد کا ایک مسیحی کے عقیدہ سے مقابلہ ہو۔ جس سے انسان کا دل تسلی اور راحت حاصل کرتا ہے۔ کیونکہ بقاء دوام کا دروازہ اس کے واسطے مسیح نے کھولدیا ہے اور اسے دائمی زندگی کا حقدار بنا دیا ہے۔

مسیحی اتفاق کا قائل نہیں ہے۔ وہ یہ مانتا ہے۔ کہ ایک ذی عقل اور مشخص[۵۲] ہستی ہے۔ جو نظامِ عالم کو ترتیب دیتی ہے۔ جو کچھ واقع ہوتا ہے وہ خدا کی حکمت اور دانائی سے۔ اتفاق سے نہیں۔ جو پیش بینی کا انجام ہے۔ کیونکہ وہ اپنی بے حد رحمت اور پیار سے جو مخلوق سے رکھتا ہے۔ تمام باتوں کا محرک اور بانی بنتا ہے۔ حضرت داؤد۔ جب اسے معلوم ہوا۔ کہ میں راستبازی اور نیکی کے راستہ سے بھٹک کر بہت دُور چلا گیا ہوں۔ تو سخت شرمندگی اور پریشانی کی حالت میں خدا کے آگے گڑگڑائے۔ "تیری پیار بھری رُوح نیکوکاری اور راستی کی سرزمین تک میری ہدایت کرے۔" غور کرو۔ یہ کیسی دُعا ہے۔ جس کا کسی پُرانے حکیم کو خیال بھی نہ آیا۔ اُس رُوحانی تاریکی اور گمراہی اور قلبی بیقراری کے وقت بھی اُس نے یہ سمجھا۔ کہ فضل و محبّت کی مصدر خدا کی ہدایت زندگی کا قاعدہ واحد ہے۔ اس کی رُوح کی تمنا جو دکھ اور تکلیف سے حلیم اور عاجز ہو گئی تھی۔ یہ نہ تھی۔ کہ شان و شوکت اور جاہ و جلال جس

۵۲۔ "ذی شخصیت" یا "مشخص خدا" سے یہ مراد ہے۔ کہ اسکی شخصیت (Personality) ہے۔ اور اس کے لئے جسم ہونا لازم نہیں۔ اس کے تین بڑے خواص۔ علم۔ عقل اور ارادت ہیں۔ عیسائی مذہب مشخص خدا کی ہستی کی تعلیم دیتا اور اس کے وجود کا پوری طرح قائل ہے۔

سے محروم ہوگیا ہوں۔ دوبارہ ملجائے۔ یا بے گناہی اور پاکیزگی کے درجہ پر بحال ہو جاؤں جس سے گر چکا تھا۔ اس کی رُوح راستی کے مُلک میں جانے کو بے طرح تڑپ رہی تھی۔ اور اس کے لئے وہ ہر قسم کی صعوبتوں اور دشواریوں کو مغلوب کرنے کو آمادہ تھی۔ کیونکہ اِسے پُورا یقین تھا کہ خدا مجھے راستی کے راستہ کی طرف ہدایت کرے گا۔ اِس وجہ سے اس کے دِل میں اور کوئی تمنا نہ تھی +

اِس فصل کو ختم کرنے سے پیشتر ہم ایپک ٹیٹس کے چند اور قابل قدر خیالات کا اقتباس دینگے۔ جو اس زمانہ کے اور مصنفوں کی تصانیف میں موجود ہیں۔ ان کی حکمت اور شان ناظرین کے تخیل کی۔ دل کشی کی موجب ہوئے بغیر نہیں رہ سکتی۔ کیونکہ یہ کم بضاعت حکیم اُن چند حکیموں میں سے ہے" جس کے خیالات کی خاک سونا تھی" +

"دُنیاوی خواہشوں اور چیزوں سے گھری ہوئی زندگی ایک موسمی نالہ کی طرح ہے جس کا پاٹ کشادہ ہو۔ بہاؤ پرزور اور شور وغل سے مملو ہو۔ پانی میلا اور طغیانی کے سبب سے عبور کرنے کے ناقابل ہو" + "نیک اور پاک رُوح دائمی چشمہ کی طرح ہے جس کا پانی صاف شفاف طراوت بخش۔ شیریں۔ خوشگوار صحت افزا اور خالص ہوتا ہے"۔ "اگر تم نیک بننا چاہتے ہو۔ تو اپنے دلمیں قائل ہو جاؤ۔ کہ تم بُرے آدمی ہو" + اس کی بابت مسیحی رسول کیا کہتے ہیں۔" تندرست آدمی طبیب کا محتاج نہیں۔ صرف بیمار کے لئے درکار ہے"۔ (متی ۹: ۱۲) "اب تم کہتے ہو۔ ہم دیکھتے ہیں۔ اس واسطے تمہارے اندر گناہ موجود رہتا ہے (یوحنا ۹: ۴۱) "اگر ہم یہ کہیں۔ کہ ہم میں گناہ نہیں ہے۔ تو ہم اپنے آپ کو دھوکہ دیتے ہیں اور سچائی ہم میں نہیں ہے (یوحنا خط ۱: ۸) "تم پانی وغیرہ پینے کی شے کو تو شہد سے میٹھا کرتے ہو۔ مگر کیسی بُری بات ہے۔ کہ تم اپنی عقل کو جو خدا کی بخشش ہے بدی سے تلخ اور بُرا بناتے ہو"

"خوشی - فائدہ اور شرارت کی خواہش سے بُری اور کوئی شے نہیں ہوسکتی - نیکو کاری - فیض رسانی - شرافت - رحمدلی اور عالی ہمتی سے بڑھکر اور کوئی خوبی قابلِ تعریف اور مستحسن نہیں ہوسکتی"

"انگور میں تین قسم کے پھل آتے ہیں - اوّل سے شراب بنتی ہے - جس کے تھوڑے پینے سے سرور اور خوشی پیدا ہوتی ہے - دوم جب تم اس کی مقدار بڑھاتے ہو - تو اُس سے نشہ ہو جاتا ہے - سوم میں کثرت مے نوشی سے انسان عقل اور حیا سے محروم ہو جاتا ہے - اور ذلت اور خواری میں گرفتار ہو جاتا ہے"

"وہ آدمی شرابی ہے - جو تین پیالوں سے زیادہ پیتا ہے - اگر وہ مخمور نہ بھی ہو - تو بھی وہ جادۂ اعتدال سے آگے بڑھ جاتا ہے"

انگلستان کا مشہور صوفی طبع شاعر جارج ہربرٹ[1] کہتا ہے:-

تکلف ہی تکلف میں حیوان مت بن - تیسرے ساغر پر جا کر اپنا ہاتھ روک - اگر یہ نہیں کر سکتا - تو انسانیت کے درجہ سے خارج ہونا منظور کر - شراب سب سے زیادہ یہ نقصان کرتی ہے - کہ خدا نے جو ثبوت اپنا اس کی ذات میں رکھا ہے - وہ مٹ جاتا ہے"

"قاعدہ ہے کہ خطرناک ساحلوں اور بندرگاہوں کے اردگرد اونچے ٹیلوں پر رات کے وقت آگ جلائی جاتی ہے - تاکہ اندھیرے میں جہاز چٹانوں سے ٹکرا کر برباد نہ ہو جائے - جب ایسی جلتی آگ پر دو تین گٹھے لکڑیوں کے ڈالے جاتے ہیں - تو وہ اور بھی زیادہ تیز ہو جاتی ہے - اور اس سے بھولے بھٹکے جہازوں اور کشتیوں کی رہنمائی ہو جاتی ہے - اسی طرح پاک چلن آدمی بدیوں سے بھرے ہوئے شہر کی آبادی کے واسطے بڑی بڑی برکتوں کا سبب ہوتا ہے - وہ تھوڑے پر صبر کرتا ہے"

---

[1] - انگلستان کا نامی شاعر ۱۵۹۳ء میں پیدا ہوا اور ۱۶۳۲ء میں انتقال کیا - بیکن کا دوست تھا - صوفیانہ کلام کے واسطے خاص شہرت رکھتا ہے - مترجم

یہ خیال شیکسپیر کے خیال سے بہت مطابقت کھاتا ہے:۔
ننھی شمع کی روشنی کتنی دُور تک پہنچتی ہے۔ اِسی طرح شریروں کی دنیا میں ایک نیک درخشاں ہوتا ہے +

مگر ایکٹٹیس نے جو تشبیہ استعمال کی ہے۔ وہ اپنی شان اور لطافت میں کسی طرح کم نہیں ہے۔ کسی نے پوچھا ”ہل ویڈٹیس پرسکس کو قیصرِ روس پے شئین کی مخالفت سے کیا حاصل ہوگا؟“ ایکٹٹیس ”کیا فائدہ؟ اگر پوشاک پر ارغوانی رنگ کا چوغہ پہن لیا جائے۔ تو اس سے کیا شان پیدا ہوتی ہے؟ اسی طرح ہل ویڈٹیس کے نمونہ کی اوروں کو تقلید کرنے کی تحریک ہوگی۔ اور اس کی طرزِ عمل بجائے خود قابلِ تعریف ہے“ +

سُورج کبھی اس بات کا منتظر نہیں رہتا۔ کہ دنیا منتر پڑھے اور دُعائیں مانگے۔ تو میں پردۂ ظلمت سے نمودار ہوں۔ بلکہ اپنے وقت پر آپ سے آپ باہر نکلتا اور دُنیا پر چمکتا ہے۔ اور وہ اس کا خوشی خوشی خیر مقدم کرتی ہے۔ اِسی طرح تو نیکوکاری کے واسطے واہ واہ کا خواہشمند مت ہو۔ اپنے ہم جنسوں کو فیض پہنچا۔ اور کسی صلہ کی امید مت رکھ۔ سُورج کی طرح لوگ تیرے وجود کو مبارک اور تجھے عزیز کہینگے“۔ +

”طالیس سے پوچھا گیا۔ اِنسان کو جتنی چیزیں حاصل ہیں۔ اِن میں سب سے عام کونسی ہے؟ جواب ملا۔ امید۔ جن کے پاس کچھ نہیں ہے۔ ان کے پاس بھی یہ موجود ہے“۔ شکسپیر کہتا ہے ”مصیبت زدہ اور دُکھیا اِنسان کی دَوا صرف امید ہے +

میکڈانلڈ کہتا ہے۔ ”اے میری امیدو! مجھے آگے لے چلو۔ میں جانتا ہوں۔ کہ تم سچی اور دھوکے سے خالی ہو۔ تم روز بروز میری آنکھوں

---

۵۱ جارج میکڈانلڈ اسکاٹ لینڈ کا ایک نامور مصنف ۱۸۲۴ء میں پیدا ہوا تھا معلوم نہیں کس سال انتقال کیا۔ مترجم +

سے غائب ہو جاتی ہو۔ مگر نئی صورت میں پھر آموجود ہوتی ہو۔ میں تمہارے پاک
دھوکا ہیں آکر تمہارے پیچھے پیچھے چلونگا۔ اور اس وقت تک تمہارا پیچھا کرونگا۔
جب تک میں آسمان پر اپنے باپ کے دروازہ پر نہ جا پہنچونگا۔ مَیں وہاں
بھی تمہیں دیکھونگا۔ تمہارے بازو اور پَر بندھے ہوئے ہونگے۔ اور تم اپنے
وجود سے اس نیلگوں قرص (فلک) کو درخشاں بناؤگی۔ جس پر جل جلالہٗ کا
تخت دھرا ہوا ہے" +

ایک ٹیٹس سے پوچھا گیا۔ کہ اپنے دشمن سے کیسا برتاؤ کرنا چاہئے۔ جوابدیا
"نہایت عالی ہمتی اور شرافت سے اس کے ساتھ برتاؤ کرنے کی کوشش کرنا
چاہیئے۔" اور یہی بہترین طریقہ اس کی حالت پر تاسف کرنے کا ہے۔ پولوس رسول
رومیوں کے خط میں اسی امر کی بابت یہ کہتا ہے۔ "اگر تیرا دشمن بھوکا ہو۔ تو
اسے روٹی کھلا۔ اگر پیاسا ہو۔ تو اسے پانی پلا۔ کیونکہ اس طرح تو اس کے سر پر
انگاروں کا ڈھیر کرے گا۔" (۱۲: ۲۰) +

"اگر تم اس بات کو ہمیشہ یاد رکھو۔ کہ جو کچھ میں رُوح یا جسم سے کرتا ہوں
اسے خدا دیکھتا رہتا ہے۔ تو تم اپنی دُعاؤں اور کاموں میں کبھی لغزش نہیں
کھاؤ گے۔ اور خدا تمہارے شامل حال رہے گا" +

یوحنا رسول "مکاشفات" کی کتاب میں لکھتا ہے:۔

دیکھو۔ میں دروازہ پر کھڑا ہوں اور کھٹکھٹاتا ہوں۔ جب کوئی میری آواز
سُنتا اور دروازہ کھولتا ہے تو میں اس کے اندر جاؤنگا۔ اس کے ساتھ کھاؤنگا
اور اس کے پاس رہوں گا۔" (۳: ۲۰) +

ایک ٹیٹس نے ایک جگہ اس امر کے ثبوت میں کہ خدا ہمارے کاموں کو
دیکھتا رہتا ہے۔ یہ لکھا ہے۔ کہ خدا نے ہم سب کے ساتھ اپنا ایک خاص
محافظ مقرر کر دیا ہے۔ جو ایسا ہے۔ کہ نہ سوتا ہے اور نہ اسے دھوکا دیا جا سکتا
ہے۔ اور ہم سب کو فرداً فرداً اس محافظ کے سپرد کر دیا ہے۔ تاکہ وہ ہماری
حفاظت کرے۔" وہ ہمیں اس سے بہتر اور کونسا محافظ دے سکتا ہے؟ جب

تم اپنے کمرہ کا دیا بجھا دیتے اور دروازہ بند کر لیتے ہو۔ تو اپنے کو تنہا مت سمجھو۔ وہاں تم ہی تو اکیلے نہیں ہو۔ خدا بھی موجود ہے۔ اور تمہارا فرشتۂ رحمت بھی وہاں ہے۔ اور انہیں کسی روشنی کی ضرورت نہیں ہے۔ کہ تمہاری حرکتوں کو اس کے وسیلہ سے دیکھ سکیں"۔ اتفاق دیکھیئے۔ کہ ایک ٹیٹس کا یہ خیال حضرت واعظ (حضرت سلیمان) کی کتاب میں پایا جاتا ہے۔ "جو آدمی شادی کے سلف کو توڑتا اور اپنے دل میں یہ کہتا ہے مجھے کون دیکھتا ہے؟ میرے چاروں طرف اندھیرا ہے۔ دیواروں سے گھرا ہوا ہوں اور مجھے کوئی آدمی نہیں دیکھ سکتا مجھے ڈر کاہے کا؟ خداوند افضل ترین میرے گناہوں کو یاد نہ کریگا۔ ایسا آدمی صرف انسان کی آنکھوں سے ڈرتا ہے اور خداوند کی آنکھوں کو نہیں جانتا۔ جو سورج سے دس ہزار گُنا زیادہ روشن۔ انسان کے تمام کاموں کو دیکھتی اور دل کے بھیدوں کو خوب سمجھتی ہیں+ موجودات کی آفرینش سے پہلے ہی وہ تمام باتوں اور چیزوں سے واقف تھا۔ جب وہ بنکر کامل ہوگئیں۔ تو اس نے ان سب پر نگاہ کی۔ اس آدمی کو برسرِ عام میں سزا ملے گی۔ اور ایسی جگہ پکڑا جائے گا۔ جہاں اُسے وہم وگمان بھی نہ ہو گا" (وعظ کی کتاب ۲۳: ۱۱-۲۱)+

جب ہم بچے تھے۔ تو ہمارے والدین نے ہمیں اُستاد کے حوالہ کر دیا۔ تاکہ ہمیں ہر قسم کے نقصان اور خطرہ سے بچائے۔ مگر جب جوانی کو پہنچتے ہیں۔ تو خدا ہمیں جبلی ضمیر کے سُپرد کر دیتا ہے۔ اس واسطے ہمیں اس کی ہدایت سے کبھی انحراف نہیں کرنا چاہیئے۔ کیونکہ اپنی مرضی پر چلنے سے ہم خدا کو ناخوش کرینگے اور ضمیر کے گنہگار ہونگے"+

ایک ٹیٹس کے زرّین خیالات ہم اور بھی نقل کرنے کے خواہشمند ہیں۔ مگر گنجایش کی قلّت سے اس ارادہ کو پورا نہیں کر سکتے۔ جارج ہربرٹ کہتا ہے+

"خداوند تجھے ہماری کتنی فکر رہتی ہے۔ بچپن میں والدین ہمارے محافظ ہوتے ہیں۔ پھر اُستاد ہمیں قاعدے سکھاتے ہیں۔ اور وہ ہمیں عقلی قواعد کے

پابند بنا کر دُنیا میں بھیجدیتے ہیں۔ جہاں ہم طرح طرح کی مصیبتوں اور آزمایشوں سے دوچار ہوتے ہیں۔ اور طرح طرح کے واقعات۔ حالات اور حوادث پیش آتے ہیں ضمیر ہمارے ساتھ رہتا ہے۔ ایک گناہ ہمیں تمام خوشیوں سے محروم کردیتا ہے +

پانچویں فصل

ایک ٹیٹس کی تقریریں

ایک ٹیٹس کی تقریریں جب آیریان نے شروع میں شائع کی تھیں۔ تو وہ آٹھ حصّوں میں تھیں۔ اِن میں سے صرف چار ہم تک پہنچی ہیں۔ وہ کئی اعتبار سے اس کی قیمتی تعلیمات کو ظاہر کرتی ہیں + "مینوئل" کی طرز تحریر سے حکیمانہ اور مغرورانہ اختصار عیاں ہے۔ جو عالی وقار ریاست پسند اور ذی اقتدار لوگوں کی ہدایات کا خاصہ ہے + فرانسیسی مصنّف موسیو مارتہ اس کتاب کی بابت کہتے ہیں۔" اسٹوئک فلاسفر اور اس کی عقل ایسی بے رحمی اور سختی سے ہدایات دیتی ہے۔ کہ اس سے مقنن اور ہادی کی انسانیت کی بابت شبہ ہوتا ہے۔ شریف سے شریف جذبات مثلاً محبت اور فیاضی کو بھی زیر کرنے کی تاکید کی جاتی ہے۔ یہ لوگ جذبات انسانی کے خلاف جنگ جاری رکھنا بہت ہی مستحسن سمجھتے ہیں۔ وہ رحمدلی۔ خیرات اور دیگر لطیف اور نیک جذبات اور خیالات کو بالکل ملیامیٹ کرنا بھی بہت اچھا خیال کرتے ہیں۔ ان سخت نصائح اور قواعد اخلاقی کو پڑھنے سے یہ خیال پیدا ہوتا ہے۔ کہ ان کا بنانے والا بیدل انسان ہے۔ اگر لہجہ سے نیکدلی اور سچائی ظاہر ہوتی۔ تو ہم یہ خیال کر لیتے۔ کہ ناصح جو کچھ کہتا ہے وہ محض ایک خیال ہے۔ اور اس کا منتہا

کمال کا خیال نِرا دہم ہے جسے حاصل کرنا ناممکن العمل ہے۔ مگر ایکٹیٹس کی تقریروں کا یہ حال نہیں ہے۔ وہ بہت واضح۔ مدلل اور جامع ہیں اور اُن سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اُنکا بنانیوالا انسانی جذبات سے خالی نہیں ہے۔ اُنپر نظر ڈالنے سے ہم ایک انسانی ہستی سے روبرو ہوتے ہیں جسے انسانوں سے پُوری ہمدردی ہے طرز بہت سادہ ہے۔ آرایشی الفاظ اور محاورات سے پُورا اجتناب ظاہر کیا گیا ہے۔ جو اسٹوئک اخلاقی اصول کی شان کے عین شایاں ہے۔ مگر اس کا استدلال بہت زبردست اور عین الیقین بہت قوی ہے۔ "وہ جذبات سے معرکہ آرائی کرتا معلوم ہوتا ہے۔ وہ ان کی ماہیت سے بڑی خوبی اور قابلیت سے بحث کرتا ہے ہندی کی چندی کرتا ہے۔ اور اخیر میں چند جامع اور پُرشان فقروں میں انہیں معتوب کرتا ہے۔ وہ سقراط کی طرح لمبی بحثوں میں نہیں پڑتا۔ بلکہ زور آور اور چند داؤ پیچ جاننے والے پہلوان کی طرح دو چار ہاتھوں میں اسے زمین پر چت لِٹا دیتا ہے۔ اور پھر اس کی دھجیاں بکھیر دیتا ہے۔ اس کی فصاحت و بلاغت اس تیر کی مانند ہے۔ جو اُٹھتا اور جڑ پر گرتا ہے اور اسے کاٹ کر الگ کر دیتا ہے"۔

سنیکا کی طرح ایکٹیٹس بھی ایک اُستاد ہے۔ جو نہ تو اس جیسی فراست رکھتا ہو۔ اور نہ اس کی مانند فصیح و بلیغ ہو۔ اور نہ اس جیسا تعلیم یافتہ۔ مگر ہاں وہ ایسا معلم ہے۔ جو استادانہ طریقہ سے اپنے مضمون کو چند لفظوں میں واضح کر دیتا ہے۔ اس کے قول و فعل میں کوئی تناقض نہ تھا۔ جو کچھ سکھاتا تھا۔ اس پر عمل بھی کرتا تھا۔ اپنے خیالات کو بہت اختصار سے ظاہر کر دیتا تھا۔ جسے ہر کوئی بآسانی سمجھ سکتا تھا۔ فرانس کا سولھویں صدی کا ایک نہایت مشہور ریاضی کا عالم پسکال کہتا ہے :-

ایکٹیٹس انسان کے دل کی شان اور رفعت سے واقف اور اسکی کمزوریوں سے ناآشنا تھا۔ اور اس کا یہ خیال مینوئل پر بھی عائد ہوتا ہے لیکن جب اس کے بعض جوابات پر جو اس نے لوگوں کے سوالات کے دیئے

غور کرتے ہیں۔ تو پسکال کی رائے نادرست معلوم ہوتی ہے +
ایک ٹیٹس کی تقریریں بے قاعدہ اور بے ترتیب ہیں۔ اگر آخری چار حصے موجود ہوتے۔ تو ہم ان کی تقسیم بآسانی کر سکتے + جو کچھ مینوئل کی بابت لکھا گیا ہے۔ اس سے ناظرین ایک ٹیٹس کے اصول تعلیم سے واقف ہو گئے ہیں۔ اس زمانہ میں جتنے فرقے فلاسفروں اور حکیموں کے تھے۔ ان کے عقلی اور طبعی فلسفہ سے ایک ٹیٹس واقف نہ تھا۔ اس نے اپنی زندگی کا مقصود یہ مقرر کیا تھا۔ کہ انسان کو اخلاقی تعلیم دے۔ ان کی زندگیوں کو پاک ہدایات کے تابع کرکے شریف بنائے۔ اور یہ کہ ان کے دلوں میں نیکوکاری اور راستبازی کا میلان پیدا کرے۔ اس نے دوسرے کے اصول اور خیالات اختیار نہیں کئے۔ اور نہ اپنی طبیعت سے نئی نئی باتیں اور تعلیمات پیدا کیں۔ مگر اس نے اپنی عملی زندگی سے اسٹوئک فلسفہ کے اصول کو حقیقت اور عمل کا لباس پہنایا۔ اور لوگوں کے سامنے ایک نمونہ قائم کر دیا + ہم اس کی تقریروں میں سے بعض مشہور خیالات اقتباس کرتے ہیں۔ اور یہ بتائینگے۔ کہ وہ کس طریقہ سے انہیں سامعین کے دلوں پر نقش کرتا تھا +
اسٹوئک فلسفہ کی تعلیم کی ایک خصوصیت یہ تھی۔ کہ انسان کو بالکل آزاد کر دے۔ یا بالفاظ دیگر۔ انسان کو بتایا جائے۔ کہ وہ اپنی ذات اور ارادت پر کس طرح اختیار اور ضبط حاصل کر سکتا ہے۔ انسان کی کمزوری اور ذلت کی وجہ اس کی فضولیات کی خواہش ہے۔ جو آدمی کامل بننا چاہے۔ اسے اس خواہش اور تمنا سے مخلصی حاصل کرنا چاہیئے۔ اگر کوئی آدمی دولتمند بننا چاہتا ہے۔ تو اس کے لئے لازم ہے۔ کہ اپنی بہت سی خواہشوں کو مارے۔ اور اپنی فضول ضروریات کو گھٹائے + ہم اس کے متعلق اس کے بعض دلائل کا خلاصہ بیان کر چکے ہیں۔ یہاں پر اس کی تقریروں کے تیسرے حصے سے کچھ اور ابزاد کرنا چاہتے ہیں +
ایک نہایت مشہور قادر الکلام وکیل ایک مقدمہ کی پیروی کے لئے

روم کو گیا۔ اور ایک ٹیٹس سے بھی ملاقات کی۔ فقیر طبیعت حکیم اس سے سرد مہری سے پیش آیا۔ کیونکہ اسے یہ خیال گذرا کہ وہ سچے دل سے حکمت کی باتیں سیکھنے کا خواہشمند نہیں ہے۔ "آپ مجھ سے کوئی فائدہ حاصل نہیں کر سکتے آپ یہاں ایک کام سے آئے ہیں۔ آپ نے خیال کیا۔ کہ لگے ہاتھوں ان سے بھی ملتے چلیں۔ آپ کوئی اصول سیکھنا نہیں چاہتے۔ بلکہ میری طرز تعلیم میں حسن و قبح معلوم کرنے کے آرزومند ہیں۔" وکیل فصیح الزبان۔ "اگر میں آپکی تقلید کرتا۔ تو میں آپ کی طرح مفلس ہو جاتا۔ زمین۔ جائداد۔ مال و متاع اور عزت و مرتبہ کچھ بھی نہ ہوتا۔" ایک ٹیٹس۔ "مجھے ان چیزوں میں سے کسی کی بھی تمنا نہیں ہے۔ علاوہ بریں آپ مجھ سے بھی بڑھ کر مفلس ہیں۔" وکیل "فرمائیے۔ میں کیسے غریب ہوں۔" ایک ٹیٹس۔ "آپ کی طرز زیست کو قدرت سے اتفاق اور وفاداری نہیں ہے۔ آپ کی طبیعت رنجوں۔ فکروں اور آزردگیوں سے آزاد نہیں ہے + چاہے میرا کوئی مربی ہو یا نہ ہو۔ مجھے کوئی پروا نہیں۔ مگر آپ کو ضرور دوسروں کی خوشامد کرنی پڑتی ہے۔ میں آپ سے زیادہ دولتمند ہوں +

مجھے ذرا بھی فکر نہیں۔ کہ قیصر کی میری بابت کیا رائے ہے۔ میں کسی کی خوشامد نہیں کرتا۔ آپ کے سونے چاندی سے بڑھ کر میری یہی دولت ہے۔ آپ کے پاس برتن تو چاندی کے ہیں۔ مگر عقل۔ اصول اور بھوک خاک اور مٹی ہے۔ میرا دل میرے واسطے بادشاہت ہے۔ میں اپنی حالت پر قانع ہوں آپ جب بیکار ہوتے ہیں۔ تو آپ کے دل کو چین اور قرار نہیں ہوتا۔ اور برعکس اس کے نکما بیٹھنے میں مجھے راحت معلوم ہوتی ہے۔ آپ کی نظروں میں مال و متاع بہت کم معلوم ہوتا ہے۔ مگر میری دولت میرے نزدیک بہت کثیر ہے + آپ کی طبیعت سیر نہیں ہوتی۔ خواہش تیز رہتی ہے۔ میرا دل مطمئن اور خواہشوں سے آزاد ہے۔" اب خیال کرنا چاہیئے۔ کہ اس نے اپنی تقریر کہاں پہنچا کر ختم کی +

عجائب خانہ کیو کی چیزوں کی فہرست ملکہ ایڈتی لیڈ مرحوم کے سامنے ایک مرتبہ سر ولیم ہکر (ایک نامور انگریز عالم نباتات) کو پڑھتے سننے کا اتفاق ہوا انہی عجائبات میں ایک سوراخدار ناریل بھی تھا۔ جس کی بابت مہتمم صاحب نے بیان کیا۔ کہ ہندوستان کے بعض حصوں میں جب بندر پکڑتے ہیں۔ تو ناریل میں چینی یا مٹھائی ڈالکر زمین میں گاڑ دیتے ہیں۔ بندر اس کے اندر ہاتھ ڈالتا ہے۔ اور مٹھی بھر کر باہر نکالنے کی کوشش کرتا ہے۔ مگر مُنہ تنگ ہونے کی وجہ سے ہاتھ باہر نہیں نکلتا۔ اور اس میں اتنی عقل نہیں ہوتی۔ کہ مٹھائی ناریل ہی کے اندر پھینک اور ہاتھ نکالکر اپنا پنڈ چھڑا لے۔ اس طرح وہ قلندروں کے ہاتھ جا پڑتے ہیں۔ جو انہیں سدھا کر ان سے طرح طرح کے کام لیتے ہیں +

اب ذرا ایپک ٹیٹس کی تشبیہ ملاحظہ ہو۔ "جب چھوٹے لڑکے تنگ مُنہ کے مرتبانوں میں جن کے اندر بادام اور انجیریں ہوتی ہیں ہاتھ ڈالتے ہیں اور مٹھی بھر کر باہر نکالنا چاہتے ہیں۔ تو ہاتھ پھنسکر رہ جاتا ہے۔ اور وہ رونا اور غل مچانا شروع کر دیتے ہیں۔ لیکن اگر دو چار بادام یا انجیر مٹھی سے نکال دو۔ تو پھر آسانی ہاتھ باہر نکل آئے گا۔ اسی طرح تم اپنی خواہشوں سے دست بردار ہو جاؤ بہت سی چیزوں کی تمنا دل میں مت رکھو۔ اس طرح تم صرف اسی شے کو حاصل کرلوگے جس کے حصول کی تمہارے دل میں بڑی خواہش ہے۔" "مبارک ہے وہ جو کسی چیز کا خواہشمند نہیں ہے۔ کیونکہ وہ یاس کا دکھ نہ اٹھائے گا" +

ایک اور نصیحت ایپک ٹیٹس کی یہ ہے۔ جس پر وہ جا بجا زور دیتا ہے۔ مقصود اپنا عالی وارفع بناؤ۔ اپنے ارادے اور خواہشات عامیانہ مت رکھو۔ اور نہ ادنے ادنے چیزوں کی اغوا میں آکر عوام کے ہم سطح اور ہم رتبہ رہنا چاہئے مگر یہ کس طرح معلوم ہو۔ کہ ہم اس شاندار منصب کے قابل اور اہل ہیں؟ اگر تمہارے اندر اعلٰے طاقت ہے۔ تو اس کے وجود سے جلدی یا بدیر تم ضرور واقف ہو جاؤ گے۔ اگر وہ نہیں ہے۔ تو اس کے پیدا کرنے کی کوشش کرو۔ رفتہ رفتہ پیدا ہو جائیگی۔ کوئی بڑا کام اور مہم چشم زدن میں تکمیل تک نہیں پہنچتا ہے۔ انگور

میں پہلے پھول اور پھر پھل آتا ہے۔ اور پھر پکنے لگتا ہے۔ پھر وہ کھانے کے قابل ہوتا ہے+ "پہلے تنکا۔ پھر خوشہ اور دانے پڑتے ہیں۔ اگر فرض کا احساسِ اعلیٰ کھانے سے پیدا ہو۔ تو کس طرح اس اعلیٰ درجہ پر پہنچیں؟ کیا یہ بھی مشکل ہے؟ اگر قیصر تمہیں اپنا متبنیٰ بنائے۔ تو کیا تم اپنی وضع قطع اور طور طریقہ سے اپنی نئی عالی حیثیت کو ظاہر نہیں کرو گے۔ تمکنت اور شان تمہاری نگاہوں سے عیاں نہ ہوگی۔ پھر کیا وجہ ہے۔ کہ تم اپنی رفتار گفتار سے اپنے تئیں خدا کے فرزند ظاہر نہیں کرتے؟ اور کیوں اس پر فخر نہیں کرتے؟ ۔ بیشک تمہارا مادی جسم ہے۔ جس میں حیوانی جذبات اور خواہشات ہیں۔ جن کی وجہ سے انسان بدوں کا اثر قبول کر کے درندوں اور وحشیوں کے درجہ پر پہنچ جاتا ہے۔ اور آدمیت سے خارج رہتا ہے+ ایک ٹیٹس کہتا ہے:۔ اگر آدمی کے اچھی طرح یہ ذہن نشین کر دیا جائے۔ کہ ہم خاص معنےٰ میں خدا سے پیدا ہوئے ہیں۔ اور یہ کہ خدا دیوتاؤں اور انسانوں کا بھی باپ ہے۔ تو اس کے دل میں اپنی بابت کبھی ذلیل اور ادنےٰ خیالات پیدا نہ ہوں" غیر فانی شاعر جان ملٹن اسی خیال کو یوں ظاہر کرتا ہے۔ "جو آدمی خدا کی مہر کی شان جو اس کی روحانی فطرت پر قائم ہے۔ اور اپنی نجات کی قیمت کی وجہ سے جو اس کے واسطے ادا کی گئی ہے۔ اپنے باپ میں اچھا خیال رکھتا ہے۔ (اور یہ نہیں سمجھتا کہ میں تو ایک ذلیل ناچیز بندہ ہوں) وہ شرافت اور راستی کے کارہائے نمایاں کے اہل ہے۔ وہ گناہ سی ناپاک شے سے اپنے کو ناپاک اور ذلیل نہیں کریگا۔ کیونکہ اس کا زر فدیہ ایک بڑی رقم سے ادا ہوا ہے اور خدا کی فرزندی[۵] اور دوستی

---

[۵] یہ اقتباس جان ملٹن کی شہرۂ آفاق کتاب "اریوپگیٹکا" سے ہے۔ جو اخبارات کی آزادی کے واسطے لکھی گئی تھی۔ اس اقتباس میں اُس نے یہ خیال ظاہر کیا ہے۔ کہ "انسان مسیح کے کفارہ کے بیش قیمت خون سے خریدا گیا۔ اور اسکے توسط سے خدا کی فرزندی کا اعزاز اسے حاصل ہوا ہے اب اسے ایسی چال اختیار کرنا چاہیئے۔ جو اس کے نئے رتبہ کے شایاں ہو۔ اور یہ ظاہر کرے کہ میں خدا کا دوست اور بیٹا ہوں۔ گناہ سے محترز اور نیکی و پاکیزگی کا شیدا ہو+

مترجم

سے سرفراز ہوا ہے"۔

"ہم کس طرح جانیں۔ کہ ہم نے ترقی کی ہے؟ اس کا طریقہ یہ ہے۔ کہ اگر ہمارا ارادہ قانونِ قدرت کے مطابق زندگی بسر کرنے کا ہو۔ تو اس کے ساتھ ہی تمہیں شریفانہ چال اختیار کرنی چاہیئے۔ حلیم ہو۔ ایماندار ہو جھوٹی باتیں مت بناؤ۔ آزاد منش بنو۔ اگر کسی شے کی تمنا نہ ہو۔ اور کسی سے پرہیز نہ ہو۔ جو ہماری قدرت سے بعید ہو۔ تو پھر دنیا بھر کے مشاغل ہماری توجہ کو ادہر اُدہر نہیں کھینچ سکتے۔ اس کے ساتھ ہی ہماری طرزِ زیست اعلےٰ اور لازوال قوانین کے زیرِ حکومت ہو۔ تو معلوم ہو جائے گا۔ کہ ہم ترقی کی شاہراہ پر جا رہے ہیں۔" مگر کیا زندگی میں مصائب پیش نہیں آسکتے؟ بیشک آتے ہیں۔ اور آئیں گے۔ اور اولیمپیا بھی ان سے خالی نہیں ہے۔ حالانکہ وہ دیوستان ہے۔ کیا حرارت کا تم پر اثر نہیں ہوتا۔ کیا بھیڑ میں دھکے کھانے سے چوٹ نہیں آتی۔ کیا مینہہ سے تمہارے کپڑے تر نہیں ہوتے ہیں؟ کیا شور و غل۔ چیخ پکار وغیرہ تکالیف کچھ کم ہیں۔ سو تم پھر بھی انہیں برداشت کرتے ہو۔ کیونکہ تم جانتے ہو۔ کہ ان معمولی تکلیفوں کے مقابلہ میں میلہ کی شان بڑھ کر ہے۔ اب بتاؤ۔ تمہیں وہ قدرت حاصل نہیں ہے۔ جس سے ان دکھوں کو برداشت کر سکتے ہو۔ کیا تم میں شرافت۔ عالی ہمتی۔ جسارت اور دلیری نہیں ہے؟ اگر میں عالی حوصلہ ہوں۔ تو چاہے کوئی تکلیف آئے۔ میں سب کچھ جھیل سکتا ہوں۔ مجھے کسی بات کا خوف نہیں۔ اور کوئی بات تکلیف نہیں پہنچا سکتی۔ کیا میں اس قوت سے کام نہیں لونگا۔ جو خاص اسی کام کے واسطے عطا ہوئی ہے۔ کیا میں زندگی کی تمام باتوں پر کبیدہ خاطر ہوں اور کڑھ کڑھ کر جان کے لئے عذاب مول لے لوں۔ برعکس اس کے یہ تکالیف اور مصائب زبردست دشمن ہیں۔ جو ہمارے مقابلہ پر کھڑے ہیں۔ اگر کوشش اور ہمت سے کام لیا جائے۔ تو ہم ان دشمنوں کو مغلوب کر کے فتحیاب ہو سکتے ہیں۔ لیکن اگر زندگی اور اس کی تکالیف ناقابل برداشت

ہوجائیں۔ تو ہم خدا کے ہاں نہیں جائینگے۔ جس سے نکلکر ہم اس دُنیا میں آئے ہیں؟ کیا چوروں اور قزاقوں اور ظالموں کو یہ نہیں دکھا سکتے۔ جو ہمارے جسم پر ہاتھ ڈال سکتے ہیں۔ کہ وہ بے اختیار اور بے طاقت ہیں؟ کیا ہم خودکشی نہیں کر سکتے؟"

مجھے ایک ٹیٹس کی تصانیف میں کوئی مقام ایسا نہیں معلوم ہوتا۔ جس میں اس نے حیات بعد ممات یعنی بقائے رُوح کا یقین ظاہر کیا ہو۔ جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے۔ کہ یا تو وہ خود اس کا قائل نہ تھا۔ یا اسے ایک ایسا راز سمجھتا تھا۔ جس کا حل قدرت انسانی کے باہر ہے۔ مگر اس نے اپنی تقریر میں خودکشی کو اس طرح مستحسن نہیں ٹھیرایا ہے۔ جیسے سنیکا نے اپنی تصنیف میں زور دیا ہے۔ یا جو اسٹوئک فلسفہ ایک عام خیال اور تعلیم ہے۔ وہ کہتا ہے "میرے دوستو! اس اچھے وقت کا انتظار کرو۔ جب خدا تمہیں اپنے پاس بلائے گا۔ اس وقت خوشی خوشی اس کی درگاہ میں جاؤ۔ مگر سرِدست اپنی جگہ پر قائم رہو۔ جو اس نے تمہیں دی ہے۔ کیونکہ تمہارا قیام یہاں عارضی ہے اور جو لوگ یہاں سے جاتے ہیں۔ وہ بڑے آرام سے رہتے ہیں۔ جو آدمی جسم اور اسکی خواہشات اور مقبوضات کو ہیچ سمجھتا ہے۔ وہ چوروں۔ بدمعاشوں ظلم پیشہ حکام۔ اور قاضی و منصف کی کیا پروا کرتا ہے۔ اس واسطے اسی جگہ رہو۔ جہاں ہو۔ اور جب تک اشد ضرورت پیش نہ آئے۔ یہاں سے مت جاؤ"

اس سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ ایک ٹیٹس خودکشی کی اجازت دیتا ہے۔ مگر اس کی تعریف نہیں کرتا۔ کیونکہ وہ ایک جگہ لکھتا ہے۔ "دکھ کیا ہے؟ ایک بھدا نقاب ہے۔ اسے اُلٹ پھیر کر دیکھ لو۔ ہماری حس پذیر جلد پر کوئی شے چبھو کر دیکھ لو۔ پھر بڑی ملائمت اور آہستگی سے بھی اسے کھینچ کر دیکھ لو۔ اگر تم اس کی برداشت اپنے لئے فائدہ مند نہیں سمجھتے۔ تو دروازہ کھلا ہے۔ اگر اسے سہہ لو۔ تو یہ تمہارے فائدہ کے لئے ہوگی۔ یہ یاد رکھو۔ کہ ہر حالت

یں دروازہ کھلا رہتا ہے۔ کیونکہ بیسیوں آدمی اپنی تکالیف کو اسی طرح ختم کر لیتے ہیں" +

قوت برداشت اسٹوئک فلسفہ کے نزدیک زندگی کی جان ہے۔ سب باتوں میں برداشت سے کام لینے کی تاکید کی جاتی ہے۔ اور اس طاقت کے بڑھانے کا طریقہ یہ بتایا گیا ہے۔ کہ ارد گرد کی چیزوں کو ہیچ سمجھو + ہم نے اگرپ نوس کا ایک قصہ پیچھے درج کیا۔ جس سے اپک ٹیٹس بڑی خوبی کے ساتھ یہ ظاہر کرتا ہے۔ کہ سچے اسٹوئک کی زبان سے سخت تکلیف کے وقت بھی غصہ اور تاسف کا لفظ نہیں نکلتا +

اسٹوئک لوگوں کے عقیدہ کے مطابق تمام تکالیف خدا کی طرف سے نازل ہوتی ہیں۔ اور ہمیں چاہیئے۔ کہ ان کے خلاف کبھی گلہ نہ کریں۔ یہ تو اپنی ذات کے متعلق اصول ہے۔ مگر دوسروں سے کیسا برتاؤ کرنا چاہیئے؟ اس کے بارہ میں ان کا یہ خیال ہے۔ کہ خدا سے تعلق قائم ہونیکی وجہ سے براہِ راست ہمارے فرائض قائم ہوتے ہیں۔ اور فرض کی بجا آوری کا خیال پیدا ہوتا ہے۔ یہی تعلق ہے۔ جو ہمیں اپنی عزت آپ اور نیز دوسروں کا احترام کرنے کی تاکید کرتا ہے۔" غلام۔ کیا تم اس بھائی کی بات برداشت نہیں کر سکتے۔ جو اسی خدا کا بیٹا ہے جس کے تم ہو۔ مگر وہ شائد چور اور بدمعاش۔ اور قاتل ہیں۔ ایسا ہی ہو۔ اور وہ اور بھی زیادہ رحم اور ہمدردی کے حقدار ہیں + تم اندھے اور بہرے آدمیوں کو وجود سے نہیں ہٹا دیتے۔ بلکہ تم ان کی حالت پر ترس کھاتے ہو۔ ان کی بدقسمتی سے تمہیں ہمدردی ہے لیکن بڑے آدمیوں پر کتنا زیادہ ترس کھانیکی ضرورت ہے؟ انکا استیصال مت کرو۔ کیا تم خود اس قدر عقلمند ہو؟" +

اپک ٹیٹس کی پند ونصائح ایسی نہیں ہیں۔ کہ ان پر کوئی انسان عمل نہیں کر سکتا۔ وہ دستور العمل بنانے کے لئے خاص ہدایات اور قواعد نافذ کرتا ہے + اس نے عادات بنانے کی بابت ایک طریقہ بتایا ہے۔ جسکی دانائی

اور حکمت بیان سے باہر ہے۔ اس نے وہاں بیان کیا ہے۔ کہ اچھی عادتیں کس طرح حاصل اور بُری کس طرح ترک ہو سکتی ہیں۔ وہ کہتا ہے۔ ہم عادت کے بندے ہیں۔ ایک ایک کام جو ہم کرتے ہیں۔ ہماری روزانہ زندگی پر اثر ڈالتا ہے۔ جب ہم خفا ہوتے ہیں یا غصہ کو اپنے اوپر غالب آنے دیتے ہیں۔ تو ہم جلتی آگ پر ایندھن ڈالتے ہیں۔ اور بُری بیماری کے لئے زمین تیار کرتے ہیں۔ بخار کا علاج تو ہو سکتا ہے۔ مگر اس سے صحت کمزور ہو جاتی ہے۔ یہی حال روحانی بیماریوں کا ہے۔ ان کا نشان باقی رہ جاتا ہے +

غصہ کو مثال کے طور پر لو۔ "کیا تم بے غضب ہونا چاہتے ہو؟ تو اپنے دل میں اس کا خیال قائم کر لو۔ اور کسی طرح اسے جوش میں مت آنے دو۔ پہلے دل کو قائم اور قابو میں رکھو۔ متانت اور ثقاہت سے کام لو۔ اور پھر دیکھو۔ کہ کتنے دن تم نے غصہ کو اپنے سے دُور رکھا + میں ہر روز دِل میں جلتا اور کڑھتا تھا۔ پھر تیسرے۔ پھر چوتھے روز خفا ہونے لگا + اگر تیس روز تک تم خفا نہیں ہوئے ہو۔ تو خدا کی درگاہ میں نذر چڑھاؤ +

پہلے عادت کمزور ہونے لگتی ہے۔ پھر بالکل جڑ بنیاد سے اکھڑ جاتی ہے۔ "آج میں نے غصہ کو دُور رکھا۔ پھر اگلے دن بھی اسے اپنے پاس نہ پھٹکنے دیا۔ پھر میں نے دو تین مہینے اسے اپنے اوپر غالب نہ آنے دیا۔ لیکن میں ہر موقع پر ضبط سے کام لیتا رہا۔ گو طبیعت کو کئی طرح سے رنج پہنچا۔" اگر تم ایسا سہہ اور کر سکتے ہو۔ تو تم بہت جلد اس بُری عادت سے رستگاری حاصل کر سکتے ہو" +

مگر یہ کام کس طرح کرنا چاہیئے ؟ یہ سوال بڑا زبردست ہے۔ اور ایک ٹیٹس اس کا جواب بھی بہت اچھا بہم پہنچاتا ہے۔ ہم نے ایک اقتباس اوپر دیا ہے۔ جس میں بتایا گیا ہے۔ کہ ایک ٹیٹس نے تجربہ اور مشق سے بُرائی کے خیال کو روکنے کی قدرت حاصل کر لی تھی۔ اور اس کی اخلاقی ضرورت سے بھی واقف ہو گیا تھا + اب ایک حکایت اگرِپ نوس کی بابت بیان کیجاتی ہے

جس سے اس کا عملی طریقۂ تعلیم واضح ہو جاتا ہے۔ نیرو کی ایک بڑی عادت یہ تھی۔ کہ وہ رومی رؤسا اور شرفا کو تھیٹروں اور تماشہ گاہوں میں حاضر ہونے کو مجبور کرتا تھا۔ تاکہ دیکھنے والوں کو یہ معلوم ہو جائے۔ کہ شہنشاہ کے ذلیل مشاغل کو وہ بھی پسند کرتے ہیں۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے۔ کہ ایک رومی مورخ فلورس نامی کے پاس تماشہ گاہ میں حاضر ہونے کا پروانہ شاہی گیا۔ وہ دل میں سوچنے لگا۔ کہ جاؤں یا نہ جاؤں۔ آخرکار وہ اگرپ نوس کے پاس صلاح لینے کو گیا۔ اُس نے کہا "بڑی خوشی سے جاؤ"۔ سوال۔ "آپ خود کیوں نہیں جاتے ؟"۔ جواب۔ "میں اس کی بابت کچھ نہیں سوچتا۔ اور اس کی پروا بھی نہیں کرتا"۔ جس سے اس کی یہ غرض تھی۔ کہ تامل کرنے سے انسان آخرکار اسی کام کو کر بیٹھتا ہے۔ اور سوچنے سے آدمی برباد ہو جاتا ہے۔ پس انسان کو اُصول کے مطابق عمل کرنا چاہیئے۔ مگر انجام سوچنے مت بیٹھو۔ فلورس نے کہا۔ "اگر میں نہ جاؤں گا تو میرا سر تن سے جدا کیا جائے گا"۔ اگرپ نوس۔ "بیشک جاؤ۔ مگر میں نہیں جانے کا"۔ فلورس۔ "آپ کیوں نہیں جائینگے ؟" اگرپ نوس۔ "وجہ یہ ہے۔ کہ میں زندگی کے مشاغل اور تفریحات سے دلچسپی نہیں رکھتا جس میں عوام شریک ہوتے ہیں۔ ارغوانی پوشاک سے انسان کا رتبہ اعلیٰ معلوم ہوتا ہے۔ اسی طرح میں اپنی زندگی کو اوروں سے ممتاز اور فائق بنانا چاہتا ہوں"۔

اگر ایسے اعلےٰ مقصد کے واسطے کسی محرک کی ضرورت ہے۔ تو اسے ایپک ٹیٹس نے بہم پہنچا دیا ہے۔ چنانچہ وہ کہتا ہے "اگر تم اپنے ضمیر کی پروانگی حاصل کرنا چاہتے ہو۔ یا خدا کے سامنے اپنے آپ کو پاک اور بے عیب ظاہر کرنے کے خواہشمند ہو۔ تو اپنے دل میں پاک بنو۔ اپنی پاک رُوح کے ساتھ پاک بنو۔ اور پھر خدا کے سامنے پاکیزہ اور بے عیب ہو گے۔ اور جب کوئی بُرا خیال آئے۔ تو افلاطون کہتا ہے۔ "توبہ کرو۔ روزہ رکھو۔ تاسف ظاہر کرو۔ اور دیوتاؤں کے مندروں میں جاؤ۔ جہاں سب بدیاں دُور رہتی ہیں"۔ لیکن تمہارے

واسطے اسی قدر کافی ہوگا۔ کہ تم فی الفور شریف النفس اور پاک آدمیوں کی صحبت میں جاکر نیک باتیں سیکھو۔ ان کے نمونہ پر چلو۔ چاہے وہ زندہ ہوں یا مردہ بات ایک ہی ہے۔ سقراط کے پاس جاؤ۔ اور دیکھو۔ کہ اس نے بدلی پر کس طرح فتح حاصل کی تھی۔ اور اس نے جذبات کو کس طرح زیر کیا تھا۔ خیال کرو۔ کہ اس نے اپنی ذات پر کس طرح قابو پایا تھا۔ وہ کیسی شاندار فتح تھی! اس سے اسے ہرقلس کا رتبہ کس طرح حاصل ہوا تھا۔ اگر تم اس طرح اپنی تربیت نفسی کرو۔ تو رفتہ رفتہ روحاناً اور اخلاقاً بڑے قوی ہو جاؤ گے۔ ہر قسم کی آزمائشوں کو زیر کر لیا کرو گے۔ یہ معرکہ عظیم الشان ہے اور کام الٰہی ہے۔ یہ امن آزادی راحت قلبی کے لئے ہے۔ خدا کا دھیان رکھو۔ اسے اپنا مددگار اور معاون سمجھو۔ طبیعت کے اندر بھی اسی قسم کے طوفان اُٹھا کرتے ہیں۔ جیسے سمندر اور خشکی پر۔ مگر وہ ساکن اور راحت پسند روح کے سامنے کوئی حقیقت نہیں رکھتے۔ اگر تم ایک مرتبہ کسی جذبہ کے سامنے گر گئے۔ اور یہ کہو۔ بعد کو جو آزمائش آئیگی۔ اسے زیر کر لونگا۔ مگر جب امتحان آتا ہے۔ تو پھر گر جاتا ہو۔ اور اس طرح تمہاری حالت پہلے سے بھی زیادہ ذلیل اور خراب ہو جاتی ہے۔ اور تمہیں معلوم بھی نہیں ہوتا۔ کہ تم اپنے ساتھ بُرائی کر رہے ہو بلکہ تم اپنے گناہ کے واسطے بہانے اور عذر تلاش کرو گے "

یہ بالکل درست ہے۔ ایک فلاسفر نے قدیم زمانہ میں یہ بات معلوم کی تھی۔ کہ "صرف ایک مرتبہ" کرنا کیسا خطرناک ہے۔

ایک دوسری جگہ ایپک ٹیٹس لکھتا ہے۔ کہ اگر نیک بننے کی کوشش میں ناکام رہو۔ تو کبھی ہمت مت ہارو۔ اور سب سے بڑھکر یہ ہے۔ کہ کبھی ناامید مت ہو۔ "پہلوان اپنے شاگردوں کو جب وہ کشتی کرتے ہوئے اکھاڑہ میں گر پڑا کرتے ہیں۔ تو ان کے اُستاد اُٹھ کر دوبارہ کشتی کرنے کی ہدایت کرتے ہیں۔ حتیٰ کہ انہیں بہت زور اور داؤ پیچ آ جاتے ہیں۔ ہمیں بھی اسی طرح کرنا چاہیئے۔ اور ان دون ہمت لوگوں کی چال اختیار نہیں کرنی چاہیئے۔

جو ایک دفعہ کی ناکامی کے بعد حوصلہ چھوڑ بیٹھتے ہیں۔ تمہیں ارادت کی ضرورت ہے۔ اور تم ہر کام کو انجام دے سکتے ہو۔ لیکن اگر تم خوب کوشش نہ کرو۔ تو تم برباد ہو جاؤ گے۔ کیونکہ کامیابی اور بربادی کے سامان تمہاری ہی طبیعت میں موجود ہیں + اگر کوشش کرتے رہو۔ تو بد اعتدالی کی بجائے میانہ روی اور بدی کی جگہ پاکیزگی حاصل کرو گے۔ لیکن اگر تم یہ سمجھتے ہو۔ کہ بدی سے بہتر مقاصد حاصل ہو سکتے ہیں۔ تو گناہ کرتے چلے جاؤ۔ کیونکہ تم دیوتا کی قدرت سے بھی باہر ہو۔ وہ بھی تمہیں نہیں بچا سکتا "+

ایک ٹیٹس خصوصیت سے یہ کہتا ہے۔ کہ اِن اصولوں کو دکھانا اور ان کا چرچا کرنا ایک بات ہے۔ مگر ان پر عمل پیرا ہونا دوسری بات ہے۔ اس نے ظریفانہ انداز سے چھوٹے فلاسفر کی تصویر تیار کی ہے۔ جو بڑے زور شور سے یہ دعوے کرتا ہے۔ کہ جس شے کا تعلق نیکی اور راستبازی سے ہے وہ اچھی ہے۔ اور جس کا علاقہ بدی سے ہے۔ وہ بُری ہے۔ اور اِن دو کیفیتوں اور صورتوں کے ماسوا باقی تین ایسی ہیں۔ کہ اِن سے کوئی سروکار نہ رکھا جائے۔ مگر وہ فو سمندر میں جا کر جہاز پر سوار ہوتا ہے۔ اتنے میں طوفان آگھیرتا ہے۔ جہاز سطح بحر پر موجوں کے تھپیڑوں سے ڈگمگاتا ہے۔ مستولوں سے خوفناک آواز نکلتی ہے۔ اور وہ فلاسفر لرزتا اور چیختا ہے۔ ایک مسخرا جو اس کی حالت کو دیکھتا ہے۔ پوچھتا ہے " کیا جہاز میں برباد ہونا بُرائی ہے؟ اگر ایسا نہیں۔ تو یہ بدی نہیں ہے۔" مگر فلاسفر اِس سوال پر برہم ہو کر مسخرا کے سر پر لکڑی کا ایک کندہ دے مارتا ہے + ایک ٹیٹس کہتا ہے۔ یہ آدمی کبھی فلاسفر نہیں ہو سکتا۔ اس کے اندر وہ طاقت ہی نہیں ہے + وہ مدرسہ کے اندر فلاسفروں کی وضع قطع بنائے بیٹھا رہتا ہے۔ اس کی بزدلی اور خودپسندی ظاہرداری کے نیچے چھپی رہتی ہے۔ وہ نام کا اُستاد ہے +

ایک ٹیٹس ایک دوسری جگہ کہتا ہے " تم اپنے کو اسٹوئک کیوں کہتے ہو؟ تم عوام کو کیوں دھوکہ میں ڈالتے ہو؟ تم اپنے کو کیوں یہودی ظاہر کرتے

ہو۔ حالانکہ تم یونانی ہو؟ جب ہم ایسے آدمی کی اصلیت سے واقف ہو جاتے ہیں۔ تو ہم اسے مکار۔ ریاکار اور نقال کا نام دیتے ہیں۔ اسی طرح فلاسفر بھی ہے۔ جو ظاہرداری کا جامہ پہنکر لوگوں کو بھلاوے دیتا اور خود کو حکیم ظاہر کرتا ہے + ہم اپنے کو فلاسفر ظاہر کرتے ہیں۔ حالانکہ ہم میں معمول انسانوں کا پارٹ ادا کرنے کی بھی قابلیت نہیں پائی جاتی۔" یہ خیال فلاسفر موصوف کا بہت اعلےٰ اور قابلِ قدر ہے + پولوس رسول اسی خیال کو اس طرح ظاہر کرتے ہیں۔ "وہ آدمی یہودی نہیں ہے۔ جو صرف ظاہر میں ہے۔ اور نہ ہی یہ ختنہ ہے جو جسم میں ہے۔ وہی آدمی یہودی ہے۔ جو اندر سے ہو۔ اور اصل ختنہ دِل کا ہوتا ہے۔ جس کی تعریف انسانوں کی زبانی نہیں۔ بلکہ خدا سے ہے" +

اگر کوئی درحقیقت فلاسفر بننا چاہتا ہے۔ تو اس کے لئے بہترین طریقہ یہ ہے۔ کہ وہ کتابیں پڑھنے والا نہ ہو۔ بلکہ ہر روز اپنے افعال سے ظاہر کرتا رہے۔ اور اُن اصولوں کا صدق دِل سے پابند ہو۔ جو اخلاق کے فلسفہ کی بُنیاد ہیں۔ اور جن میں قول و فعل کا اتفاق۔ اور ضبطِ نفس بھی شامل ہے +

ایپک ٹیٹس کہتا ہے۔ "ان اصولوں پر جس گھر کے اندر عمل ہو۔ وہاں یگانگت اور محبت شہر کے لوگوں میں اتحاد و اتفاق اور ملک کے اندر امن و سکون قائم ہو جاتا ہے۔ ان کی عمل پیرائی سے اِنسان خدا کا سچے دِل سے شکرگزار ہو جاتا ہے۔ ہر حالت میں دلیر اور حوصلہ مند۔ اور سب چیزوں کو ہیچ سمجھتا ہے + ہم اِن باتوں کو پڑھتے ہیں۔ ان کی تعریف کرتے ہیں۔ مگر ان پر عمل پیرا نہیں ہوتے۔ ہمارا ظاہر و باطن یکساں نہیں ہے" +

ان اقتباسات میں جو ہم نے دیئے ہیں۔ وہ شاندار اور اعلیٰ خیالات آگئے ہیں۔ جو اس کی تقریروں میں موجود ہیں +

وہ کلبی فلاسفر کی بابت کہتا ہے۔ جو شخص قابلیت کے بغیر قبول کرتا

ہے۔ اپنے کو غضب یزدانی کا مستوجب ٹھیراتا ہے۔ وہ اس فقیر کی مانند ہے جو تختِ شاہی پر بیٹھنے کا خواہاں ہے۔ اگر تم یہ خیال کرتے ہو۔ کہ پرانا پھٹا لبادہ پہننے۔ بانکے شوقینوں کو اچھے کپڑے پہننے پر بُرا بھلا کہنے۔ ہاتھ میں ڈنڈا لیکر چلنے پھرنے اور زمین پر سونے سے کلبی بن سکتے ہیں۔ تو تم نہیں جانتے کہ تم کیا کر رہے ہو۔ یہ خیال چھوڑ دو۔ لیکن اگر تم یہ سمجھ لو۔ کہ کلبی حقیقت میں کیا ہوتا ہے۔ اور تم اپنے میں ویسا بننے کی قابلیت پاؤ۔ تو تم بیشک بنو۔ اور یہ بہت ہی اچھی بات ہے"۔

"سب سے پہلے میں تمہارے باب میں کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ اپنے کو خدا کی مرضی کے تابع کر دو۔ ہر ایک جذبہ پر قابو پالو۔ اور ہر خواہش کو دل سے نکالدو۔ تمہاری زندگی انسان اور خدا کے سامنے ہو۔ اور اس سے کوئی بات اسکی بابت پوشیدہ نہ رہے۔ لوگ باگ اپنے اعمال اپنے گھروں کے اندر بند رکھتے ہیں۔ مگر تمہارا گھر۔ اور نیز اس کے اندر کی تاریکی تمہارے لئے پاک حجاب کا پردہ ہونا چاہیئے۔ تم کوئی بات دُنیا سے چھپا کر مت کرو۔ اور تمہاری کوئی حرکت پوشیدگی کے قابل نہیں ہونی چاہیئے۔ تمہاری چال سے ظاہر ہو۔ کہ تم خدا کے جاسوس اور پیغام رساں بنی آدم کے درمیان ہو"۔

"تم لوگوں کو بتاؤ۔ کہ راحتِ اصلی وہاں نہیں ہے۔ جہاں وہ جہالت اور بیوقوفی سے تلاش کرتے ہیں۔ قوت سے بھی راحت حاصل نہیں ہو سکتی ورنہ بڑے بڑے شاہ زور پہلوان سب سے زیادہ خوش اور شاد ہوتے۔ دولت کی کثرت میں بھی راحت قلبی منضمر نہیں ہے۔ کیونکہ قارون سب سے خوش بخت اور خرسند نہیں تھا۔ اختیار اور حکومت میں بھی نہیں پائی جاتی۔ ورنہ قنصل بہت خوش نصیب ہوتے۔ تاج و تخت میں بھی راحت پوشیدہ نہیں ہے۔ ورنہ نیرو اور دیگر تاجور سب سے زیادہ شادمان اور خوش کام ہوتے۔ بلکہ راحت حقیقی تمہاری طبیعت کے اندر موجود ہے۔ آزاد منشی میں بھی راحت ہے اپنے دل سے ہر قسم کا خوف نکالدو۔ اپنی طبیعت کو ہاتھ سے مت جانے دو۔ جو کچھ

بے سامان پر صبر کرو۔ افلاس میں بھی خوش رہو۔ دکھ بیماری کی پرواہ مت کرو۔ اور اپنے دل کو شاد رکھو۔ کیا تم اس کا مقابلہ کر سکتے ہو۔ کیا تم میں اتنی قوت ہے؟ صرف فضل رحمانی سے تم اس حالت کو پہنچ سکتے ہو۔ اگر لوگ تمہیں پیٹتے ہیں۔ تو یہ بھی خدا کا فضل ہے۔ کیونکہ گدھے کی طرح تم اسی کی رحمت سے اپنے پیٹنے والوں کو پیار کر سکتے ہو۔ رنج۔ غم۔ ناامیدی۔ اور مشکلات کا سامنا کرنیکی قوت بھی اسی کی کرم فرمائی سے پیدا ہوتی ہے۔

"کلبی حکیم کو دوستوں سے بھی منہ موڑنا چاہیئے۔ کیونکہ کوئی انسان اسکی دوستی کے لائق نہ ملے گا۔ اور نہ کوئی صاحب تخت اسکی اخلاقی قدرت اور بادشاہت میں شریک ہونے کے قابل نظر آئیگا۔ شریف النفس اور عالی طبیعت کا دوست بھی اسی قسم کا ہونا چاہیئے۔ اور اس قسم کا دوست سچ کلبی حکیم کہیں سے ہاتھ نہیں لگ سکتا۔ اسے شادی کا بھی خیال نہیں کرنا چاہیئے۔ شادی اور لوگوں کے واسطے تو مستحسن ہے۔ مگر اس کے ساتھ اور بیسیوں بکھیڑے ہیں جن کی وجہ سے خدا کی خدمت گزاری کی زندگی محال ہو جاتی ہے۔

کلبی حکیم کو حکومت کے جھمیلوں سے بھی کوئی سروکار نہیں ہونا چاہیئے۔ کیونکہ اس کا ملک دنیا اور اس کی قوم تمام بنی نوع انسان ہیں۔

جسم میں اسے قوی ہیکل۔ زور آور۔ توانا و تندرست ہونا چاہیئے۔ اور اپنے افلاس کے باوجود بھی صاف ستھرا اور وجیہہ و شکیل ہو۔ اسے خوب ذہین۔ سمجھ والا۔ اور حاضر جواب ہونا لازم ہے۔ اس کا ضمیر سورج کی طرح صاف ہو۔ اسے صاف ہو کر سونا چاہیئے۔ اور اسی پاکیزگی کے ساتھ اٹھنا چاہیئے۔ چاہے کوئی عزت اتارے۔ چاہے گالیاں بکے۔ چاہے کوئی پتھر۔ کنکر اور ٹھیکریاں پھینکے چاہے کوئی کچھ کہے۔ اسے کچھ پروا نہ ہو۔ کلبی ہونے کے یہ معنی ہیں۔ خوب سوچو آیا تم خدا کے فضل سے اس کے اصول کے مطابق چل سکتے ہو۔ یا نہیں"۔

ہم نے صرف اس حصۂ کتاب کی اعلیٰ تعلیمات کا خاکہ بیان کیا ہے لیکن اس کی پاکیزگی اخلاق اور فصاحت بیان کا حظ اٹھانے کے لئے اسے خوب

پڑھنا چاہیئے۔ جو پاک اور لطیف خیالات سے لبریز ہے +

ایک ٹیٹس مسیحی نہ تھا۔ اس نے اپنی کتابوں میں عیسائیوں کا ذکر صرف ایک مرتبہ ایک معاملہ میں کیا ہے۔ اور وہاں انہیں طنزاً "گلیلی آدمی" پکارا ہے۔ جو دہشت خیز حالتوں میں بے حسی سے کام لیتے ہیں اور دنیاوی جاہ و حشمت پر لات مارتے ہیں۔ اور ان کے اس خاصہ کو وہ "محض عادت" کہکر پکارتا ہے + مگر اصل یہ ہے۔ کہ ان خدا نا آشنا فلاسفروں کی خوش نصیبی نہ تھی۔ کہ وہ مسیحی مذہب کی حقیقت اور ماہیت سے واقف ہوں + وہ اس نئے مذہب کی بابت یہ سمجھا کرتے تھے۔ کہ عیسائی لوگ فلاسفرانہ اصول تعلیم پر بلا تربیت اور تلقین عمل پیرا ہونا چاہتے ہیں + وہ مسیحی لوگوں پر شک کی نگاہ ڈالا کرتے تھے۔ اور ان کے ساتھ بے انصافی کا برتاؤ روا رکھتے تھے۔ باوجود اس کے بھی مسیحی مذہب ہی میں انہیں وہ نصب العین مل سکتا تھا۔ جو ان کے اعلےٰ ترین تصورات سے بھی بڑھ کر ہے + یہ منتہائے کمال ایسا نہ تھا۔ کہ اس پر انسان عمل نہ کرسکتا۔ بلکہ قابلِ عمل تھا۔ اور اعلےٰ ترین اختیار والے بزرگ کی پروانگی حاصل کرچکا تھا۔ اور دُکھ مصیبت جھیلنے کی انسان کو طاقت دینے والا تھا۔ اس کے وسیلہ سے راحتِ قلبی اور سچی خوشی میسّر آسکتی تھی۔ اس سے قواء روحانیہ شریف اور عالی بنتی تھیں۔ موجودہ آزمائشوں کی برداشت کرنے کا یارہ اور سہارا اس وعدہ سے ملتا تھا۔ کہ یہ گذشتنی ہیں۔ اور شان و جلال اور حقیقی راحت کی زندگی کا مقدمہ ہیں +

مارکس اورلیاس

پہلی فصل

ایک شہنشاہ کی تعلیم و تربیت

یہ بہت اچھا ہے۔ کہ رومی بت پرست دنیا کے شریف ترین شہنشاہ کے

سوانحی حالات عالی ترین غلام (اپکٹیٹس) کے حالات کے بعد لکھے جائیں۔ ان کی اخلاقی پاکیزگی اور کیرکٹر کی رفعت بگڑی ہوئی قوم کے عالم اخلاق میں چاند کی طرح دوچند آب وتاب کے ساتھ چمکتی ہے۔ اپکٹیٹس نے عملاً ظاہر کر دیا کہ ادنےٰ اور ذلیل غلام بھی پاکیزگی اور راستی کی اعلےٰ زندگی بسر کرنے کے قابل ہے۔ اور شہنشاہ آورلیاس نے اپنے نمونہ سے یہ ظاہر کر دیا۔ کہ ایک ذوالاقتدار فرمان روا بھی خودپسندی۔ اور غرور سے پاک اور حلم کی زندگی گزارنے کے اہل ہوسکتا ہے۔ ایک تو جہالت۔ افلاس اور دنیا کی مصیبتوں کے درمیان پیدا ہوا۔ اور ان کے درمیان پرورش شباب کو پہنچا۔ اور بتا دیا۔ کہ غیرفانی شہرت اور اعلےٰ راحت قلبی کس طرح حاصل ہوسکتی ہے۔ اور دوسرا صاحب تاج تھا۔ بڑے آدمی کے گھر میں پیدا ہوا تھا۔ شان وشوکت کے درمیان رہا۔ اور پلا۔ فرمانرواؤں کا پیارا۔ اپنے زمانہ کا سب سے بڑا فاتح۔ سب سے بڑا فلاسفر۔ اور سب سے بڑا اور اچھا حکمران تھا۔ مگر طبیعت کا نیک تھا۔ اس نے یہ ثابت کر دیا۔ کہ ایسی حالت میں نیکی۔ پاکیزگی اور خداترسی کی زندگی بسر کرنا ممکن ہے۔ عجیب بات ہے۔ کہ شہنشاہ بہت حلیم۔ بُردبار۔ اور دُنیاداری سے نفرت کرنے والا تھا۔ اس کی ذات میں اسٹوئک فلاسفروں کی رعونت نہ تھی۔ اور وہ ناقابل العمل اصول کی تلقین نہ کرتا تھا۔ جو انسان کے دل کو بہت متاثر کرتا ہے۔ موسیو مارنہ کہتا ہے۔ "ایسا معلوم ہوتا ہے۔ مارکس اورلیاس میں بت پرست دنیا کا فلسفہ اپنی رعونت سے محروم ہوگیا اور روسی مسیحی مذہب کے قریب قریب پہنچ گیا۔ جسے وہ نگاہِ نفرت سے دیکھتا اور ہیچ پوچ سمجھتا تھا۔ اور خدائے نامعلوم کو فی الفور قبول کرنے کو تیار ہو جاتا ہے۔" اس کے خیالات سے ظاہر ہے۔ کہ وہ خدا کے احکام کو جو اس سے پیشتر معلوم نہ تھے کس صداقت اور نرم دلی سے پورا کرتا تھا۔ وہ کیسا بے نفس۔ اور نخوت وتکبر سے پاک صاف تھا۔ گو اُسے اُس محبت کا مفہوم حقیقی اور وسعت معلوم نہیں ہوئی۔ جو مسیحی مذہب کے وسیلہ سے حاصل اور ظاہر ہوتی ہے۔ تو بھی اس کے ایک حصہ سے وہ واقف ہوگیا۔ اور اس سے تسلی اور اطمینان حاصل کر لیا۔ اس کی کتاب جو

بہت پرانے زمانہ کے فلسفہ میں عجیب و غریب ہے۔ پڑھ کر پسکال (فرانسیسی فلاسفر) یاد آتا ہے"+

اور لیاس کی تعلیمات کا بڑے بڑے آدمیوں کے دلوں پر بہت عجیب اثر ہوتا رہا ہے+ ماں آنسکو لکھتا ہے۔ "ذرا سی دیر کے لئے مسیحی اصولِ تعلیم کو بالائے طاق دھر دو۔ اور پھر تمام دنیا چھان مارو۔ اور تمہیں انٹونائن کے اصولِ تعلیم سے بڑھ کر اچھی تعلیمات نہیں ملینگی+ اس شہنشاہ کی نسبت بات چیت کرنے میں ایک خاص قسم کی خوشی حاصل ہوتی ہے۔ اس کے سوانحی حالات پڑھ کر دل پر پاک اثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ اس کے پڑھنے سے دل پر یہ اثر ہوتا ہے۔ کہ ہم اپنے کو بہتر انسان خیال کرنے لگتے ہیں۔ کیونکہ وہ ہمارے دل میں بنی آدم کی بابت اچھے خیالات پیدا کرتا ہے"۔ جرمنی کا مشہور مورخ نی بور کہتا ہے "مارکس آورلیاس کا ذکر کرنے سے جو خوشی حاصل ہوتی ہے۔ وہ کسی اور تاریخی آدمی کے تذکرہ اور چرچے سے نہیں ہو سکتی۔ اگر اعلیٰ انسانی پاکیزگی ہے۔ تو اسی کی ذات میں ہے وہ درحقیقت اپنے زمانہ کا شریف ترین انسان تھا۔ وہ حلیم الطبع۔ رحمدل۔ خدا ترس اور ضمیر پرست تھا۔ ایسا آدمی اور کہیں نہیں مل سکتا+ اس کے ہم تن مجسم بے شمار ہیں۔ اُس زمانہ کا ہر رومی اس کی مورتی کو اپنے گھر میں رکھنے کا آرزومند تھا۔ اگر کسی کے چہرہ پر نیکی اور راستی ظاہر ہے۔ تو وہ اورلیاس کے بشرہ سے عیاں ہوتی ہے"+

مارکس آورلیاس ۲۶۔ اپریل ۱۲۱ء کو پیدا ہوا تھا+ اس کا باپ انیوس ویرس صوبہ دار تھا۔ وہ ایک مشہور گھرانے سے تھا۔ جس کا حسب نسب روم کے دوسرے بادشاہ نومہ سے ملتا تھا۔ اس کی ماں ڈومیشیا کلوِلہ بھی ایک عالی نژاد فصل کی بیٹی تھی۔ ماں باپ کا چال چلن ان کی شان اعلےٰ کے مطابق تھا+ مارکس بہت چھوٹا تھا۔ جب اس کے باپ کا انتقال ہوگیا۔ اس واسطے اس کی بابت اسے بہت تھوڑا معلوم ہے۔ مگر تو بھی "اپنے خیالات" میں اس نے اپنے والدین کا ذکر کیا ہے۔ وہ کہتا ہے۔ "دادا سے میں نے اخلاقی تعلیم پائی۔ اور مزاج پر قابو رکھنا سیکھا۔ باپ کی شہرت اور نیک نامی سے انکسار اور مردانگی اور جوانمردی

[illegible] اوصاف پسندیدہ حاصل کئے۔ ان سے زہد۔ خدا ترسی۔ اور فیاضی کا نمونہ لیا۔ اور نہ صرف بُرے کاموں سے۔ بلکہ بُرے خیالوں سے احتراز کرنا سیکھا۔ اور سادگی بھی اسی سے حاصل کی۔ جو دولت مندوں کی عادتوں سے کوسوں دور ہے +

اورکیاس کا بچپن اور لڑکپن شہنشاہ ہیڈریان کے عہد حکومت میں گزرا وہ زمانہ سابق کے قیاصرہ کی حکومتوں سے بہتر تھا۔ نیرو کی خودکشی۔ گلبہ اور آتھو کی مختصر حکومتوں کے بعد رومی دنیا کو وس پے شین۔ اور ٹائٹس کے زمانوں میں نسبتاً آرام اور خوشحالی حاصل ہوئی۔ ڈومشین کی سلطنت کیاس اور نیرو کے عہد حکومتوں سے قدرے بہتر رہی۔ نیرو نے اپنی خودکشی سے پیشتر خواب میں دیکھا۔ کہ اس کی گردن میں سے ایک اور سنہری گردن نکلی۔ جس کی تعبیر یہ ہوئی۔ کہ حکمرانوں کا ایک بہتر طریق ممکن ہونے والا ہے۔ یہ خواب درست ہوا۔ نروا ٹراجن۔ ہیڈریان کے چاہے جتنے عیب ہوں۔ مگر وہ سمجھ والے۔ اور رحمدل حکمران تھے۔ پیاس اور اورلیاس نہایت ہی شریف اور رحمدل حکمران تھے۔ جو کبھی اس دنیا میں پیدا ہوئے +

ہیڈریان گو قابل۔ مستعد۔ اور بہت اچھا حکمران تھا۔ مگر اس کی طبیعت میں بعض بُرے عیب بھی تھے۔ اس کی تعریف میں یہ بھی کہا جائیگا۔ کہ اس نے مارکس کو چھ سال کی عمر میں پہچان لیا۔ کہ اس کے اندر عجیب و غریب خوبیاں ہیں۔ جو جوانی میں پوری آب و تاب کے ساتھ ظاہر ہوئیں۔ نی بور مورخ لکھتا ہے۔ "ہیڈریان اپنی گناہ آلودہ اور پرعیب عادتوں سے آزاد ہو گیا۔ جب اس نے اس معصوم بچہ کو دیکھا" +

اختتام حکومت پر ہیڈریان بہت سن رسیدہ اور دایم المریض ہو گیا تھا۔ بے اولاد ہونے کی وجہ سے ایک وجیہہ آدمی کو اپنا متبنّیٰ بنا لیا۔ مگر مرتے وقت اپنے امرا اور رؤسا کے سامنے اریوس کو اپنا جانشین مقرر کیا۔ جو تاریخ میں پیاس کے نام سے مشہور ہے۔ اگر مارکس بالغ ہوتا۔ تو ہیڈریان اسی کے سپرد تخت کرتا۔ پیاس کی عمر باون سال کی تھی۔ اور اس سے یہ عہد لیا گیا تھا۔ کہ وہ

مارکس کو اپنا متبنٰی اور جانشین مقرر کرے۔اس طرح سترہ سال کی عمر میں وہ رومی دنیا کا شہنشاہ نامزد ہو گیا +

اس کی کتابوں سے یہ ظاہر ہوتا ہے۔کہ اس نے کس قسم کی تعلیم پائی تھی۔ اور کن باتوں کا اس کی طبیعت پر سب سے زیادہ اثر پڑا تھا۔جن کی بدولت وہ اس جلیل القدر مرتبہ کے نازک فرائض انجام دینے کے قابل ہوا تھا +

اس نے اپنے دادا کے ہاں پرورش پائی تھی۔جو تین بار قنصل کے عہدہ پر ممتاز رہ چکا تھا+ مارکس اپنے کو خوش نصیب اور دیوتاؤں کا شکرگزار سمجھتا تھا کہ اسے کسی سرکاری اسکول میں پڑھنے کو نہیں بھیجا گیا۔کیونکہ وہاں اسے اُن برائیوں سے متأثر ہونے کا اندیشہ تھا۔جن میں روم کے نوجوان مبتلا تھے+ وہ اپنے پڑدادا کا بہت شکر ادا کرتا ہے۔جس نے اُسے اچھے اچھے اُستاد بہم پہنچا دیئے۔جو تعلیم مارکس کو ملی۔اس میں کسی قسم کے حسد۔اور تنگ ظرفی وغیرہ کو دخل نہیں۔اور نہ ہی اسے غیر مفید تعلیم دیگئی+ وہ مکے بازی کشتی کرنے اور دوڑنے کا بہت شائق تھا۔وہ گیند کی کھیل کا بھی کھلاڑی تھا۔اور سؤر کے شکار کا خاص شوق رکھتا تھا۔اس طرح اس کی اخلاقی فطرت پر ہر قسم کے نیک اور پاک اثر پڑتے رہے+ اس کی تعلیم و تربیت میں تین باتیں خصوصیت سے تھیں۔اوّل محنت و مشقت۔دوم۔شکرگزاری۔سوم جفاکشی۔جس کا ذوق اغیار دلایا کرتے تھے۔اور ان پر وہ دلی تمنا سے عمل پیرا ہوا کرتا تھا +

اورلیاس واقعی بڑا محنت کش آدمی تھا۔وہ اپنے وقت کا ایک لمحہ بھی ضائع نہیں کرتا تھا۔اپنی کتاب موسومہ میڈی ٹیشنس میں وہ بتکرار اس بات پر زور دیتا ہے۔کہ وقت ایک نہایت بیش قیمت اور بے بہا شے ہے۔اور اُس کی یہ تمنا کہ مشاغل علمی میں مصروف ہونے کے لئے اس کو زیادہ فرصت ملے اس کے خیالات میں جابجا جلوہ نما ہے۔ہر علم کے حاصل کرنے میں اُس نے بڑے استقلال اور ثابت قدمی سے کام لیا۔البتہ علم زبان کے متعلق اُس نے قصداً کوتاہی اختیار کی۔مگر فلسفہ کے مطالعہ کرنے اور فن محاربہ میں عمدہ دسترس پیدا کرنے۔اور کاروبار

کو بخوبی انجام دینے کی لیاقت بہم پہنچانے اور روم کے علم قوانین میں مہارت پیدا کرنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا۔ وہ ہر کتاب کی تہ تک پہنچنے کی کوشش کیا کرتا تھا۔ چنانچہ اپنے اتالیق رسٹیکس کا شکریہ ادا کرتے ہوئے بتاتا ہے کہ جب میں اس کے زیر سایہ عقیل علم میں مصروف تھا تو کتاب کے سطحی مطلب سے مطمئن نہیں ہوتا تھا بلکہ گوہر معانی کو ہاتھ میں لانے کی سعی کیا کرتا تھا۔ واقعی اس کی محنت کشی اور پرہیزگاری اس درجہ تک پہنچ گئی تھی کہ اُس سے اُس کی صحت کو بھی نقصان اٹھانا پڑا +

(۲) اس کی شکرگزاری۔ کتاب مذکورۂ بالا کے شروع ہی میں وہ اپنے تمام اُستادوں کو کمال شکرگزاری سے یاد کرتا ہے۔ ادنٰے سے ادنٰے اُستاد کو بھی نظرانداز نہیں کرتا اس کے نزدیک اُن میں سے ہر ایک گویا ایک چشمۂ فیض تھا۔ جس سے کوئی نہ کوئی اچھی بات سیکھی جا سکتی تھی۔ اور جو کچھ وہ سکھا سکتے تھے۔ اس ہونہار سعادت مند شاگرد نے اُن سے سیکھ لیا تھا۔ وہ اپنے اُستادوں کی بڑی تعظیم کیا کرتا تھا اور اُس کی بے ریا شکرگذاری اس بات سے ظاہر ہوتی ہے کہ اُس نے اُن میں سے ہر ایک کو بڑے بڑے مدارج و مراتب تک پہنچایا ایک جگہ وہ دیوتاؤں کا اس لئے شکریہ ادا کرتا ہے "کہ اُس نے بہت جلد اُن لوگوں کو جنہوں نے اُس کی پرورش کی تھی اُن اعلٰے سے اعلٰے مناصب پر مامور کر دیا جن کی تمنا وہ رکھتے تھے۔ اور اُن کو یہ کہہ کر نہ ٹالا کہ آپ ابھی جوان ہیں تھوڑی دیر تک اور صبر کیجئے۔ کچھ عرصہ کے بعد آپ کی تمناء دلی پوری ہو جائیگی" اگرچہ وہ خود ان لوگوں پر اخلاقی اور عقلی خوبیوں کے اعتبار سے سبقت لے گیا تھا۔ تاہم وہ اپنے اعلٰے مرتبے اور نیک سیرت کا کچھ خیال نہیں کرتا تھا اس نے اُن سے ہمیشہ دوستانہ رابطہ قائم رکھا۔ وہ آخری دم تک اُن سے بڑے تپاک اور ادب سے پیش آتا رہا۔ اس نے اُن کی تصویروں کو اپنے خانگی دیوتاؤں کی تصویروں کے درمیان جگہ دی۔ وہ ان کے مقبروں پر بڑے شوق سے پھول اور قربانیاں چڑھایا کرتا تھا +

۲-اس کی جفاکشی اور خود انکاری شاید ان دونوں باتوں سے جنکا ذکر اوپر ہو چکا ہے بدرجہا بڑھ کر تھی- اس زمانہ کے لڑکوں اور نوجوانوں کو جو تیسرے درجہ میں سفر کرنے کو کسرشان تصور کرتے ہیں- اور فیشن کے مطابق سجکر نکلنے اور کوٹ کے کاجوں میں پھول لگانے کو اپنی زیبایش کا باعث سمجھتے ہیں- جو اپنا روپیہ لیمونیڈ اور برف پر خرچ کر دیتے ہیں- ہاں اس قسم کے نوجوانوں کو غور کرنا چاہیئے کہ اس رومی نوجوان کی خود انکاری ان کی فضول خرچی سے کس قدر زیادہ پسندیدہ اور تعریف کے لائق تھی- کہ اس نے شروع ہی سے شکم پوری اور شکم پروری سے کنارہ کشی اختیار کی حالانکہ شان وشوکت اور عیش وعشرت کے تمام اسباب اس کے پاس مہیا تھے- وہ ابھی چھوٹا سا لڑکا ہی تھا کہ اس نے ان لوگوں کی رفاقت اختیار کی جو نہ صرف عیاشی کو ترک کرنے اور محنت کو افضل جاننے کو اپنا فرض سمجھتے تھے- بلکہ ان خوبیوں کو حقیقی خوشی کا منبع قرار دیتے ہیں- شروع ہی سے اُس نے مشقت کی برداشت کرنا اور اپنی ضروریات کو گھٹانا اور اپنے ہاتھ سے کام کرنا سیکھ لیا تھا- جب اس کی ملاقات ڈیاگنیٹس سے ہوئی اسوقت اس کی عمر گیارہ سال سے زیادہ نہ تھی- ڈیاگنیٹس نے سٹوئک فلاسفی کے پڑھنے کا شوق اس کے دل میں پیدا کیا- اور اپنی عمر کے بارھویں سال میں اورلیاس نے سٹوئک لباس کو زیب تن کیا یعنی اس فلسفہ کی طفیل سے اُس نے لکڑی کے تختہ کو اپنا پلنگ اور مرگ چھالا کو اپنا بچھونا بنایا اور اسی طرح دیگر چیزوں کو جو یونانی فقیرانہ دستور سے مطابقت رکھتی تھیں عشرت کے سامان پر ترجیح دی +

کہتے ہیں کہ اس نے جانوروں کی کھال پر سونا محض اپنی ماں کی منتوں کے سبب سے اختیار کیا تھا- ورنہ وہ خود خالی تختہ یا زمین پر سونے کو زیادہ پسند کرتا تھا- اور طرفہ یہ ہے کہ باوجود اس قدر خود انکاری کے وہ کمال درجہ کا حلیم تھا- کبھی اپنی خود انکاری پر ناز نہیں کرتا تھا اور کبھی اپنی خاکساری کو دکھانا نہیں چاہتا تھا- اس کے بشرہ سے ہمیشہ بشاشت ٹپکتی تھی- اور اس کے چہرے کے خط وخال جن میں ایک طرف تو جلالی عظمت اور روحانی غور کا

کے آثار نمایاں تھے اور دوسری طرف قابلِ تعظیم لڑکپن کا حُسن وجمال جلوہ گری کر رہا تھا کبھی بدمزاجی اور اُداسی کے بادلوں سے تاریک نہیں ہونے پاتے تھے ؛

مرقس اورلیاس کے محافظوں نے اپنے زمانے کے نام نامدار فاضلوں اور ادیبوں کو اس کی تعلیم وتربیت کے لئے جمع کر دیا تھا۔شاید کسی اور شہزادے کو ایسے جلیل القدر اتالیق نصیب نہیں ہوئے اور نہ کبھی کسی اُستاد کو اورلیاس سے زیادہ شکرگزار۔ زیادہ حلیم اور زیادہ بے داغ شاگرد نصیب ہوا ہوگا جس میں حقیقی شاہانہ طبع اور فغفورانہ جلالت درجۂ غایت تک اپنی جھلک دکھارہی تھی سلسلۂ تعلیم کے ختم ہونے سے کئی سال بعد اور ایک جنگ کے موقعہ پر اُس نے ایک رسالہ تصنیف کیا جس میں یہ دکھایا ہے کہ وہ کن کن باتوں میں اپنے اُستادوں اور اتالیقوں کا رہین منت تھا۔ اس رسالہ کو اس کی بڑی کتاب میڈی ٹیشنس کا پہلا حصہ کہنا چاہیئے۔اس رسالہ کا ایک ایک صفحہ اس کی سادگی اور سچی فروتنی کا شاہد ہے ؛

اُس کی میڈی ٹیشنس کو اُس کا پوشیدہ روزنامچہ (ڈائری) سمجھنا چاہیئے اس غور وفکر کے مجموعہ کو جب ہم دیکھتے ہیں تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا وہ اپنے دل سے باتیں کر رہا ہے اور اپنے ضمیر کے امتحان میں لگا ہوا ہے کیونکہ اُس نے اپنے خیالات کو اس کتاب میں ہرگز ہرگز اس لئے جمع نہیں کیا تھا کہ اور لوگ اُنپر نظر ڈالیں۔ وہ اغیار کے لئے نہ تھے۔ اُس نے اس کتاب کے تیار کرنے میں اُسی اصول پر عمل کیا جس پر مقدس آگسٹن نے عمل کیا تھا اور جو آگسٹن کے ان الفاظ میں قلمبند ہے۔ ”تو اپنے ضمیر کی مسندِ عدالت کے سامنے جا۔ اور اپنے آپ کو اپنے سامنے (انصاف کے لئے) کھڑا کر“۔ ہاں اورلیاس ”ہمیشہ اپنے ساتھ عدالت کا دربار لئے پھرتا تھا۔ وہ آپ ہی جج اور جوری تھا اور آپ ہی اس دربار میں (سزا یافتہ) قیدی تھا“۔ اس کتاب کے حصہ کو اُس نے اُس وقت تیار کیا۔ جب کہ وہ ایک لڑائی میں جسے دل وجان سے بُرا سمجھتا تھا مصروف تھا۔ گو

اس وقت اس کی توجہ اور باتوں پر لگی ہوئی تھی۔ تو بھی وہ اپنے خیالات کو اُن
باتوں سے جو روزمرہ اس کی جان کا وبال بنکر اس کو دُکھ دے رہی تھیں۔ ہٹا کر
صفاتِ حمیدہ پر غور کیا کرتا تھا۔ جو اُس نے اپنے اُستادوں میں دیکھی تھیں۔ یا اُن
نصیحتوں پر دھیان لگاتا تھا جو اُن لوگوں سے حاصل کی تھیں جو زمانِ طفولیت
میں اُس کے اتالیق اور اب جوانی میں اُس کے دربار کے رتن تھے +

اگر پوچھا جائے کہ اُس نے کیا سیکھا یعنی کن باتوں کو سراہنا اور کن باتوں
کو عمل میں لانا سیکھا؟ تو اس کا جواب اُس کی کتاب کے پہلے رسالہ سے ملیگا۔
جو کچھ اُس نے اپنے ماں باپ سے براہِ راست پایا تھا اسکو ہم اوپر ہدیہ ناظرین
کرچکے ہیں۔ اب ہم اُن باتوں کا ذکر کرینگے جو اُسنے اوروں سے حاصل کی تھیں +

اپنے "منتظم" سے (معلوم نہیں کہ وہ یہ خطاب اپنے اُستادوں میں سے
کس کو دیتا ہے) اُس نے یہ سیکھا کہ دوڑوں کے وقت پھوٹ اور جدائی سے
اجتناب اور ہمیشہ بدگوئی کے سُننے سے پرہیز کرنا چاہیئے۔ اور اپنے کام کا بڑی
محنت اور سرگرمی سے انجام دینا چاہیئے۔ ڈایاگنیٹس سے یہ سیکھا کہ بے بنیاد بیہودہ
اعتقادیوں سے احتراز کرنا واجب ہے۔ اور خود انکاری کے اصول کو عمل میں
لانا سب سے اچھا کام ہے۔ اپالونیئس سے یہ سبق حاصل کیا کہ اپنے مستقل
ارادے سے کبھی ہٹنا نہیں چاہیئے۔ دُکھوں کو بڑے صبر و استقلال سے سہنا
چاہیئے۔ لوگوں کی تعریفوں کو ایسے طور پر قبول کرنا چاہیئے کہ ہمت پست نہ ہونے
پائے۔ قِروِنیا کے باشندے سیکسٹس سے جو کہ مشہور پلوٹارک کا پوتا تھا۔ بھلائی
برداشت کرنے اور بے لوث سنجیدگی کو اپنا شعار اور دل کو سخاوت کا منبع بنانے
کی نصیحت حاصل کی۔ اور دوسروں کی نکتہ چینی کرتے وقت ملائمت سے کام
لینا اسکندر سے سیکھا۔ اور سیورس سے "دوسروں کا بھلا کرنے۔ محتاجوں
کو بلا تامل دینے۔ اور اچھی امیدوں سے دل کو بھرنے اور یہ یقین کرنیکی عادت
کہ میرے سارے دوست مجھے پیار کرتے ہیں حاصل کی"۔ میکسیمس سے شیریں
مزاج اور علو ہمت بننے اور ہر کام کو بے کُڑکُڑائے کرنے کا سبق حاصل کیا۔ اور

افلاطونی اسکندر سے یہ نصیحت حاصل کی کہ نہ کبھی زبان سے اور نہ کبھی لکھتے وقت یہ کہنا چاہیئے۔ کہ مجھے فرصت نہیں۔ اور نہ عام فرایض کی انجام دہی کے قصور کی معذرت اِس بنا پر کرنی چاہیئے کہ میں فلاں فلاں فرض کو اس لئے ادا نہیں کرسکا کہ میں ایک بڑے ضروری کام میں مصروف تھا +

وہ دو ایک اور اشخاص کا بھی مرہونِ منت نظر آتا ہے۔ اور جس طرح اُنکی شکرگزاری اَدا کرتا ہے وہ طریق بھی قابلِ غور ہے۔ مثلاً رسٹیکس سے جو ایک نہایت نیکذات اور لائق شخص تھا اور جس کے پند و مواعظ کی وہ ہمیشہ بڑی قدر کیا کرتا تھا۔ اُس نے سوفسٹری یعنی ناقص حکمت اور غلط فلسفہ سے پرہیز کرنا اور اپنی لیاقت دکھانے کی عادت کو بُرا جاننا سیکھا۔ سادہ تحریر کی خوبیوں کو محسوس کرنے اور دِل کو کدورت کے زنگ سے صاف رکھنے۔ اور ہر ایک کام کو صفائی اور درستی سے انجام دینے کی خو حاصل کی۔ مگر سب سے مفید بات جو اس سے حاصل کی وہ یہ تھی کہ ایک سٹیٹس کے اقوال سے پوری پُوری واقفیت پیدا کرے۔ اور اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس شخص کے خیالات کے رنگ نے اُس کی تمام زندگی کو رنگین کر دیا۔ دوسرا شخص جس کا وہ بہت ہی شکرگزار تھا وہ رُوشنضمیر انٹونینس پائس تھا۔ جس کے سایہ عاطفت میں اُس نے پرورش پائی تھی۔ یہی وہ شخص تھا جس نے اُس کو ایک لیپالک بیٹے کی طرح پالا تھا۔ اور جس سے اُس نے بہت ہی مفید اور کارآمد باتیں سیکھی تھیں۔ چنانچہ اِس عالیجاہ بادشاہ کا نمونہ اُس کے لئے ایک مستقل مزاج اور اپنے آپ کو قابو میں رکھنے والے مدبر بادشاہ کا نمونہ تھا۔ اس سے اُس نے خودنمائی کو معیوب جاننا۔ اور وفاداری اور خلق کو پسند کرنا اور ہر حالت میں مزاج کو اعتدال پر رکھنا سیکھا۔ پائس ایک ایسا شخص تھا جو تملق آمیز باتوں کو پسند نہیں کرتا تھا اور کمینہ پن کو بہت ہی بُرا سمجھتا تھا۔ وہ داناؤں کی تعظیم اور لائق اشخاص کی قدر کیا کرتا تھا۔ چھوٹی چھوٹی کمینی باتوں کی طرف ذرا متوجہ نہیں ہوتا تھا۔ وہ اپنے منصبی فرایض کو سرگرمی سے انجام دیتے ہوئے کبھی نہیں تھکتا تھا۔ غرضیکہ وہ ”ایک ایسی طبیعت رکھتا تھا جس پر کوئی شے غالب نہیں آسکتی

تھی۔ وہ سقراط کی طرح اشیاء سے پرہیز کرنا اور ان سے حظ اُٹھانا بخوبی جانتا تھا۔ وہ اُن لوگوں کی طرح نہ تھا جو پرہیز کرنا نہیں جانتے بلکہ ہر چیز کے استعمال میں حدِ اعتدال سے تجاوز کر جاتے ہیں۔ ایک اور جگہ وہ پائس کی خوبیوں کی پوری تصویر کھینچکر دیندار ی، سنجیدگی۔ خلق۔ شانتی۔ سادگی۔ صبر اور شہرت کے خیال سے مستغنی ہونے کی خوبی کو اُس سے منسوب کرتا ہے۔ اور آخر میں یہ الفاظ تحریر کرتا ہے۔ "تو اِن ساری باتوں کو عمل میں لا۔ تاکہ تجھے بھی مرتے وقت ایسا ہی دلی آرام حاصل ہو۔ جیسا کہ اُس کو (پائس کو) حاصل ہوا" ان تمام باتوں نے اوریلیس پر بڑا اثر پیدا کیا +

پھر وہ اپنی شکر گزاری کے خیالات کے آخر میں ان باتوں کو رقم کرتا ہے جن کے لئے وہ اپنے دیوتاؤں کا شکر گزار تھا۔ وہ کیا باتیں تھیں ؟ کیا وہ اس لئے شکر گزار تھا کہ دیوتاؤں نے اُسے دولت اور ثروت اور شرافت اور شاہی مقدرت سے مالا مال کر دیا تھا ؟ نہیں۔ وہ اس قسم کی ادنےٰ اور گزشتنی چیزوں کے لئے شکر گزار نہ تھا۔ بلکہ اس لئے کہ فلسفہ کی تحصیل کے وقت وہ نورِ ہدایت سے منور کیا گیا۔ اور کہ گناہ کے پنجہ میں گرفتار ہونے سے فضل کی قدرت نے اسے بچایا۔ انہیں باتوں میں اُس کا حقیقی عجز اور شرمیلا پن ظاہر ہوتا ہے۔ پادری جان برڈ فورڈ جب کبھی کسی خونی کو مقتل کی طرف جاتے دیکھا کرتے تھے۔ تو کہا کہتے تھے۔ کہ اگر خدا کا فضل میرے شاملِ حال نہ ہوتا تو میرا بھی یہی حال ہوتا۔ اسی طرح اوریلیس پہلے دیوتاؤں کا شکریہ اُن مہربانیوں کے لئے ادا کرتا ہے جو اُس نے اپنے خاندان اور رشتہ داروں کی طرف سے تجربہ کی تھیں۔ اور پھر یہ اضافہ کرتا ہے۔ "یہ بھی دیوتاؤں کی توفیق سے ہوا کہ میں نے اُن میں سے کسی کو خفا نہیں کیا۔ اگرچہ میرا مزاج اِس قسم کا ہے کہ اگر موقعہ ہوتا۔ تو میں ضرور ایسی خرابی میں مبتلا ہو جاتا۔ مگر یہ اُنہی کی طفیل سے ہوا کہ کبھی ایسے واقعات ہی سرزد نہ ہوئے جو مجھے اِس قسم کی آزمایش میں گرا دیتے۔ علاوہ بریں میں نے ایسے حاکم اعلیٰ باپ کی زیرِ نظر تربیت پائی جس نے ہر طرح کے کبر اور غرور کو میرے دل

سے دور رکھا اور مجھ پر نقش کر دیا کہ مصاحبوں کی سنگت اور لباس فاخرہ کی تجمل اور شعلوں کی روشنی اور مرمر کے بتوں کی شوکت کے بغیر بادشاہی محل میں زندگی بسر کرنا ممکن ہے۔ کہ شاہانہ مکانوں میں رہکر ایک عام آدمی کی طرح بسر اوقات کرنا اور پھر ایسے طور پر کہ انسان نہ تو دون ہمت خیالات میں گرفتار ہو اور نہ پست حوصلہ کردار کا شکار بنے۔ ممکن ہے۔ یہ دیوتاؤں ہی کی برکت تھی کہ میں عاشقانہ جذبات کے جنگل سے سالم نکل آیا۔ اُنہی کی بدولت مجھے اپنی والدہ کی جو عالم شباب میں اِس دنیائے فانی سے کوچ کر گئیں صحبت نصیب ہوئی اور اس وقت جبکہ وہ راہیٔ مُلک بقا ہونے کو تھیں۔ اور پھر میرے لئے یہ بھی ایک جائے سپاس ہے کہ میں نے جب کسی شخص کی مَدد کرنا چاہا۔ تو مجھے کبھی کسی نے یہ نہیں کہا کہ تم میں اُس کی مَدد کرنے کی توفیق نہیں۔ اِن سب باتوں کے لئے دیوتاؤں کی مَدد اور قسمت کی یاوری کی ضرورت ہے" +

ہمارے خیال میں نہایت زیبا ہے کہ اس زمانہ کے لوگ اِس شہنشاہ کی کتاب مذکورۂ بالا کو تمام وکمال بڑی توجہ اور غور سے پڑھیں۔ کیونکہ وہ خود انکاری جو اس کے صفحوں میں چمک رہی ہے۔ وہ اس زمانہ کی روز افزوں عیاشی کی تنبیہہ کے لئے ایک طرح کا چابک ہے۔ جو فیاضی اُسکے بیان سے مترشح ہوتی ہے وہ ہماری تنگ خیالی کے لئے جو روز بروز بڑھتی جاتی ہے ایک تازیانہ ہے۔ وہ راضی برضا رہنے والا صبر و استقلال جو اس کتاب کے الفاظ سے ٹپک رہا ہے وہ ہماری لگاتار بے چینی کی شرمندگی کا باعث ہے۔ اور ان تمام باتوں سے بڑھ کر اِس کتاب میں یہ خوبی ہے کہ اس میں ایک ایسی اخلاقی عظمت اور عالی حوصلگی پائی جاتی ہے کہ اُن چھوٹی چھوٹی برائیوں اور ذرا ذرا سی کمینی باتوں کی قلعی کھول دیتی ہے۔ جن کا داغدار پردہ ہماری موجودہ رسم پرست سوشل زندگی پر پڑا ہوا ہے لیکن بالخصوص اس کتاب کو نوجوانوں کی نظر سے گذرنا چاہیئے۔ اگر جوان اس کا مطالعہ کریں تو وہ نہ صرف اُن کے لئے اچھا ہوگا۔ بلکہ ہمارے لئے بھی مفید ہوگا ہم نے دیکھا کہ اورلیاس اس وقت جبکہ افسر شاہانہ سے اُس کا چہرہ مزین ہورہا

بلکہ ہر طرح کے اخلاقی داغ سے بیزار رہا حالانکہ لوگ تاجداروں کی نکتہ چینی خواہ مخواہ اسی بات میں بھی کرتے رہتے ہیں۔ لیکن اُسکا لڑکپن کا زمانہ اور بھی غور کے لائق ہے کیونکہ اُسنے لڑکپن ہی میں اپنے اُستادوں کی خوبیوں کو محسوس کرنا سیکھ لیا تھا چنانچہ وہ انکی برداشت اور استقلال۔ اُنکی فیاضی اور خلق۔ انکی دیانت اور نیک طینتی کی قدر بچپن ہی سے کرنے لگ گیا تھا۔ جبکہ اخلاقی عفونت ایک افسوسناک حالت میں چاروں طرف پھیل رہی تھی۔ اُس وقت اُس نے اپنے ضمیر کے دامن کو ہر لوث سے پاک رکھا اور اسی طرح اپنی رُوح کو اخلاقی نجاست سے داغدار نہ ہونے دیا۔ جن الفاظ سے وہ خدا کا شکریہ بجالاتا ہے اُن سے کلام اور خیال کی نزاکت نور کی طرح چمک رہی ہے۔ چنانچہ شکریہ ادا کرتے ہوئے وہ کہتا ہے۔ کہ یہ خدا ہی کی عنایت سے ہوا کہ مَیں نے اپنے ابتدائی زندگی کے پھول کو بداخلاقی کی بادِ خزاں سے بچایا۔ اور اپنے دیہاتی مکان کے پُرامن اثروں اور فلسفہ کے مطالعے کے وسیلے اس پاکیزگی کی جو نوجوانوں کی محافظت کے لئے گویا ایک قسم کا کمربند ہے۔ قدر کرنا سیکھا۔ اور میں اُس کی عزت اور قدر تا زیست کرتا رہونگا۔ مسٹر کارلائل فرماتے ہیں۔ "یقیناً وہ دِن آرہا ہے جب یہ بات پھر عیاں ہو جائے گی کہ پاک زندگی بسر کرنے اور اپنے آپ پر قابو پانے میں کیا خوبی پائی جاتی ہے۔ کہ نوجوانوں کی پاک لال لال گالوں میں کیسا الہٰی نظارہ دکھائی دیتا ہے۔ اور کہ پاکیزگی اور خود پر قابو پانے کا فرض جو ہر فرد و بشر پر رکھا گیا ہے کیسا اعلیٰ اور مبارک اور ناگزیر فرض ہے۔ اور اگر ایسا دِن کبھی نہ آیا تو میں کہونگا کہ اور بھی بہت سی باتیں ہیں جو کبھی منوع میں نہیں آئینگی۔ بصیرت کی توسیع اور تعمق کبھی وقوع میں نہیں آئیگی۔ دل اور آنکھ کی بہادرانہ صفائی کبھی وجود میں نہیں آئیگی۔ وہ پاک شجاعت جو ہم کو اور ہمارے زمانہ کو طمع سازی سے بچائے گی کبھی وجود میں نہیں آئے گی۔ نفس پروری اور روحانی کمزوری اور فتنہ پردازیوں کا گندم نما اور جو فروش زمانہ جاری رہیگا تاوقتیکہ اُسے دوزخ کی آگ بھسم نہ کرے"۔

دوسری فصل

مرقس اورلیاس کی زندگی اور خیالات

ہیڈرین کی وفات کے بعد جو ۱۳۸ء میں واقع ہوئی۔ انٹونینس پائس تخت نشین ہوا۔ اور ہیڈرین کی وصیت کے مطابق اُس نے مرقس اورلیاس اور لُوسی اس کموڈس کو اپنا متبنیٰ بنالیا۔ سولہ برس کی عمر میں اورلیاس کی نسبت لُوسی اس کموڈس کی بہن کے ساتھ ہوگئی تھی۔ مگر شہنشاہ پائس نے اُس نسبت کو تڑواکر اُس کی منگنی اپنی بیٹی فاسٹینا سے کردی۔ لیکن شادی منگنی سے سات سال بعد یعنی ۱۴۶ء میں ہوئی +

انٹونینس پائس کا عہد سلطنت اُن خوشحال زمانوں میں سے ہے جن کے درمیان لڑائی اور جنگ نہیں ہوئے بلکہ صلح اور سلامتی کا دَور دوران رہا۔ چنانچہ اس شہنشاہ کے عہد حکومت میں اندر اور باہر ہر جگہ امن اور سلامتی کا سکہ جاری رہا۔ ہر طرح کے خراج ہر جگہ کم کردئے گئے۔ مصیبت زدوں کو آرام نصیب ہوا۔ مخبروں اور جاسوسوں کی تعداد کم ہوگئی۔ لوگوں کی جائیدادیں کہیں ضبط نہیں ہوتی تھیں۔ منصوبے اور سازشیں مُلک سے نابود ہوگئے۔ غرضیکہ اُس کے وسیع مقبوضات کے دائرہ میں لوگ ہر جگہ اُس کو پیار کرتے اور بڑی عزت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ اور اُسے بھی ایک ہی بات مدِنظر تھی اور وہ یہ کہ اُسکی رعایا کا بھلا ہو۔ اُس نے بھی اورلیاس کی طرح اس بات کو خوب جان لیا تھا کہ جن باتوں سے ایک فرد کی بھلائی ہوتی ہے۔ اُنہیں سے تمام قوم کی بہتری ہوتی ہے۔ پس اُس کی زندگی کا طرز اور مقصد یہی تھا۔ کہ وہ ایک ایسی مملکت کا نظم و نسق کرے۔ جو جنگ وجدل میں مصروف نہ ہو بلکہ ایک متحدہ جمہوری سلطنت کی صورت رکھے۔ وہ لڑائی کو پسند نہیں کرتا تھا اسی لئے اُس نے جنگی خطاب امپریٹر کی کبھی کچھ پروا نہ کی +

مرقس اورلیاس کے آیندہ تیس سال اسی دانشمند اور جلیل القدر بادشاہ کے سایہ عاطفت میں کٹے۔ یہ شہنشاہ جس طرح اپنے فرایض کے پورا کرنے میں تحسین و آفرین کے لائق تھا۔ اُسی طرح اپنے دوستوں کے ساتھ خُلق اور محبت سے پیش آنے کے سبب سے قابلِ تعریف تھا۔ اورلیاس اور پائس میں ایسی باہمی یگانگت پیدا ہوئی۔ اور وہ آپس میں ایک دوسرے کو اس طرح باپ اور بیٹا سمجھنے لگے کہ ۲۳ سال کے عرصہ میں صرف دو دفعہ اورلیاس انٹونینس کے محل سے غیر حاضر ہو کر دوسری جگہ سویا۔ وہ کبھی ایک دوسرے سے حسد نہیں کرتے تھے۔ بلکہ دونوں آپس میں ایک دوسرے کے دوست اور مشیر تھے انٹونینس اورلیاس پر جو اُس کا جانشین تھا۔ کسی طرح کا شک و شبہ نہیں کرتا تھا بلکہ اُس سے بہت ہی خوش تھا۔ یہانتک کہ اُسے قیصر کے خطاب سے ملقب کر کے ہر طرح کے اعزاز و افتخار سے سرفراز کر دیا تھا۔ ہاں حاسدانہ طبیعت والے دشمن اپنی فطرت اور چالاکی سے کبھی کبھی اُس باہمی بھروسہ اور اعتبار کو جو اِن میں پایا جاتا تھا چکنا چور کرنا چاہتے تھے۔ مگر اُن کی کوششیں فوراً خاک میں مِل جاتی تھیں۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ انٹونینس نے اورلیاس کی ماں کو اَپالو کے بُت کے سامنے سربسجود دُعا مانگتے ہوئے دیکھا۔ ایک فتنہ پرداز شخص نے جس کا نام ولیریس آمیولس تھا پاس آکر کہا۔ ”آپ جانتے ہیں کہ اورلیاس کی ماں کس بات کے لئے جوش و خروش سے دُعا مانگ رہی ہے۔ اس لئے کہ آپ اس دنیا سے کوچ کر جائیں اور اُس کا بیٹا تخت نشین ہو۔“ اگر کوئی اور پست ہمت بادشاہ ہوتا تو فوراً غیظ و غضب سے بھر جاتا اور اورلیاس کو نفرت کی نگاہ سے دیکھنا شروع کر دیتا۔ لیکن انٹونینس ایسا کم ظرف آدمی نہ تھا۔ اُس نے اس بات کی کچھ پروا نہ کی بلکہ اپنی خاموشی سے اُس کی بڑی تحقیر کی +

انٹونینس کی ہمیشہ یہی آرزو رہی۔ کہ وہ اپنے دیہاتی محل میں امن و امان کے ساتھ اپنی زندگی بسر کرے۔ یہ بادشاہ ہیڈرین کی طرح سیاحت پسند نہ تھا۔ ہیڈرین نے اپنی مملکت کے بہت سے حصہ میں سفر کیا تھا۔ مگر انٹونینس نے

اپنی ساری زندگی یا تو روم میں اور یا اپنے اُس دیہاتی محل میں صرف کی جو لوریم نامی ایک چھوٹے سے گاؤں میں واقع تھا۔ یہ گاؤں دارالخلافہ سے قریباً بارہ میل کے فاصلہ پر ساحل بحیرہ آباد تھا اسی محل میں وہ پیدا ہوا۔ اور اسی میں وہ اپنے بچپن کی یادگاروں کے درمیان جان بحق ہوا۔ اُس کے دل کی یہی خوشی تھی کہ وہ اپنے اس گھر میں اپنے شاہانہ فرایض کے بار اور بادشاہی دربار کے جاہ و جلال سے سبکدوش ہو کر چین سے اوقات بسر کرے۔ مرقس اورلیاس کہتا ہے کہ "وہ کبھی بے وقت غسل نہیں کرتا تھا۔ وہ مکانات تعمیر کرنے کا بہت شائق تھا۔ نہ اُسے اپنے کھانے کا خیال تھا۔ اور نہ اپنے لباس کا فکر کہ وہ کس کپڑے سے بنایا گیا ہے۔ اور کس رنگ کا بنایا گیا ہے۔ اور نہ ہی اسے اپنے خدام کی خوبصورتی کی نسبت کچھ تشویش تھی۔" کہتے ہیں کہ جو لباس وہ پہنا کرتا تھا وہ اُس دیہاتی درزی کا سیا ہوا ہوتا تھا جو لوریم کا رہنے والا تھا۔ وہ اپنے متبنٰے بیٹے کے فلسفانہ مذاق کو دبانے کی کوشش نہیں کرتا تھا۔ بلکہ اسکو بڑھانے کی کوشش کرتا تھا چنانچہ اُسنے اپالونس مقیمی کال سز کو اپنے پاس بُلایا کہ سطوئیقی تعلیمات میں اس کو سبق دے۔ مرقس ایک خط میں جو اُسنے فرانٹو کو لکھا تھا ان دیہاتی مشغلوں اور کھیلوں کا نقشہ کھینچتا ہے۔ جن میں وہ دونوں لوریم میں مصروف ہوا کرتے تھے۔ صید و شکار۔ ماہی گیری۔ اور کشتی گیری میں یہ دونوں شہزادے اپنے وقت کو صرف کیا کرتے تھے۔ اور بارہا فصل انگور کی دہقانی ضیافتوں اور خوشیوں میں شامل ہوا کرتے تھے۔ چنانچہ مرقس لکھتا ہے۔ "میں نے آج خالی روٹی پر گذارہ کیا ہے۔ ہم دونوں کو (درو کے وقت) بہت پسینہ آیا۔ اور دونوں بہت ہی چلائے۔ اور انگوروں کے کچھ خوشے تاک کی اُن ٹہنیوں میں جو دیواروں پر لٹکی ہوئی ہیں چھوڑ آئے ہیں۔ گھر آکر میں نے تھوڑا سا وقت پڑھنے میں صرف کیا ہے مگر اُس سے کچھ بہت فائدہ نہیں اُٹھایا اور اپنی ماں سے جو کوچ پر لیٹی ہوئی ہیں۔ بہت دیر تک بات چیت بھی کی ہے" کون جانتا ہے کہ کس قدر اورلیاس نے اور کس قدر دُنیا نے اس بات چیت سے فیض اُٹھایا۔ کیونکہ اورلیاس کی ماں وہ عورت تھی جس سے اُس نے بدی

سے خیال کو بھی نفرت کی نگاہ سے دیکھنا سیکھا تھا۔کوئی شخص اُس کے دل کی اُس سادگی کی تحقیر نہیں کریگا۔جس کے سبب سے وہ اپنی خوشی سے انگرستان کے فصل کاٹنے والے دیہاتیوں میں جا ملتا تھا۔ہاں اِس کام کو اگر کوئی بُرا سمجھے تو وہی سمجھے جو ایسے مذاق سے خود محروم ہو اور جو سپیو اور سیلیئس کو جو سمندر کے کنارے تفریح طبع کے لئے گھونگے چُنا کرتے تھے۔یا جو ہنری چہارم بادشاہ انگلستان کو جو اپنے لڑکوں کے ساتھ ہاتھوں اور پاؤں کے بل چلا کرتا تھا۔ حقارت کی نظر سے دیکھتا ہو +

کئی سال تک کوئی ایسا واقعہ سرزد نہ ہوا جو اور لیاس کی امن پسند زندگی میں رخنہ پردازی کرتا۔وہ ایک پُر امن اور خوش باش اور اقبال مند اور ہردلعزیز زندگی بسر کرتا تھا۔اور بڑی خوشی اور غیر حاسدانہ نگاہ سے اپنے منہ بولے باپ کی عمر کے بڑھتے ہوئے سالوں کو دیکھتا جاتا تھا۔لیکن سلسلہ ۱۶۱ء میں انٹونینس پائس جس کی عمر اس وقت پچھتر سال کی ہوگئی تھی اپنے گاؤں لوریم میں عارضہ بخار میں مبتلا ہوا۔اور جب اُس نے دیکھا کہ اب پیمانہ عمر لبریز ہوگیا ہے تو اپنے احباب اور رُوم کے رؤسا کو اپنے پاس بُلایا اور اپنے دوسرے متبنے بیٹے کی نسبت جو عموماً لوسی اُس وِیَرس کے نام سے مشہور ہے کچھ نہ کہا۔لیکن مرقس کو بڑی سنجیدگی سے ان کے سپرد کیا اور کہا کہ یہی میرا جانشین ہوگا۔اور محافظ باڈی گارڈ سے مخاطب ہوکر کہا۔"شانتی" گویا یہ ایک واچ ورڈ تھا۔کہ کوچ کا وقت نزدیک آگیا ہے اور پھر اُس کو حکم دیا کہ فارچین (سرتی. دولت) کا سنہلا بت میرے کمرے سے اُٹھا مرقس کی خواب گاہ میں نصب کردو۔یہ وہ بت تھا۔جو رومی شہنشاہوں کی خواب گاہوں میں رکھا جاتا تھا اور یہ ایک اقبالمندی کا نشان سمجھا جاتا تھا +

نئے شہنشاہ نے سب سے پہلا پبلک کام جو کیا وہ یہ تھا کہ لوسی اس ویرس کے ساتھ جو انٹونینس کا دوسرا متبنے بیٹا تھا۔بڑی فیاضی کا سلوک کیا۔شاہانہ عزت اور خطابوں کا اُس کو پورا پورا حصہ دیا۔یعنی شاہی اختیاروں کے ساتھ قیصر اور

اگسٹس کے القاب سے اُس کو ملقب کیا۔ لیکن یاد رکھنا چاہیئے کہ سلطنت کے شاہانہ نظم و نسق میں ویرس کو اپنا ہمتا بنانا مرقس کی اُس فروتنی اور حلم کا نتیجہ تھا جسے اُس کی طبیعت کا ایک خاصہ کہنا چاہیئے۔ چونکہ وہ تحصیلِ علم کا شائق تھا۔ اور جنگی معاملات کے متعلق ایسی وابستگی اور مہارت نہیں رکھتا تھا جیسی ویرس رکھتا تھا۔ اس لئے اُس نے یہ خیال کیا کہ میرا بھائی میری نسبت اچھا جنرل بنے گا پس میں جنگی امور کا انتظام اُس کے ہاتھ میں چھوڑ دونگا اور خود سِول معاملات کی انجام دہی سے مُلک کی خدمت بجالاؤں گا۔ مگر ویرس نے مرقس کے نیک اثر اور نیک صحبت سے نکلتے ہی عیاشی شروع کر دی اور ثابت کر دیا کہ وہ ایک نہایت ہی کمزور آدمی تھا۔ کہ جس طرح وہ سلامتی کے زمانہ میں کسی کام کے لائق نہ تھا اُسی طرح جنگی خدمات کے بھی ناقابل تھا کہ وہ صرف عیاشی اور ایک شرمناک نفس پروری کے سوا اور کچھ نہیں کر سکتا تھا۔ البتہ دو باتیں اُس کی تعریف میں کہی جا سکتی ہیں۔ (۱) کہ باوجود بدکرداری کے وہ ظالم نہ تھا (۲) کہ اس میں اتنی عقل تھی کہ اپنے بھائی کی اطاعت سے منحرف نہ ہو۔ بلکہ ہمیشہ شکرگزاری اور تعظیم سے جس کا وہ مستحق بھی تھا۔ پیش آئے +

مرقس کے ہاں اُس کی ملکہ فاستینا کے شکم سے کئی بچے پیدا ہوئے۔ چنانچہ اُس کے عہدِ سلطنت کے پہلے ہی سال میں توام بچے پیدا ہوئے۔ اُن میں سے ایک مر گیا اور ایک جیتا رہا جو بعد میں شہنشاہ کموڈس کے نام سے نامزد ہوا یہ بادشاہ بڑا شریر اور خراب بادشاہ تھا۔ اس کی ولادت کے بعد مصیبتوں کا طوفان تمام سلطنت پر جس میں اب تک ہر جگہ امن و امان کے آثار نظر آتے تھے اُمڈ آیا۔ گویا اس منحوس بادشاہ کی پیدائش مُلکی تباہی کی ایک پیش خبری تھی انہیں دنوں دریائے ٹائبر میں ایک ایسا سیلاب آیا کہ روم شہر میں تہلکہ مچ گیا۔ بازار اور عمارتیں برباد ہو گئیں۔ شہر کے مویشی دریا بُرد ہو گئے۔ فصلوں اور کھیتوں کا ستیاناس ہو گیا۔ اور آخر کار ایسا سخت کال پڑا کہ تمام مُلک بھوکوں مرنے لگا۔ لوگوں کے دلوں کو زلزلوں اور آتش زدگیوں اور ٹڈی وغیرہ جانوروں

کی آفتوں نے پرزہ پرزہ کر دیا تھا۔ شاہانِ وقت لوگوں کو ان آفتوں سے بچانے کے لئے جو کچھ کر سکتے تھے کرتے تھے۔ مگر یہ ہنوز دور نہیں ہونے پائی تھیں۔ کہ لڑائیوں اور لڑائیوں کی ہیبت ناک افواہوں سے لوگوں کے دِل اور بھی چور چور ہو گئے۔ اہلِ پارتھیا نے اپنے بادشاہ والوجیسز کی سرکردگی میں رومی سپاہ کو نہ صرف شکست ہی دی۔ بلکہ قریب قریب تباہ کر دیا۔ اور روم کے آرامی صوبہ کو ایک ویرانہ بنا دیا۔ اور کیٹائی کے خونخوار گروہوں نے جرمنی پر کہیں آگ برسائی اور کہیں باشندوں کو تہ تیغ کیا۔ اور اسی طرح برٹن (برطانیہ) سے بھی بغاوت اور شورش کی خبریں آنے لگیں۔ ملک پر اس وقت اس قسم کی مصیبتوں اور مشکلوں کے بادل جھوم رہے تھے۔ اور مرقس اور لیاس کے عہد حکومت کے آغاز سے لیکر اختتام تک اسی طرح جھومتے رہے +

چونکہ مذکورہ بالا تین لڑائیوں میں پارتھیوں کی لڑائی زیادہ صعب تھی۔ اس لئے ویرس اس کے فرو کرنے کے لئے بھیجا گیا۔ لیکن اگر اس کے جنرل جن میں سب سے بڑا اویدی اس۔ کیسی اس تھا۔ جانثاری سے نہ لڑتے تو رومی سلطنت کا خاتمہ ہو جاتا۔ ان جنرلوں نے سلطنت روم کے عظیم الشان نام کو بدنامی کے داغ سے بچایا۔ اور ویرس فتحمندانہ صورت میں واپس آیا۔ مگر اپنے ساتھ ایک ایسی وبا لایا۔ جس نے تمام ملک کو خاک میں ملا دیا۔ اور جب پھر جنگ و جدال کا سلسلہ شروع ہوا۔ تو ویرس خود آخر کار اسی وبا سے راہی ملکِ عدم ہوا +

گو وہ ایک بڑا نالائق آدمی تھا۔ تاہم مرقس نے اس کی تجہیز و تکفین بڑی شان و شوکت سے کی اور اُسے ہیڈرین کے عظیم الشان مقبرہ میں دفن کیا۔ بعض لوگوں نے اُس پر یہ الزام لگانے کی جرأت کی۔ کہ اس نے خود اپنے بھائی کو مروا ڈالا ہے +

ہم ان نالائق اور قابل تحقیر الزاموں کا ذکر صرف ایک سبب سے کرنے

ہیں۔ اور وہ یہ ہے۔ کہ اس نے ضرور اس قسم کے اہتماموں کی آفتیں اٹھائی ہونگی۔ اور کہ اسی سبب سے اس کی زرین کتاب میں جو اس کے تصورات سے پُر ہے۔ غم اور رنج کا وہ گہرا عنصر موجود ہے۔ جس کا بیان کرنا طاقتِ زبان سے باہر ہے۔ چنانچہ ہم اس میں یہ جملہ جو بے ربطہ سا نظر آتا ہے پاتے ہیں۔ "ایک تاریک کیرکٹر۔ ایک زنانہ کیرکٹر۔ ایک ضدی۔ حیوانی۔ طفلانہ بہیمی پُرحماقت۔ پُرریا۔ پُرعفونت۔ پُرفریب اور پُرظلم کیرکٹر" ہم نہیں جانتے کہ جب اُس نے یہ الفاظ لکھے اس وقت وہ کس کی نسبت سوچ رہا تھا شائد نیرو اُس کے خیال میں ہو۔ شائد کیلیگولا اُس کے خیال میں ہو۔ بہر حال اس میں شک نہیں کہ اس وقت وہ لوگ ضرور اس کی آنکھوں کے سامنے ہونگے جن کو اس نے دیکھا تھا۔ جن سے وہ خود واقف تھا اور جنہوں نے اُس کے دل کو رنجیدہ کر دیا تھا۔ پھر اسی طرح کی غمناک تاثیر ذیل کے مقام میں پائی جاتی ہے۔ " تو جلد۔ ہاں بہت جلد راکھ کا ڈھیر اُستخواں کا پنجر یا فقط ایک نام سا رہ جائے گا۔ یا شائد اتنا بھی نہ رہے۔ پر اگر نام سا رہا پھر تو کیا! نام تو صرف ایک آواز اور ایک خالی گونج ہے۔ اور جن چیزوں کی قدر اس دنیا میں کی جاتی ہے وہ استخوان بے مغز ہیں۔ وہ سڑی گلی اور بے مقدار چیزیں ہیں۔ اور لوگ کتوں کی طرح ایک دوسرے کو کاٹتے ہیں۔ اور بچوں کی طرح لڑتے ہیں۔ کبھی ہنستے ہیں اور کبھی ایک دم رونے لگ جاتے ہیں۔ لیکن وفاداری اور حیا اور انصاف اور سچائی اس وسیع دنیا کے پردے پرسے آسمان کو اُٹھ گئی ہیں۔ اگر کوئی جھوٹ اور ریاکاری اور عیاشی اور شیخی کی بیماری میں گرفتار ہوئے بغیر بنی آدم سے الگ ہو جائے تو یہ اس کی خوش قسمتی ہو گی۔ لیکن خیر اگر اُس وقت بھی جبکہ مذکورہ بالا اشیا کا کافی حصہ ملا۔ اگر انسان کی رُوح قفس عنصری سے پرواز کر جائے تو ضرب المثل کے مطابق اسے بھی دوسرے درجہ کا اچھا سفر کہنا چاہیئے +

" اس بدبختانہ زندگی۔ بڑبڑانے اور غیر ضروری فضول باتوں کا کافی مزا

حاصل ہو چکا ہے۔ تو کس لئے ایسا مضطرب ہے ؟ اس میں نئی بات کونسی ہے ؟ کیا بات تجھے غیر مطمئن کر رہی ہے ؟ پس اب دیوتاؤں کی طرف زیادہ سادہ اور بہتر بن" (۹ : ۴۷) یہ خیال ویسا ہی ہے جیسا داؤد کے استغفاری گیتوں میں زیادہ تر پایا جاتا ہے یعنی یہ کہ ہم لوگوں۔ ان کے کینے اور ان کے کمینہ پن سے پناہ لیکر اپنی روحوں کے لئے خدا میں آرام حاصل کر سکتے ہیں۔ داؤد کو لوگوں سے کچھ امید نہیں ان سے اسے صرف تضحیک دغابازی اور بے انصافی کی توقع ہے۔ اس کے دشمن اس سے تلخی سے پیش آتے ہیں۔ اور دوست بالکل عدم توجہی سے۔ اس سے اسے چنداں دُکھ بھی اس وقت تک نہیں پہنچتا۔ حتیٰ کہ خدا کی مہربانی کی روشنی کلیۃً طور پر اس کے ہاتھ سے جاتی رہتی ہے۔ داؤد نے کہا۔ "مجھے بھاگنے کے لئے کوئی جگہ نہ تھی۔ اور کوئی شخص میری رُوح کے لئے پروا نہ کرتا تھا۔ اے خدا میں نے تیرے سامنے گریہ زاری کی اور کہا صرف تو میری امید ہے۔ اور زندہ لوگوں کے ملک میں صرف تو ہی میرا ورثہ ہے۔" "مجھے اپنی حضوری سے پرے نہ پھینک اور رُوح القدس کو مجھ سے واپس نہ لے ۔"

اپنے گِرد و نواح کے قابل نفرت لوگوں کی اصلاح کی کوشش کو مایوس ہو کر چھوڑ دینے کے متعلق مارکس کے خیالات بعض اوقات خواہ کیسے بھی ہوں تاہم اتنا ضرور ہے کہ اس نے اپنے حلیم نفس کو اس قسم کی تربیت دی تھی کہ وہ متواتر بالکل دوسرے احساسات میں رہ سکتا تھا۔ وہ اپنے آپ سے سوال کرتا تھا کیا لوگ قابل نفرت ہیں ؟ اس کا جواب وہ خود ہی یہ دیتا تھا کہ یہ تو اور بھی بہت بڑی وجہ ہے۔ کہ مجھے خود شریف ہونا چاہئے۔ کیا لوگ تنگ خیال۔ کینہ توز۔ پرجوش اور بے انصاف ہیں ؟ اگر ہیں تو اسی تناسب سے وہ زیادہ رحم اور مہربانی کے حقدار ہیں۔ اور اسی تناسب سے میرا فرض ہے۔ کہ میں حتی الامکان اپنے آپ کو وسیع النظر۔ معاف کرنیوالا۔ مطمئن اور صادق ثابت کروں۔ اس طرح پر مارکس اپنے تلخ ترین تجربات کو سونے میں متبدل کر

لیتا ہے اور دوسروں کی شرارت سے جس کے باعث اس کی تنہا زندگی افسردگی سے کٹتی تھی۔ اُداس اور تلخ کام ہونے کی بجائے وہ انسانیت اور محبّت کے تازہ سبق حاصل کرتا ہے۔

مثال کے طور پر دیکھو وہ کہتا ہے کہ "علی الصباح مجھے یہ الفاظ خود سے کہنے چاہئیں۔ مَیں دوسروں کے کام میں دخل دینے والے۔ ناشکرے مغرور۔ دھوکے باز۔ حاسد اور میل ملاپ نہ رکھنے والے شخص سے ملوں گا۔ ان میں یہ سب باتیں اس وجہ سے موجود ہیں کہ وہ نیکی اور بدی سے ناواقف ہیں۔ لیکن میں چونکہ دیکھ چکا ہوں کہ نیکی کی فطرت خوشنما ہے اور بدی کی فطرت بدصورت ہے اور بدی کرنے والے کی فطرت میں وہی خواص موجود ہیں۔ جو میرے اندر ہیں اور اس میں میری طرح ہی رُوح موجود ہے مجھے نہ تو ان میں سے کسی سے ضرر پہنچ سکتا ہے کیونکہ جو شے بدصورت ہے اُسے کوئی شخص میرے ساتھ لگا نہیں سکتا نہ میں اپنے رشتہ داروں سے ناراض ہوں اور نہ ان سے نفرت کر سکتا ہوں۔ کیونکہ ہم پاؤں۔ ہاتھوں پپوٹوں اور بالائی اور نچلے دانتوں کی قطاروں کی طرح باہم شرکت سے کام کرنے کے لئے بنائے گئے ہیں۔ پس ایک دوسرے کے خلاف کام کرنا قانون فطرت کے خلاف ہے اور دق ہو کر پرے ہٹ جانا ایک دوسرے کے خلاف کام کرنا ہے" (۲-۱) اس کے قواعد میں سے ایک دانایانہ قاعدہ حتے الامکان دوسروں کی نیکیوں پر خیالات جمانا اور ان کی بُرائیوں سے درگذر کرنا تھا۔ "جب تو اپنے آپ کو خوش کرنا چاہتا ہے ان لوگوں کی نیکیوں پر غور کر جو تیرے ساتھ رہتے ہیں یعنی ایک کی چالاکی دوسرے کی حیا تیسرے کی فیاضی اور چوتھے کی کسی اور صفت پر" ہمارے اندر روزانہ کسی معاملے کو قابلِ نفرت طور پر جا پرکھنے کی جو ترغیب پیدا ہوتی ہے اس کی اس ذریعہ سے کیسی ملامت کی گئی ہے۔ رابرٹسن صاحب کا قول ہے کہ "ایک لامحدود وجود (انسان) ہمارے سامنے آتا ہے جس کے من

افذ رُوح میں دوام اور بقا لپٹی ہوئی ہوتی ہے۔ لیکن ہم اس کی جماعت بندی کرنے اور اس پر لیبل لگانے لگتے ہیں گویا ہم کسی مرتبان پر اس قسم کے لیبل لگائیں کہ اس میں چاول ہیں۔ اس میں چٹنی اور اس میں پھلیل۔ اس کے بعد ہم سوچنے لگتے ہیں کہ اب ہمیں ڈھکنا اُتار کر دیکھنے کی حاجت نہ رہے گی۔ برعکس اس کے حضرت عیسےٰ مسیح نے ان لوگوں سے جو اس کے پاس پہنچے کیسا مختلف سلوک کیا۔ اس لئے اس کے چھونے پر ہر ایک میں سے ایک خاص قسم کی روشنی کا شرارہ نکلنے لگا +

ذیل میں جو چند نصائح درج کی جاتی ہیں وہ بھی نہایت دلچسپ طور پر مختصر لیکن جامع اور خوبصورت ہیں :-

انسان ایک دوسرے کی خاطر جیتے ہیں۔ انہیں تربیت دو یا انکی کمزوریوں پر سے درگذر کر جاؤ" (۸-۵۹) +

"انتقام کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ تو خود بدی کرنے والے کی طرح نہ بنجائے" +

"اگر کسی شخص نے بدی کی ہے، تو خود اسے نقصان پہنچنا ہے۔ لیکن ممکن ہے اس نے بدی کی ہی نہ ہو" (۹-۳۸) +

لیکن سب سے دلچسپ وہ نو قواعد ہیں جنہیں اس نے اس غرض سے مرتب کیا تھا کہ جب کوئی شخص اسے ناراض کرتا تو وہ ان پر غور کیا کرتا تھا :-

(۱) لوگ ایک دوسرے کے لئے بنائے گئے ہیں۔ حتیٰ کہ ادنیٰ لوگ بھی اعلےٰ لوگوں کی خاطر جیتے ہیں اور یہ ایک دوسرے کی خاطر +

(۲) زبردست اثرات جو لوگوں پر کام کرتے اور ان کے آراء اور افعال کو تیار کرتے ہیں +

(۳) گناہ زیادہ تر غلطی اور جہالت ہے یعنی بے اختیار غلامی +

(۴) ہم خود کمزور، و عیب دار ہیں اور اکثر اوقات خطاؤں سے

ہمارے پیچھے رہنے کی وجہ زیادہ تر ہماری بزدلی اور نام کی پروا ہوتی ہے طبیعت کا ان کے ارتکاب سے آزاد ہونا اس کا باعث نہیں +

(۵) ہمارے فیصلے اکثر جلد اور قبل از وقت ہوتے ہیں " انسان کو بہت بڑی تعلیم حاصل کرنی چاہیئے جب جاکر کہیں وہ اس قابل ہو سکتا ہے کہ دوسرے شخص کے افعال پر صحیح رائے قائم کرسکے " +

(۶) "جب تو نہایت دق یا ناراض ہو تو اس بات کو سوچ کہ انسان کی زندگی صرف ایک لمحہ بھر ہے اور تھوڑی مدت بعد ہم سب مُردہ نظر آئیں گے " +

(۷) کسی دوسرے شخص کی بُرائی ہم پر شرم یا ندامت نہیں لاسکتی۔ ہمیں مضطرب کرنے والے لوگوں کے افعال نہیں بلکہ ان کے متعلق ہماری اپنی رائیں ہیں +

(۸) افعال کی نسبت ہمارا اپنا غصہ ہمیں زیادہ تکلیف پہنچاتا ہے +

(۹) فیاضی کا اثر نہایت زبردست ہے لیکن ضروری ہے کہ اسکے ساتھ چہرے پر جو مُسکراہٹ لائی جائے وہ بناوٹی نہ ہو نہ ساری کارروائی محض دکھاوے کی ہو" کیونکہ زیادہ سے زیادہ تند مزاج آدمی بھی کیا کرسکتا ہے۔اگر تو اس کے ساتھ فیاضی کا عمل کرتا رہے۔ نرمی اور آہستگی سے اس کی اصلاح کرتا رہے اور جب وہ تیرے ساتھ بُرائی کرنے لگے تو تُو یہ کہہ کر اس کو فہمایش کرے کہ نہیں میرے بچے اس طرح نہیں۔ہمیں فطرت نے کسی اور مطلب کے لئے بنایا ہے۔ بلا شبہ اس طرح پر مجھے تو کچھ ضرر نہ پہنچے گا۔البتہ اے میرے بچے تو خود کو ضرر پہنچا رہا ہے " اور تمہارا فرض ہے۔کہ اسے نرمی اور عام اصولوں کے ذریعہ دکھاؤ کہ جو بات تم کہہ رہے ہو وہ درست ہے اور کہ شہد کی مکھیاں یا گلوں میں رہنے والے جانور بھی ایسا نہیں کرتے جیسے کہ وہ کرتا ہے۔ یہ سب عمل تمہیں سادگی کے ساتھ بغیر کسی ملامت کے اور محبت کے طریقے پر کرنا چاہیئے اس میں کسی قسم کے کینے کو دخل نہ ہونا چاہیئے

اور اگر ممکن ہو تو یہ عمل اس وقت ہونا چاہیئے جب کہ وہ اور تم اکیلے ہو"
(۱۱-۱۸) +

"میرے بچے ایسا نہیں۔ میرے بچے تو خود اپنے آپ کو ضرر پہنچارہا ہے" کیا سارے زمانہ قدیم میں اس سے نرم کسی بات کا پتہ مل سکتا ہے۔ یا ان ۹ قواعد سے بڑھ کر مذہب عیسوی کی تعلیم سے مشابہ کوئی اور بات مل سکتی ہے؟ یہ قواعد واقعہ میں اس شخص کے شایاں شان تھے جو فرقہ سٹوئک (مذہب جبر) کے خلاف نرمی کو ایک نیکی سمجھتا تھا اور اس کے علاوہ فلسفے اور سچی مردانگی کا ثبوت جانتا تھا۔ یہ قواعد ایسی اُداسی اور فیاضی کے لہجہ میں لکھے ہوئے ہیں کہ ان کی نظیر حاصل کرنا مشکل ہے۔ ان سے معلوم ہوتا ہے کہ مارکس کس طرح کامل طور پر تمام ادنےٰ عداوتوں پر غالب آچکا تھا اور کس قدر سنجیدگی سے وہ اپنے اس اصول کو پورا کرنے کی کوشش کرتا تھا کہ خیالات کو ہمیشہ ایسے شیریں اور صاف رکھنا چاہیئے کہ اگر کوئی شخص یکا یک پوچھ بیٹھے اب تیرے خیال میں کیا ہے تو تُو کامل قلب کی صفائی کے ساتھ فوراً یہ جواب دینے کے قابل ہو کہ فلاں فلاں بات ہے ان قواعد کی اگر اعلیٰ ترین تعریف کی جائے تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ انہیں سُنکر اس بہت بڑے مسیحی حواری[۱] کو خوشی حاصل ہوتی۔ جس نے لکھا تھا :-

"جو لوگ خلاف قاعدہ چلتے ہیں انہیں تنبیہ کرو۔ کمزور دل والوں کو تسلی دو۔ کمزوروں کو سہارا دو اور سب لوگوں کے ساتھ بردباری سے پیش آؤ۔ اس بات کا خیال رکھو کہ کوئی کسی شخص کے ساتھ برائی کے عوض بُرائی نہ کرے بلکہ ہمیشہ خود بھی نیکی پر چلو اور دوسروں کو بھی نیکی پر چلاؤ"
(۱۔تھسلونیکیوں ۴-۱۴-۱۵) +

"اسے دشمن نہ سمجھو۔ بلکہ ایک بھائی کی طرح اسے فہمایش کرو" (۲۔تھسلونیکیوں ۳-۱۵) +

---

[۱] سینٹ پال کی طرف اشارہ ہے +

"اگر کسی شخص کا کسی کے ساتھ تنازعہ ہو تو لازم ہے کہ وہ ایک دوسرے پر سے درگذر کریں اور ایک دوسرے کو معاف کر دیں" (۳-۱۳) +

صرف اسی قدر نہیں بلکہ کیا وہ اُس کے عین منشا کے مطابق نہ تھے جس نے کہا تھا +

"اگر تیرا بھائی تیری حدود میں داخل ہو جائے تو جا کر اسے خلوت میں اس کی خطا سے خبردار کر۔ اگر اس نے تیرے کہنے کو سُنا تو سمجھ لے کہ تُو اپنے بھائی پر غالب آگیا" +

دوسرے بہت سے شخصوں کی زندگیوں کی طرح مارکس اورلیاس کی زندگی میں بھی ہم تلافی کے عظیم قانون کا کھوج لگا سکتے ہیں۔ اپنے اعلےٰ عہدے کے باعث اس کی زندگی کے آخری سال ایسے لوگوں میں گزرے جو جھوٹے۔ فریبی اور کمینے تھے۔ لیکن اس کا عہد شباب اس سے زیادہ خوشی کی حالتوں میں گزر چکا تھا۔ اس کا اثر یہ ہوا کہ وہ ان لوگوں کی اُداسی میں پڑنے سے بچ گیا۔ جنہیں مرد نہ عورت کوئی خوش نہیں کر سکتا۔ اپنے ابتدائی سالوں میں وہ انسانیت کا خوشنما پہلو دیکھ چکا تھا اور ان خالص اور خوشی کے ایام کی یاد ایک ایسے درخت کی مانند تھی جس نے اسے اپنے عہد کے تلخ اور گدلے پانی میں گرنے سے بچائے رکھا +

تیسری فصل

مارکس اورلیاس کی زندگی اور اسکے خیالات (بقیہ)

مارکس رومی دنیا کا واحد مالک تھا۔ انسان کے لئے جو اعلےٰ سے اعلےٰ اور شاندار سے شاندار رفعت حاصل کرنا ممکن ہو سکتا ہے۔ وہ اسکے قبضے میں تھی +

لیکن اس شاہی بلندی نے اس کی حلیم اور نرم طبیعت میں غرور یا خود اطمینانی کی ذرا بھی جھلک پیدا نہیں کی۔ فی الحقیقت وہ اپنے آپ کو سب کا خادم سمجھتا تھا۔ گلہ کے سانڈ یا ریوڑ کے مینڈھے کی طرح اس کا فرض تھا کہ ذاتی طور پر ہر ایک خطرے کا مقابلہ کرے۔ جنگ کے تمام خطرات میں سب سے آگے ہو اور امن کی مشقتوں میں بھی پورے طور پر غرق رہے اہل شہر کی رجسٹری۔ مقدمہ بازی کی روک تھام۔ اخلاق عامہ کی اصلاح۔ رشتہ داروں میں شادیوں کی بندش۔ نابالغوں کی حفاظت (جیسے آج کل کورٹ آف وارڈس کے ذریعہ ہوتی ہے) سرکاری اخراجات کی تخفیف شمشیر زنوں کی کھیلوں اور نمایشوں کو ایک خاص حد سے باہر نہ نکلنے دینا۔ سڑکوں کی حفاظت۔ اہل سینیٹ کے حقوق کی بحالی صرف لایق اور قابل مجسٹریٹوں کا تقرر۔ بازاروں میں گاڑیوں کی آمدورفت کا بندوبست یہ اور اسی قسم کے اور بے شمار فرائض اس کی توجہ کو ایسے کامل طور پر جذب رکھتے تھے کہ گو اس کی صحت عام طور پر اچھی حالت میں نہ تھی تاہم صبح سے لے کر آدھی رات گذر جانے کے بعد تک وہ اسی قسم کے کاموں میں منہمک رہتا تھا۔ فی الحقیقت بباعث اپنے رتبے کے اسے اکثر اوقات کھیلوں اور نمایشوں میں شریک ہونا پڑتا تھا۔ لیکن ان موقعوں پر عموماً وہ یا تو خود کوئی کتاب پڑھتا یا سُنتا یا نوٹ لکھتا رہتا تھا۔ وہ ان لوگوں میں سے تھا جن کا عقیدہ ہے کہ کوئی کام جلدی میں نہ کرنا چاہیے۔ اور بہت کم جرائم تضیع اوقات سے بدتر ہیں۔ اس قسم کے خیالات اور عادات رکھنے کے باعث اسے اپنی کتابوں کی تالیف کا موقعہ ملتا تھا۔ اس کی کتاب میڈی ٹیشنز (مراقبات) اس زمانے میں لکھی گئی تھی جبکہ کاڈی اور مارکومانی قوموں کے ساتھ جنگ کے باعث اس کا دل بحید مضطرب رہا کرتا تھا۔ اس کے علاوہ اس نے بعض اور کتابیں بھی لکھیں جو بدقسمتی سے تلف ہو چکی ہیں۔ زمانہ قدیم کے تمام گم شدہ خزانوں میں سے غالباً جسکے دوبارہ حاصل کرنے کی ہمیں سب سے

زیادہ خواہش ہو سکتی ہے وہ اس سب سے بڑے دانا بادشاہ اور مجت پرست لوگوں میں سب سے زیادہ مقدس شخص کی گم شدہ خود نوشت سوانحعمری ہے +

اپنے رتبے کی بیرونی نمائش یعنی اس شان و شوکت اور جاہ و جلال کی جسے دیکھکر لوگوں کے دلوں میں حسد و استعجاب پیدا ہوتا ہے اسے مطلق پروا نہ تھی۔ فی الحقیقت وہ اپنے اعلیٰ رتبے کے اعزاز کو برقرار رکھنے کی ضرورت کو تسلیم کرتا تھا۔ ایک موقعہ پر وہ کہتا ہے کہ "ہر لمحے استقلال کے ساتھ ایک رومی جوان اور انسان کی طرح اس بات کا خیال کرو کہ جو کچھ تمہارے ہاتھ میں ہے اسے کامل اور سادہ وقر کے ساتھ انجام دو۔" (۲-۵) ایک اور موقعہ پر اس نے کہا ہے "تمہارے اندر جو ضمیر ہے اسے زندہ وجود کا (یعنی خود اپنا) محافظ بناؤ۔ مردانہ اور پختہ عمر کا۔ پولٹیکل (سیاسی) امور میں مصروف اور ایک رومی اور ایک حاکم جو اپنی جگہ پر اس شخص کی طرح کھڑا ہے جو زندگی سے بلانے والے اشارے کا منتظر ہو (۳-۵) لیکن وہ ان بڑے بڑے اعزازات اور ذلیل کرنے والی چاپلوسیوں کو منظور کرنا ضروری نہ سمجھتا تھا جنہیں اس کے پیشرو اس قدر عزیز جانتے تھے۔ وہ اپنے اعزاز میں مندر اور معبد تعمیر کروانے سے انکار کرتا تھا اور یہ کہا کرتا تھا کہ ہر ایک سچے حاکم کے لئے دنیا ایک مندر۔ اور تمام نیک آدمی اس کے پجاری ہیں وہ حتے الامکان اپنے سنہری بُت بنوانے اور اعزازی خطابات پانے سے انکار ہی کرتا رہا۔ شان و شوکت کی وہ ساری نمود جو سرکاری فرائض کا لازمی جزو تھی۔ اسے وہ کھوکھلی نمائش سمجھتا تھا۔ شیکسپیئر کی طرح مارکس اوریلیاس بھی تمام دنیاوی اشیاء کی ناپائداری اور ان کی تھوڑی زندگی کو محسوس کرتا تھا۔ اور وہ یقیناً اس خیال سے بہت خوش ہوتا کہ "ہم ایک ایسے ہی مادے کے بنے ہوئے ہیں۔ جس کے کہ خواب بنے ہوئے ہوتے ہیں اور ہماری مختصر زندگی ایک نیند کے ذریعہ گھری ہوئی ہے" +

ایک موقعہ پر وہ کہتا ہے کہ "جب ہمارے سامنے گوشت ہوتا ہے تو ہمیں خیال آتا ہے کہ یہ ایک مچھلی کا مردہ جسم ہے۔ یہ ایک پرندے کا۔ اور یہ ایک سور کا۔ ساتھ ہی خیال آتا ہے کہ یہ فلرنین شراب صرف تھوڑا سا انگوروں کا عرق ہے اور ارغوانی لبادہ کسی بھیڑ کی اون جسے خولدار مچھلی کے خون میں رنگ لیا گیا ہے۔ اس قسم کے خیالات پیدا ہوتے۔ ان چیزوں تک پہنچنے اور ان کے اندر داخل ہوتے ہیں اور ہم معلوم کر لیتے ہیں کہ وہ چیزیں کیسی ہیں۔ اس طریقے پر جو چیزیں ہماری بیحد تعریف کے قابل معلوم ہوں۔ ہمیں انہیں ننگا کر کے ان کی بے وقعتی پر غور کرنا چاہیئے۔ اور ان سے ان تمام الفاظ کو دور کر دینا چاہیئے۔ جو انہیں اعلے درجے پر پہنچاتے ہیں (۶-۱۳) +

"کونسی بات قدر کے قابل ہے؟ کیا یہ کہ لوگ تالی بجا کر ہمارا استقبال کریں؟ نہیں۔ نہ یہ کہ لوگ زبانیں بجائیں۔ کیونکہ وہ تعریف جو بہت سے لوگوں کی طرف سے ہوتی ہے۔ زبانوں کے بجنے کے برابر ہی ہے" (۶-۱۴)۔

"ایشیا اور یورپ عالم کے کونے ہیں۔ سارا سمندر عالم میں پانی کے ایک قطرے کے برابر ہے۔ کوہ ایتھوس عالم میں مٹی کا ایک ڈھیلا ہے۔ تمام موجودہ وقت بقا کا ایک نقطہ ہے۔ تمام چیزیں چھوٹی۔ قابل تبدیل اور فنا ہو جانے والی ہیں" (۶-۳۶) +

شیکسپیئر کی طرح مارکس کو بھی یہ بات محسوس ہوتی تھی۔ کہ "تمام دنیا بمنزلہ ایک سٹیج (تماشہ گاہ) کے ہے اور تمام مرد اور عورتیں اس میں پارٹ کرنے والے کھلاڑی ہیں" +

"نمائش کے بیہودہ کام۔ تماشہ گاہ کے ناٹکوں۔ بھیڑوں کے ریوڑوں گلوں۔ برچھوں کی ورزشوں۔ چھوٹے کتوں کے سامنے ڈالی ہوئی ہڈی۔ مچھلیوں کے تالابوں میں ڈالا ہوا روٹی کا ٹکڑا۔ چیونٹیوں کی مشقت۔ چھوٹی چوہیوں کا خوف زدہ ہو کر بوجھ اٹھائے ادھر ادھر دوڑنا تاروں کے ذریعہ حرکت کرنے والی پتلیاں۔ ان سب باتوں سے ہماری زندگی ملتی جلتی ہے۔

پس تیرا فرض ہے کہ ایسی باتوں کے درمیان خوش خلقی کا اظہار کیے اور مغرور نہ بنے مگر یہ بات سمجھ لے کہ ہر شخص اسی قدر قابلیت رکھتا ہے جس قدر وہ چیزیں جن میں کہ وہ اپنے آپ کو مصروف رکھتا ہے" +

فی الحقیقت دربار کا کام مارکس کے لئے بمنزلہ ایک بوجھ کے تھا۔ وہ ہمیں خود بتاتا ہے کہ فلسفہ میری ماں اور سلطنت میری سوتیلی ماں ہے۔ ایک کی بدولت اسے جو آرام حاصل تھا صرف اسی کی بدولت وہ دوسری کی تکالیف کو گوارا کر سکتا تھا۔ ہر چند کہ وہ شہنشاہ تھا تاہم وہ دیوتاؤں کا مشکور تھا کہ انھوں نے اسے اس قابل بنایا کہ وہ تھریسیا۔ ہیلویڈیس۔ کیٹو اور بروٹس کی روحوں میں داخل ہو سکے (یعنی ان کے فلسفہ کی قدر کر سکے) اسے سب سے بڑھ کر اس بات کا خوف تھا کہ میں اپنے بعض پیشروؤں کی طرح کا نہ بنجاؤں۔ چنانچہ وہ لکھتا ہے +

"اس بات کی احتیاط رکھ کہ تو قیصر کی طرح ظالم نہ بنجائے۔ اس بات کی احتیاط رکھ کہ تو اس رنگ میں نہ رنگا جائے۔ اپنے آپ کو سادہ۔ نیک خالص۔ سنجیدہ۔ ظاہر داری سے معرا۔ انصاف کا دوست۔ دیوتاؤں کی پرستش کرنے والا۔ نیک۔ مہربان اور تمام مناسب کاموں میں محنت کرنے والا بنا۔ دیوتاؤں کی پرستش اور لوگوں کی مدد کر۔ زندگی مختصر ہے اس دنیاوی زندگی کا صرف ایک ہی ثمرہ ہے یعنی عابدانہ طبیعت اور مجلسی افعال" (۴-۱۹) +

یہ وہی نتیجہ ہے جس پر غم کے باعث ایک اور نخفا ہوا۔ اور کم قابل تعریف بادشاہ پہنچا تھا "آؤ ہم سارے معاملے کے نتیجے کو سنیں جو یہ ہے کہ "خدا سے ڈر۔ اور اس کے احکام پر عمل کر۔ کیونکہ انسان کا سارا فرض یہی ہے" +

لیکن ہمارے لئے مناسب ہے کہ مارکس کی زندگی کے وہ مختصر حالات قلم بند کریں جو ڈایون کیسی اس اور کیپی ٹوٹینس کی غلط اور معمولی تالیفات

اور دوسرے مصنفوں کے جا بجا بکھرے ہوئے استعارات سے معلوم ہو سکتے ہیں +

وہ ضرور افسردہ دلی کے ساتھ کاڈی اور مارکومانی قوموں کا مقابلہ کرنے کے لئے پھر ایک بار روانہ ہوا ہوگا۔ اس کی فوج کا جو حصہ پلیگ کے باعث تباہ ہو چکا تھا اس کی کسر پوری کرنے کے لئے اُسے مجبوراً غلاموں کو بھرتی کرنا پڑا اور روپیہ حاصل کرنے کے لئے اسے محل کے زیورات اور ملک کے بعض جواہرات فروخت کرنے پڑے۔ روانگی سے عین قبل اس کے دل کو اس چھوٹے لڑکے کی موت سے جو کموڈس کا توام بھائی تھا سخت صدمہ پہنچا مخفی نہ رہے کہ کموڈس کے خوشنا خط وخال اب تک قدیم سکوں پر دیکھے جا سکتے ہیں۔ جنگ کی ابتدائی حالت میں جبکہ ایک ندی کی گہرائی کا اندازہ کر رہا تھا۔ دشمن نے یکایک اس پر بھالوں کے ذریعہ حملہ کیا۔ اور اگر وہ اپنے سپاہیوں کی ڈھالوں کے پیچھے پناہ نہ لیتا تو یقیناً مرجاتا۔ ایک لڑائی دریائے ڈینیوب کی سردی کے باعث یخ بستہ پانیوں پر ہوئی۔ لیکن اس جنگ کا سب سے بڑا واقعہ وہ عظیم الشان فتح تھی جو ۱۷۴ء میں کاڈی قوم پر حاصل ہوئی۔ جسے عیسائی "گرجنے والی فوج کے معجزے" سے منسوب کرتے ہیں +

تمام غیر ضروری مبالغوں سے قطع نظر کرکے دیکھا جائے تو واقعہ کی اصلی کیفیت جس کی تصدیق تمغوں اور انطونین کے ستون پر ایک کسی قدر اُبھری ہوئی تصویر کی شہادت سے ہوتی ہے حسب ذیل ہے :- مارکس اوریلیاس اور اُس کی فوج ایک پہاڑی درے میں محصور ہوگئی تھی۔ جس میں وحشی تیراندازوں کی مصنوعی واپسی کا تعاقب کرتے ہوئے وہ جلدی میں داخل ہوگئی تھی۔ اس درے میں سپاہی نہ تو لڑ اور نہ فرار ہو سکتے تھے۔ دشمن ان کا محاصرہ کئے ہوئے تھا۔ دھوپ کی شدت ان کو جھلسے ڈالتی تھی اور پیاس سے بیتاب ہو کر وہ اس قدر مایوس ہو چکے تھے کہ مارکس کی تسلیاں بھی ان پر کارگر ثابت نہ ہوتی تھیں۔ مصیبت اور خطرے کے عین نازک وقت پر بادل جمع ہونے شروع

ہوئے اور موسلادھار بارش ہونے لگی۔ سپاہیوں نے اپنی ڈھالوں اور ٹوپیوں میں بارش کا پانی جمع کر کے اپنی اور اپنے گھوڑوں کی پیاس بجھائی۔ جس وقت وہ اس طرح مصروف تھے غنیم نے ان پر دھاوا بولدیا۔ لیکن بارش کے ساتھ اولے بھی برس رہے تھے اور وہ بیحد زور کے ساتھ وحشیوں کے چہروں پر پڑے۔ طوفان کے ساتھ بادل کی گرج اور بجلی کی کڑک بھی ملی ہوئی تھی۔ جس سے نہ صرف دشمن کے بہت سے سپاہی مارے گئے۔ بلکہ وہ بہت بڑی حد تک خائف بھی ہو گئے۔ لیکن رومی سپاہ میں کسی جان کا نقصان نہ ہوا۔ اس پر اہل روما اس واقعہ کو خدائی مداخلت کا باعث سمجھنے لگے اور اُنہوں نے ایک فیصلہ کُن فتح حاصل کر لی۔ جس سے اس خطرناک اور اہم لڑائی کا خاتمہ ہو گیا +

عیسائی اس واقعہ کو براہِ راست خدا کی مرضی سے منسوب نہ کرتے تھے بلکہ اسے ایک معجزہ سمجھتے تھے اور اسے اپنے اُن بھائیوں کی دُعا کے اثر سے منسوب کرتے تھے جو اِس فوج کے ایک دستے میں ملازم تھے اور یہی باعث ہے کہ اِس فوج کا نام "گرجنے والی فوج" پڑ گیا۔ لیکن عام طور پر لوگوں کو غالباً یہ بات معلوم نہیں کہ فوج کے ایک دستے کا نشان "بجلی کی چمک" مقرر تھا جو انکی ڈھالوں پر بنا ہوا تھا اور اگسٹس کے زمانے سے لے کر اس دستہ فوج کا یہی نام چلا آیا تھا۔ بت پرست لوگ خود اس واقعہ کو کبھی تو اس مرد سے منسوب کرتے تھے جو بعض اوقات انکے عابد منش بادشاہ کی دُعا کے اثر سے حاصل ہوئی تھی اور کبھی اسے ارنوفیس نامی ایک مصری ساحر کی جادوگری کا کرشمہ ظاہر کرتے تھے +

پادریوں میں سے ایک بیعنے پرجوش اور فصیح البیان طرطولین بادشاہ کے عیسائیوں کا طرفدار بن جانے کو اسی واقعہ سے منسوب کرتا ہے اور سینیٹ کے نام اس کی ایک چٹھی کا حوالہ دیتا ہے جس میں یہ بات تسلیم کی گئی تھی کہ عیسائیوں کی دُعا سے کس قدر مدد حاصل ہوئی اور اس لئے ممانعت کی گئی تھی کہ کوئی شخص اس نئے مذہب کے پیروؤں کو نہ ستائے۔ مبادا وہ دُعا کا

زبردست انصار جوان کے حق میں ایسا مفید ثابت ہو چکا تھا انھی کے خلاف استعمال کریں۔ یہ خط جسٹن شہید کے معافی نامے کے آخیر پر اب تک موجود ہے۔ اور اِس میں لکھا ہوا ہے کہ نہ صرف عیسائیوں کو تکلیف نہ دی اور دق نہ کیا جائے بلکہ جو شخص اِن کے خلاف مخبری کرے اسے زندہ جلا دیا جایا کرے بادی النظر میں ہم یہ بات معلوم کر سکتے ہیں کہ خط مذکور میں اِس قسم کی شوخ اور صریح جعلسازی کی جھلک پائی جاتی ہے جو بدقسمتی سے ابتدائی پانچ صدیوں کے لٹریچر میں بکثرت موجود ہے۔ مارکس کے عیسائیوں کے ساتھ حقیقی تعلقات جس قسم کے تھے اس پر ہم آگے چلکر غور کرینگے +

مارکس کے حلیم دل کو ہر قسم کے جنگ و جدل سے خواہ اس میں فتوحات ہی کیوں نہ حاصل ہوں سخت نفرت تھی۔ لیکن اس کی زندگی کا کچھ کم حصہ اس تکلیف دہ اور غیر مطبوع کام میں نہیں گذرا۔ لڑائی اور اس کی کامیابیوں کے متعلق اس کی جو کچھ رائے تھی اس کا ذکر نہایت دلچسپ طریقے پر ذیل کے فقرے میں کیا گیا ہے +

"مکھی کو پکڑ کر ایک مکڑی خوش ہوتی ہے۔ غریب خرگوش کو پکڑ کر ایک اور۔ ایک چھوٹی مچھلی کو جال میں پھنسا کر ایک اور جنگلی سوروں اور ریچھوں کو قابو میں لاکر ایک اور سرمیشین لوگوں پر غالب آکر ایک اور۔ جب تو ان کے اصولوں پر غور کرے۔ تو کیا یہ سب کے سب لٹیرے نہیں ہیں؟" یہاں پر وہ اپنی بے اختیار حرکات کی مذمت کرتا ہے لیکن بدقسمتی سے اس جنگ کی چنگاریاں ابھی بجھنے نہ پائی تھیں کہ اِس پر ایک اور زیادہ تکلیف دہ اور خوفناک بوجھ آپڑا +

یہ ایوڈیس کیسی اس نامی ایک پُرانی صاف گو وضع کے رومی جرنیل کی بغاوت تھی۔ جس کے ساتھ باوجود متعدد انتباہات کے مارکس محبت کرتا اور اسے معتبر سمجھتا رہتا تھا۔ ایسے شخص کے ناشکرے پن کو دیکھ کر مارکس کو بیحد حزن و ملال ہوا۔ لیکن اس کی نیک حکومت کے باعث اِس کی طرف سے

لوگوں کے دِلوں میں جو محبت جاگزین تھی اس نے اسے تمام خطرناک نتائج سے محفوظ رکھا +

باغی جرنیل کے سپاہی یکے بعد دیگرے اس کا ساتھ چھوڑنے لگے۔ اور اسے برائے نام بادشاہ بنے صرف تین ماہ ۶ دن کا عرصہ ہوا تھا کہ اسے اس کے اپنے ہی افسروں نے قتل کر ڈالا۔ اس کا سر کاٹ کر مارکس کے پاس بھیجا گیا۔ جسے اس نے نہایت افسردگی کے ساتھ دیکھا اور قاتلوں کی ذرا بھی حوصلافزائی نہ کی۔ کامیابی کی خوشی اس لئے غم سے بدل گئی کہ دشمن زندہ رہ کر حقیقی معافی کا لطف حاصل نہ کر سکا۔ اس نے سینٹ سے درخواست کی کہ کیسی اس کے سارے خاندان کو معافی دیجائے اور خانہ جنگی کے عوض صرف یہی ایک جان لیا کافی سمجھ لیا جائے۔ ممبران سینٹ نے رحم کے ان ثبوتوں کو بڑی خوشی کی نگاہ سے دیکھا اور سینٹ کا مکان خوشی کے نعروں اور برکتوں سے گونجنے لگا +

کبھی ایسی خوفناک سازش اس طرح خاموشی کے ساتھ با اثر طریقے پر نہیں دبی تھی۔ جن اضلاع نے ایویڈیس کیسی اس کی حمایت کی تھی مارکس نے ان میں سے دورہ کیا اور وہاں کے باشندوں کو کامل اور شفیقانہ معافی دیکر ان سے بڑی اچھی طرح سلوک کیا۔ جب وہ ملک شام میں پہنچا تو کیسی اس کی تمام خط وکتابت اس کے روبرو پیش کی گئی۔ لیکن اس فیاضی کے ساتھ جس کی مثالیں تاریخ میں بہت کم مل سکتی ہیں۔ اس نے بغیر پڑھے ہی ان چٹھیوں کو آگ میں جلا دیا +

امن کی اس سیاحت کے دوران میں اس کی بیوی فاسٹینہ یکایک کوہِ طارس کی وادی میں مرگئی۔ تاریخ یا روایات کے اس مجموعے کی رو سے جسے اس زمانے کی تاریخ خیال کیا جاتا ہے۔ فاسٹینہ کا چال چلن بیحد سیاہ کاری کا معلوم ہوتا ہے اور رادری لیس پر یہ الزام لگایا جاتا ہے کہ وہ اس کی خطاؤں سے چشم پوشی اور درگذر کرتا رہا۔ خود فاسٹینہ کے متعلق ہمیں کچھ زیادہ بیان نہیں کرنا ہے گو اس بات کا یقین واثق ہے کہ اس کے متعلق جس قدر روایات

مشہور ہیں ان میں سے اکثر اگر بالکل غلط نہیں تو بے حد مبالغہ آمیز ضرور ہیں کم از کم یہ بات یقینی ہے کہ اس پر جو اتہام لگائے گئے ہیں ان میں سے اکثر کی بنا وہ مخالفانہ روایات ہیں جو ڈایون نے لکھی ہیں جس کی نسبت یہ بات مشہور ہے کہ فطرت انسانی کو ذلیل کرنے والے ہر ایک چرچا کو وہ بیحد پسند کرتا تھا۔ کیسی اس کو بادشاہ کی وفاداری سے ورغلانے کا اس پر جو خاص الزام لگایا جاتا ہے واقعات سے اس کی مطلق تائید نہیں ہوتی نہ اس کے شائع شدہ خطوط میں اس کا کہیں ذکر پایا جاتا ہے۔ خود مارکس نہ صرف اس سے بہ اعتبار اس کے گیارہ بچوں کی ماں ہونے کے بیحد پیار کرتا تھا۔ بلکہ اپنے مراقبات میں اس نے دیوتاؤں کا شکریہ ادا کیا ہے کہ انہوں نے مجھے "ایسی وفادار محبت کرنے والی اور سادہ مزاج بیوی" دی ہے۔ اس میں شک نہیں کہ فاسٹینا اپنے شوہر کے قابل نہ تھی۔ لیکن یقیناً حسد اور اشتباہ کے خلاف ہونا اور عدم سرمیں پر اس سے زیادہ جس کے وہ مستحق ہوں اعتبار کرنا ایک شریف فطرت کے لئے باعث شرم نہیں بلکہ لائق تعریف ہے +

مارکس اوری لیس کا چال چلن ایسا بے عیب تھا کہ نہ تو اس کے ہمعصروں کی دشمنی نہ اس کی وفات کے بعد کی ہوئی بدنامی اس کی زندگی اور اصولوں کی بیحد راستی میں کوئی رخنہ پیدا کر سکی ہے۔ لیکن کمینی طبیعت کے لوگ اچھے سے اچھے آدمی میں عیب نکال لیتے ہیں۔ اس تمام نفاست کی نفرت جسکے باعث کالی گولانے بڑے بڑے آدمیوں کی یاد قلمبند کرنے کی کوشش کی۔ بہتوں کے دلوں میں (گو کسی قدر کم علانیہ طور پر) غصہ پیدا کرتی ہے۔ وہ فطرت انسانی کو اس چٹیل اور بنجر میدان میں بدلکر خوش ہوتے ہیں "جس میں ہر ایک مٹی کا ڈھیلا پہاڑ اور ہر ایک کانٹا ایک جنگلی درخت ہوتا ہے" +

بڑے آدمی ان کی نگاہوں میں اتنے چھوٹے ہوتے ہیں جتنے کہ وہ اپنے نوکروں کی نگاہ میں اور بہت لوگ ایسے ہیں جنہیں "اگر کسی مشہور نام پر کوئی داغ یا دھبہ نظر آجائے تو اس بات کا خیال نہ کرتے ہوئے کہ بڑے سے بڑے

آدمی بھی بعض اوقات غلطی کرسکتے ہیں وہ ایک دیوانہ وار خوشی سے پھول جاتے ہیں اور
ہی تصویر کا اندازہ اس کے مٹی کے پاؤں سے لگاتے ہیں۔ وہ اتنا کرنے
کی خواہش نہیں رکھتے کہ اپنی آنکھیں اُٹھاکر اس کے دیوتاؤں جیسے سر کو
دیکھیں جس پر روحانی آگ کا تاج ہوتا ہے اور جو دوسری دُنیاؤں کو چھوتا
ہے"۔

میری دانست میں یہی وجہ ہے کہ بعض لوگ مارکس اوری لیس کے نام کو
اس کی اخلاقی رفعت پر سے گرانے میں ناکام رہ کر اس بات کے درپے ہوئے
ہیں کہ فاسٹینہ کے مفروضہ خراب چال چلن اور کموڈس کی حقیقی اوباشی کی بنا پر
اس کے نام کو بٹہ لگائیں۔ فاسٹینہ کا ذکر میں قبل ازیں کرچکا ہوں کموڈس کے
متعلق میں حضرت سلیمان کی طرح صرف اسی قدر پوچھنا کافی خیال کرتا ہوں
"کون جانتا ہے اس کا بیٹا دانا ہوگا یا بیوقوف؟" کموڈس کی عمر صرف ۱۹ سال کی
تھی۔ جب اس کا باپ مر گیا۔ اپنے عہد کے ابتدائی تین سال اس نے عزت
اور ہردلعزیزی کے ساتھ حکومت کی۔ مارکس اوری لیس نے اسے اول درجے
کے اُستادوں اور اس زمانے کے بہترین داناؤں سے تربیت دلانے میں
کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا اور ہیروڈیئن صاف طور پر ہمیں بتاتا ہے کہ اپنے
والد کے انتقال تک اس نے اپنی زندگی نیکی کے ساتھ بسر کی تھی۔ قدرتی
محبت سے اگر بالکل قطع نظر کرکے دیکھا جائے اور یہ بھی فرض کرلیا جائے
(جیساکہ مراقبات کے ایک دو فقروں سے معلوم ہوتا ہے) کہ مارکس کو
اپنے بیٹے کے متعلق اندیشہ تھا تو کیا یہ امر آسان اور حدِ امکان کے اندر
ہوتا کہ اس بیٹے کو جو سنِ بلوغ کو پہنچ چکا تھا۔ عام بنا پر عاق کردیا جاتا بہرنوع
معاملے کی صورت خواہ کچھ بھی ہو اگر بعض لوگ ایسے موجود ہیں جو مارکس کو اس
بنا پر بُرا بھلا کہتے ہیں کہ آخرکار کموڈس "ایک آوارہ منش نوجوان ثابت ہوا"
تو ان کا یہ خیال اتنی سمجھداری نہیں رکھتا کہ ہمیں اسکی تردید کی ضرورت پڑے۔
"لیکن مارکس اوری لیس نے عیسائیوں پر بڑی سختیاں اور ظلم کئے"۔

ایک اعتراض یہ بھی پیش کیا جاتا ہے۔ آؤ ہم مختصر طور پر اس الزام پر غور کریں اس سے تو کسی کو انکار نہیں ہو سکتا کہ اس کے عہد میں عیسائیوں پر سختیاں ہوئیں اور ان کی کافی شہادت جسٹن شہید۔ ساردیس کے لاٹ پادری میلٹو۔ ایتھنا غورث اور اپولی نیریُس کے معافی ناموں۔ کلیسیائے سمرنا کے اس خط جس میں پولی کارپ کی شہادت کا ذکر ہے اور لائینز۔ اور وائینا کی کلیساؤں کے اُن خطوط سے جو ایشیا کوچک کی کلیسیاؤں کی طرف لکھے گئے ملتی ہے۔ لیکن ساتھ ہی یہ بیان کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس کے خلاف بھی کچھ تحریری شہادت موجود ہے۔ لیکٹینٹئی آس صاف طور پر بیان کرتا ہے کہ ان نیک شہزادوں کے عہد میں جو ڈومی ٹیئن کے جانشین بنے کلیسیا کو اس کے دشمنوں کے باعث کوئی سختی برداشت نہیں کرنا پڑی۔ اور " اس نے اپنے ہاتھ مشرق اور مغرب کی طرف پھیلانے شروع کئے"۔

طرطولین مارکس کے انتقال کے صرف بیس سال بعد صاف لفظوں میں لکھتا ہے اور یوسی بی اس۔ اس قول کا حوالہ دیتا ہے کہ شہنشاہ کے بعض خطوط ایسے موجود ہیں جن میں وہ نہ صرف کادی قوم سے اپنے بچاؤ " گرجنے والی فوج" کے عیسائی سپاہیوں کی دُعاؤں سے منسوب کرتا ہے بلکہ حکم دیتا ہے کہ جو شخص عیسائیوں کے خلاف مخبری کرے اسے سخت سزا دی جائے۔ خود جسٹن شہید کی تصانیف کے آخیر پر ایک خط موجود ہے جو اسی مطلب کا ہے۔ اور جس کے متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ وہ مارکس نے روما کی سینٹ کے نام بھیجا تھا۔ اگر ہم ان زبردست شہادتوں کو بھی یک طرف کر دیں۔ طرطولین اور یوسی بی اس کی تحریروں کو غلط خیال کریں اور یہ سمجھ لیں کہ جن کاغذات کا وہ حوالہ دیتے ہیں وہ جعلی تھے تو بھی ہمارے اندر اس بات کا یقین پیدا نہیں ہو سکتا کہ بادشاہ نے عیسائیوں پر ظلم کرنے کے کام میں شرکت کی۔ میرا اپنا عقیدہ یہ ہے (اور اپنے خیال کی تائید میں میرے پاس بہت سی دلائل موجود ہیں) کہ اس معاملے میں اس کا حصہ بہت ہی بے حقیقت تھا۔

اگر مارکس آرہی لیس کے مداح طرطولئین جیسے شخصوں کی شہادت کو جواس کے حق میں ہے منظور نہ کریں۔ تو کم از کم انہیں یہ کہنے پر تو مجبور نہ کرنا چاہیئے کہ وہ ان باتوں کو مانتے ہیں جو دوسرے اس کے خلاف کہتے ہیں +

اپنے مراقبات میں مارکس عیسائیوں کا صرف ایک ہی موقعہ پر ذکر کرتا ہے اور اس موقعہ پر بھی وہ صرف ان کی موت سے لاپروا ہونے کا سرسری طور پر حوالہ دیتا ہے جس کا باعث اس کے نزدیک ایک ٹیٹس کی طرح کوئی شریفانہ اصول نہ تھا بلکہ محض ضد اور ہٹ دھرمی۔ یہ بات اغلب ہے کہ وہ عیسائیوں کو اسی نفرت سے دیکھتا تھا جو اس زمانے میں عام تھی لیکن یہ خیال کہ وہ ایک سرد مہر جابر اور حد درجے کا ظالم تھا۔ نہ صرف اُس کے سارے چال چلن کے خلاف ہے بلکہ اس رحم کے بھی جو اس کی طبیعت میں مضمر تھا۔ برعکس اس کے عام طور پر وہ تمام قانونی سزاؤں کی سختی کم کرنے کے لئے ہر ایک ممکن کوشش کرتا تھا اس لحاظ سے یہ الزام بالکل غلط سمجھنا چاہیئے۔ کون شخص خیال کر سکتا ہے کہ وہ آدمی جس نے اپنے عہد میں صرف ایک مندر بنوایا اور وہ بھی فیاضی کی دیوی سے منسوب کر دیا۔ جو نہ صرف غیر مذاہب سے بغض نہ رکھتا تھا بلکہ ان کی ہر طرح پر عزت کرتا تھا۔ جسکی تحریر کے لفظ لفظ اور حرف حرف سے خیر خواہی عامہ اور نرمی کی بُو آتی ہے وہ اپنی رعایا کے ان لوگوں کو تکلیف دینے کے کام میں شریک ہوا ہوگا۔ جو بالکل بے قصور۔ بجید دلیر اور کسی کو تکلیف نہ دینے والے تھے +

معاملات کی حقیقی صورت حسب ذیل معلوم ہوتی ہے:۔

مارکس کے سارے عہدِ حکومت میں سلطنت جن عظیم مصائب میں مبتلا رہی ان کے باعث لوگوں پر سخت آفت نازل ہوئی اور ان کے دلوں میں اس خیال سے جوش پیدا ہو گیا کہ عیسائی چونکہ ایک خدا کو مانتے ہیں اس لئے دیوتاؤں کے اندر ناراضگی پیدا ہو گئی ہے۔ اس خیال سے لوگوں کے اندر گاہ بگاہ حد درجے کا جوش پھیل جاتا تھا۔ جسے صرف محدودے چند زبردست

طبیعت کے حاکم ہی روک یا دبا سکتے تھے۔ اس بارے میں جب مارکس سے اپیل کی گئی تو اس نے یہ کہہ کر معاملے کو ٹال دیا کہ موجودہ قوانین کے مطابق کارروائی ہوتی رہے۔ وہ قانون تراجن کے وقت کا پرانا تھا۔ چھوٹے پلائنی نے جو بتھینیا کا حاکم تھا۔ تراجن سے یہ معلوم کر بھیجا تھا کہ عیسائیوں سے کیا سلوک کیا جائے۔ اس نے اس بات کو تسلیم کرتے ہوئے کہ ان لوگوں کی زندگی بالکل بے عیب ہے یہ بات لکھی تھی کہ ان کے باعث مندر دیوتاؤں سے خالی ہو چکے ہیں اور پوجاریوں کو سخت جوش چڑھا ہوا ہے۔ اِس کے جواب میں تراجن نے لکھ بھیجا کہ عیسائیوں کو ڈھونڈنے کی کوشش نہ کی جائے لیکن اگر وہ کسی حاکمِ ضلع کے روبرو لائے جائیں اور اپنا مذہب ترک نہ کرنے پر اصرار کریں تو انہیں مروا دیا جائے۔ ہیڈریئن اور انطونینس پائیس اسی پالیسی پر عامل رہے تھے اور مارکس آری لیئس کو بھی اس میں تبدیلی کی کوئی وجہ نظر نہ آئی۔ لیکن ہرچند کہ یہ قانون ایامِ امن میں بیکار خیال کیا جا سکتا تھا۔ تاہم فتنہ و فساد کے دنوں میں اسے اذیت دہی کا خطرناک ذریعہ بنا سکتے تھے۔ جیسا کہ قابلِ اعزاز پولی کارپ اور لائینز اور وائینا کی بدقسمت کلیساؤں کی حالت میں ہوا۔ بُت پرست لوگ خیال کرتے تھے کہ دیوتاؤں کی تباہ شدہ زمینوں۔ پالے۔ قحط۔ وبا۔ زلزلوں۔ گرجنے والے سمندروں اور آگ کی طرح گرم ریگ پر شور لڑائیوں۔ جلتے ہوئے قصبوں۔ ڈوبتے ہوئے جہازوں اور دُعا کے لئے اُٹھے ہوئے ہاتھوں کو دیکھ کر خفیہ طور پر مُسکرانے کی وجہ ان قابل نفرت عیسائیوں کی ناخداترسی اور سچے اعتقاد پر قائم نہ ہونا ہے اور یہ ایک ایسے گناہ کے بواعث ہیں جس کی تلافی صرف گنہگاروں کی موت کے ذریعہ ہو سکتی ہے۔ طرطولین لکھتا ہے کہ "انکے دشمن ان کی نفرت کا یہ فضول عذر پیش کرکے کہ عیسائی ہی ہر ایک عام مصیبت کا باعث ہیں۔ بلند آواز سے بے گناہوں کا خون طلب کرتے ہیں" اگر دریائے نیل ٹائیبر کناروں پر سے بہ نکلے یا دریائے نیل نہ بہے۔ اگر آسمان سے وقت پر بارش نہ ہو؟ اگر قحط اور وبا پھیل جائیں تو فوراً ہر طرف یہ آواز پھیل جاتی تھی

کہ عیسائیوں کو شیروں کے آگے پھینک دو۔ ابتدائی تین صدیوں میں "عیسائیت کو دُور کردو" کا نعرہ ایسا ہی وحشیانہ ہوتا تھا۔ جیسے اٹھارھویں صدی میں "پوپ کو دُور کردو" کا۔ مارکس نے ان میں سے ایک کی طرف اگر توجہ نہ دی تو یہ بات اس سے کم قابل شرم نہیں کہ زمانہ حال کے بڑے بڑے مدبروں نے دوسرے نعرے کے فضول جوش میں آکر اس کی طرف دھیان نہیں دیا۔ ان شہادتوں کے لئے جو مارکس آرے لیس کے عہد میں ہوئیں وہ خود کہاں تک قابلِ الزام قرار دیا جاسکتا ہے؟ میرے خیال میں ہمیں اس پر زور یا بے سمجھی سے یا اندھا دھند طریقے پر الزام نہ لگانا چاہیئے۔ قوت مدرکہ اس امر کی متقاضی ہے کہ ہم زمانہ حال کو زمانہ گزشتہ سے ملادیں۔ یا مارکس کے چال چلن کی نسبت ایسے طریق پر اندازہ لگائیں گویا وہ اُنیسویں صدی میں ہوگزرا ہو یا گویا وہ اناجیل سے پورے طور پر خبردار اور شہدا کی روایات سے پورا باخبر ہو۔ اس سے پہلے دانا اور نیک لوگ اپنی پُرغرور جہالت میں عیسائی مذہب کا نفرت اور حقارت سے ذکر چکے تھے۔ اس کے تخت کے گرد جو فیلسوف رہا کرتے تھے اُن کا سلوک اِس مذہب سے نفرت اور حسد کا ہوا کرتا تھا۔ بہ ہیئت مجموعی قوم ان افواہوں کو بالکل صحیح سمجھتی تھی۔ جو ان کی خوفناک نیم شبانہ مجالس کے متعلق مشہور تھیں۔ جن کے متعلق خیال کیا جاتا تھا کہ اِن میں بچّوں کا گوشت بطور ضیافت کے کھایا جاتا ہے اور اسی طرح اور بہت سے توہمات ان سے منسوب کئے جاتے تھے۔ اِن سخت اتہامات یعنی آدم خوری اور گوترگمن (مباشرت با محرمت) کے خوفناک الزامات کی تائید زیرِعذاب غلاموں کی حلف دروغی سے ہوتی تھی۔ کیونکہ اس قسم کی شہادت زمانہ مابعد کی طرح اس زمانے میں بھی صداقت کا بہترین معیار خیال کی جاتی تھی +

اس زمانے میں مذہب عیسوی کو بہت سے رذیلانہ اور عجیب توہمات کا مجموعہ خیال کیا جاتا تھا اور اپنی عدالتی حیثیت میں شہنشاہ کا اگر کبھی عیسائیوں سے سامنا ہوا بھی تو وہ اکثر ایسے لوگ ہوتے تھے جو ہرگز اس نام کے لائق

نہ تھے۔ بہر نوع نہایت حلیم۔ پاک اور بہترین لوگوں سے جن میں حلم دنیا سے کنارہ کشی وغیرہ خوبیاں موجود ہوتی تھیں۔ اس کا بہت کم سامنا ہوتا تھا جب ہم ایسی باتوں پر پورے طور پر توجہ دیں تو فوراً مارکس آری لیس کو اس معاملے میں لاعلمی سے کارروائی کرنے کے لئے ہم معاف کرنے کو تیار ہو جاتے ہیں اور اس بات کو تسلیم کرنے لگتے ہیں کہ شائد عیسائیوں کو تکالیف دینے میں وہ اپنے نکتہ خیال سے خدا کی مرضی کے مطابق ہی کام کر رہا ہو۔ اپنے اعتقاد کی صداقت۔ حکومت کی دیانتداری۔ فلاح خلائق کے عمق اور اپنے فلسفیانہ عقائد کی عظمت کے باعث وہ ایک وحشی منش کموڈس یا قابلِ نفرت ہیلیوگیبوس کی نسبت کلیسیا کا بدتر دشمن بنگیا۔ لیکن ساتھ ہی ہم دیکھتے ہیں کہ اس میں تکلیف دینے کی ذرا بھی خواہش نہ تھی۔ یہ بات کہ عیسائیوں کو جو تکالیف ملیں وہ اتفاقیہ اور خود رو تھیں۔ اس کی براہ راست تحریک سے ان کا کوئی واسطہ نہ تھا اور اس میں اس کی خواہش کو کوئی دخل تھا اس طرح بر ظاہر ہوتی ہے کہ شہادتیں زیادہ تر گال اور ایشیا کوچک میں واقع ہوئیں۔ خاص روما میں نہیں ہوئیں ضرور ہے کہ خاص روما میں سینکڑوں عیسائی موجود ہونگے جو ہر وقت شہنشاہ کے زیر نگاہ رہتے ہونگے۔ بیشمار عیسائی خود اس کی فوج میں موجود ہونگے تاہم یہ بات کبھی سُننے میں نہیں آئی کہ اس نے انہیں تکلیف دی ہو۔ سارڈیس کا لاٹ پادری ملیٹو شہنشاہ کو مخاطب کرتا ہوا اس بات کا شبہ ظاہر کرتا ہے گویا وہ درحقیقت اس طریقے سے واقف نہیں جس میں اس کی عیسائی رعایا سے سلوک ہوتا ہے۔ جسٹن شہید اپنے معافی نامہ میں اسے پورے اعتبار اور گہرے اعزاز کے ساتھ مخاطب کرتا ہے۔ فی الحقیقت اس معاملے میں وہ "بے قصور لیکن بدقسمت تھا" یہ خیال افسوسناک ہے کہ قابلِ اعزاز پولی کارپ اور فاضل جسٹن کی زندگیاں اپنے اصولوں کی خاطر نہ صرف ایک ایسے نیک شخص کے عہد میں بلکہ اس کی حکومت کے باعث تلف ہوئی ہوں۔ تاہم یہ بات ہمارے اندر مہربانی کے عنصر اور قوتِ متخیلہ کی عدم موجودگی پر دلالت کریگی اگر ہم اس

بات پر یقین نہ کریں کہ گوان لوگوں نے اسکے ہاتھوں تاج شہادت پہنا لیکن ان شہدائے اعظم کی روح میں سب سے پہلے اس بیجد پاکباز بُت پرست کا اس تنفیع کی موجودگی میں جس کی کلیسیا کو اس نے تکالیف دیں۔ لیکن جس کی نیکیاں اس کی رُوح کی اپنے اندر موجودگی سے تعلق رکھتی تھیں جس کی بیخبری اور بے سمجھی کے عالم میں وہ پرستش کرتا تھا اور جس کی اگر کبھی اسے واقفیت یا خبر ہوتی تو وہ تہ دل سے اِس کے ساتھ محبت کرتا اور اپنی شریف اور بیداغ زندگی کی ہم آہنگی کے باعث شان و شوکت حاصل کرتا۔ خیر مقدم کرتیں +

سنہ ۱۷۸ء میں لائینز اور وائینا کی کلیسیاؤں کو تکالیف دی گئیں اس کے تھوڑا عرصہ بعد تازہ جنگ چھڑ جانے کے باعث بادشاہ کو بجانب شمال جانا پڑا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ اسے دوبارہ دیکھنے کے خیال سے مایوس ہو کر بڑے بڑے اہل روما نے اس سے درخواست کی کہ وہ انہیں الوداعی فہمایش کر جائے۔ چنانچہ تین دن تک وہ اِن کے ساتھ فلسفیانہ مسائل پر گفتگو کرتا رہا۔ جب وہ میدانِ جنگ میں پہنچا تو فتح نے دوبارہ اس کے گھوڑے کی لگام کو بوسہ دیا لیکن مارکس اب بوڑھا ہوتا جا رہا تھا اور اپنی طویل اور تھکا دینے والی زندگی کی تکالیف ۔ مصائب اور سفر سے تھک چکا تھا۔ ذہنی تفکرات اور جسمانی تکان نے اس کا کام تمام کر دیا۔ اور وہ نیونیا میں جو ہنگری ۔ آسٹریا اور سرویا کے ایک حصے کا نام تھا یا تو بمقام وائینا یا سرمیم میں جو دار السلطنت تھا مختصر سی بیماری کے بعد ۱۷۔ مارچ سنہ ۱۸۰ء کو ۵۹ سال کی عمر میں ۲۰ سال حکومت کر کے انتقال کر گیا +

موت اس کے لئے کوئی مصیبت نہ تھی۔ وہ اداسی کے ساتھ باخبر تھا کہ "کوئی شخص ایسا خوش قسمت نہیں جس کے پاس اس کے مرنے کے وقت بعض اشخاص ایسے نہ ہوں جو اس ہونے والی کارروائی سے خوش نہ ہوں فرض کرو کہ وہ دانا یا نیک شخص تھا تو کیا آخر کار کوئی شخص یہ کہنے والا نہ نکل آئے گا کہ اس سکول ماسٹر سے چھٹ کر اب ہمیں کھلے طور پر سانس لینا چاہیئے

یہ سچ ہے کہ وہ ہم میں سے کسی کے ساتھ سختی نہ کرتا تھا تاہم میں محسوس کرتا ہوں کہ وہ خاموش طریقے پر ہمیں بُرا بھلا کہتا ہے؟ ... جب تو مرنے لگے گا تو اِن باتوں پر غور کرے گا اور یہ سوچکر زیادہ قناعت کے ساتھ رخصت ہوگا کہ "میں ایک ایسی زندگی سے جا رہا ہوں کہ میرے وہ ہم جلیس جن کی خاطر میں نے کوشش کی۔ تفکرات برداشت کئے اور اس قدر دُعائیں کی ہیں وہ بھی یہی خواہش رکھتے ہیں کہ میں رخصت ہو جاؤں جس سے اِن کا منشا شاید کسی قدر منافع حاصل کرنے کا ہے"۔ پھر کیا ضرورت ہے کہ کوئی یہاں زیادہ عرصے تک ٹھیرنے پر اصرار کرے؟ مگر اس وجہ سے ان کے ساتھ کم مہربانی کے خیالات دِل میں لئے ہوئے رخصت نہ ہو۔ بلکہ اپنے چال چلن کو ثابت قدم رکھتے اور دوستی فیاضی اور مہربانی کے خیالات رکھتے ہوئے رخصت ہو"۔ نیکی کے قوانین کو چھوڑنے کی نسبت موت سے کم خوف کھاتا ہوا وہ کہتا ہے۔" اے موت جلد آ مبادا آخری وقت پر میں اپنے طریقوں کو بھلا دوں"۔ اس قول کا کسی نے بہت اچھا مقابلہ بوسوئیٹ کے اس قول سے کیا ہے جو وہ ایک عیسائی کی زبانی کہلاتا ہے" اے موت تو میرے منصوبوں میں برہمی پیدا نہیں کرتی بلکہ انہیں پورا کرتی ہے۔ اے مہربان موت جلدی کر ...... اب مجھے رخصت ہونے دے" +

اِس سے زیادہ شریف۔ عالی۔ خالص اور شیریں رُوح ایک ایسی رُوح جو خوشحالی سے بہت کم پھولے۔ لیکن مصیبت میں یکساں حالت پر رہتے ایک ایسی رُوح جو نیکی۔ قلب کی صفائی اور نفس کُشی کی اِس سے زیادہ شہادت رکھتی ہو۔ کبھی اپنے آسمانی باپ کی موجودگی میں نہیں گئی۔ نہیں اور بات کچھ تعجب نہیں کہ اِن تمام لوگوں نے جو صاحب توفیق تھے اس کے بُت بنوا کر پاس رکھے جو بُت پرست گھرانوں کے خانگی دیوتاؤں میں دیکھے جانے تھے اور لوگ اس شخص کی یاد سے جو مشکلات کے درمیان اور بدیوں سے محصور رہ کر اپنے آپ کو ایسا دانا۔ بڑا اور نیک آدمی ثابت کر چکا تھا امکان کا شاندار

احساس حاصل کرکے زیادہ با امید اور خوش ہوتے تھے +

"اے نوجو زیادہ شریفانہ اوقات اور زیادہ مطمئن دلوں کے لئے بنایا گیا تھا۔ اسے مطالعہ کرنے والے تھنکر جو سچائی کا زبردست حامی تھا۔ فیلسوف دولت اور موت سے نفرت کرنے والا۔ لیکن صابر۔ بچے کی طبیعت والا۔ زندگی اور محبت سے معمور!" +

چوتھی فصل

مارکس اورلیاس کے "مراقبات"

مارکس اورلیاس ہرچند کہ ایک شہنشاہ تھا تاہم اس نے اپنے گرد دنیا کو غیرصادق اور تکلیف دہ پایا۔ لیکن اس نے سُستی کے ساتھ افسوس کرنے یا جھگڑالوپن کے ساتھ آہ وزاری میں وقت ضائع کرنا ضروری نہیں سمجھا۔ وہ اپنے دل میں سوچتا تھا کہ اگر غم اور اضطراب دیوتاؤں کی طرف سے آتا ہے تو میں اِن کے ہاتھ کو بوسہ دیتا ہوں (یعنی ان تکالیف کو حلم سے برداشت کرنیکو تیار ہوں) "وہ اپنی شکستہ تلوار کو فاتح قسمت کے روبرو عاجز اور مردانہ دِل کے ساتھ پیش کرتا تھا۔" بہرنوع اس کے کرنے کے لئے فرائض موجود تھے اور وہ انہیں دلیرانہ طور پر یعنی جوش صداقت اور خوشی سے کرنے لگتا تھا۔ اِس بادشاہ کے اصول ایسے نہیں ہیں کہ انہیں کسی فلسفیانہ سسٹم کے مقررہ طریقوں کے مطابق قائم کیا جاسکے۔ لیکن وہ عظیم قوانین جو اس کے افعال کی رہنمائی کرتے اور زندگی کے متعلق اس کے خیالات کو ڈھالتے تھے وہ چند اور سادہ تھے۔ اور اپنے مراقبات کی کتاب میں جو محض اس کی پرائیویٹ ڈائری ہے جسے وہ جنگ اور حکومت کی تکالیف کے درمیان ذہنی آرام کی خاطر لکھا کرتا تھا وہ ان کا بار بار

ذکر کرتا ہے۔ وہ خود سے کہتا ہے "تماشے۔ جنگ۔ استعجاب۔ کاہلی اور غلامی یہ سب باتیں تیرے ان مقدس اصولوں کو دور کر دینگی" اور یہی وجہ تھی کہ اس نے ان اصولوں کو لکھ لیا تھا۔ اِن میں سے بعض کا ذکر قبل ازیں انہی سطور میں ہو چکا ہے اور باقی ذیل میں درج کئے جاتے ہیں جن میں زیادہ تر مسٹر جارج لینگ کے خوشنما اور عالمانہ ترجمے سے مدد لی گئی ہے +

بادشاہ تمام تکالیف۔ شکایات اور مصائب کو نہایت دانایانہ طور پر تین رخوں سے دیکھا کرتا تھا۔ یعنی اگر تو وہ دیوتاؤں کی طرف سے ہوں تو وہ سمجھتا تھا کہ وہ ایسے قوانین کے باعث ہیں جو ہماری قدرت سے باہر ہیں۔ اگر وہ اشیا کی فطرت کی طرف سے ہوں تو انہیں نسبتاً ماتحت اور ضروری خیال کیا جاتا تھا اور اگر خود ہماری طرف سے ہوں تو وہ لاپروائی اور استقلال کی اس مقدار پر انحصار رکھتی ہیں جس سے ہم انہیں برداشت کرتے ہیں +

اس کی توضیح ذیل کے فقرات سے زیادہ اچھے طور پر ہوتی ہے "نظامِ عالم ایسی ذہانت اور دانائی سے مرتب شدہ ہے کہ اس کے تمام حصے ایک دوسرے پر انحصار رکھتے ہیں۔ اِس طرح پر اس نے ادنیٰ چیزوں کو اعلےٰ کی خاطر بنایا ہے اور اعلےٰ کو ایک دوسرے سے فٹ کر دیا ہے" (۵ - ۳) +

"مادی چیزیں روح سے تعلق نہیں رکھتیں کیونکہ وہ دائمی اور ناقابلِ حرکت رہتی ہیں۔ لیکن ہمارے اضطرابات صرف اسی رائے سے پیدا ہوتے ہیں جو ہمارے اندر ہو . . . . عالم ایک تبدیلی ہے۔ زندگی ایک رائے (۴-۳)

"یرقان کے مریض کو شہد کڑوا معلوم ہوتا ہے۔ اور جن کو دیوانے کتوں نے کاٹا ہو انہیں پانی سے خوف آتا ہے۔ اور چھوٹے بچوں کے لئے گیند ایک عمدہ چیز ہوتی ہے۔ تو پھر میں کیوں ناراض ہوں؟ کیا تو خیال کرتا ہے کہ ایک غلط رائے کی طاقت مریض یرقان کے اندر صفرا یا دیوانے کتے کے کٹے ہوئے شخص کے اندر زہر کی نسبت کم ہوتی ہے" (۶ - ۵۲) +

"ہر ایک خیال جو تکلیف دہ اور مناسب حال نہ ہو اسے دور کرنا اور

مٹا دینا اور اس طرح پر آرام حاصل کرنا کس قدر سہل ہے؟ (۲-۵) +

جن فقروں میں مارکس برائی کا بطور ایک ماتحت چیز کے یعنی نیکی جو بن رہی ہو یا آیندہ بننے والے خوشنما پھول کی کچی اور تلخ کلی کے طور پر ذکر کرتا ہے وہ ہر چند کہ پوری وضاحت سے بیان نہیں کئے گئے تاہم ان سے اس کا یہ عقیدہ ظاہر ہوتا ہے کہ بُری چیزوں کے متعلق ہمارا خیال زیادہ تر اس ناقابلیت سے پیدا ہوتا ہے جس کے باعث ہم ان مجموعۂ کل کو جس کے وہ ماتحتی پُرزے ہیں دیکھنے سے قاصر رہتے ہیں +

وہ بیان کرتا ہے کہ "سب چیزیں اس کل دنیا کی حاکمانہ قوت کی طرف سے یا تو براہِ راست یا بطور نتیجے کے آتی ہیں۔ چنانچہ شیر ببر کا کھلا ہوا جبڑہ زہریلی چیزیں۔ ہر ایک تکلیف دہ شے مثلاً کانٹا یا کیچڑ یہ سب کسی عظیم الشان اور خوشنما چیز کے بلاواسطہ اثرات ہیں۔ اس لئے یہ مت خیال کر کہ وہ اِن سے مختلف قسم کی چیزیں ہیں جنکی تو عزت کرتا ہے بلکہ سب کے منبع کے متعلق صحیح رائے قایم کر" +

ایک اور عجیب فقرے میں وہ بیان کرتا ہے کہ تمام چیزیں جو قدرتی اور ان اسباب کے مطابق ہوتی ہیں جو انہیں پیدا کرتے ہیں ان میں اپنی وضع کی ایک خاص خوبصورتی اور دلچسپی موجود ہوتی ہے مثلاً روٹی جب پک جاتی ہے تو اس کی سطح پھٹ اور اس میں جھریاں سی پڑ جاتی ہیں۔" ایسے ہی جب انجیریں پک جاتی ہیں تو وہ پھٹ پڑتی ہیں اور پکے ہوئے زیتون کی حالت میں اس کا گلنے کے قریب ہونا ہی میوے میں ایک خوبصورتی پیدا کرتا ہے اناج کے بھٹے جھکے ہوئے۔ شیر ببر کی بھویں اوپر کو اٹھی ہوئی اور جھاگ جنگلی سوروں کے مُنہ سے بہتا ہوا۔ اور اَور بہت سی چیزیں گو کہ اگر انسان الگ الگ ان کا امتحان کرے تو وہ خوبصورت نہیں ہیں تاہم چونکہ وہ ان اشیا کا نتیجہ ہیں جنہیں قدرت نے تیار کیا ہے اس لئے وہ ان کی آراستگی میں مدد دیتی ہیں اور طبیعت کو فرحت بخشتی ہیں۔ پس اگر انسان اپنے اندر ان چیزوں کے متعلق

جو دُنیا میں پائی جاتی ہیں۔ احساس اور گہری بصیرت رکھتا ہو تو ایسی کوئی چیز جو بطور نتیجے کے ہو موجود نہیں ہے جو اسے راحت بخش نظر نہ آئے " (۲-۲)۔

قدرت کے ساتھ یہ تطابق۔ قدرت کی یہ پیروی اور اس کے تمام قوانین کی اطاعت رومہ کے فرقہ سٹواک کے اصولوں کی بنیاد ہے +

"ہر ایک شے جو کسی طریقے پر خوشنما ہے وہ خود اپنے اندر خوشنما ہے (یعنی اس کی فطرت میں خوشنمائی موجود ہے) اور اپنے اندر ختم ہو جاتی ہے۔ یعنی تعریف اس کا کوئی جزو نہیں ہوتی۔ پس تعریف کرنے سے نہ کوئی چیز بُری اور نہ اچھی ہو جاتی ہے۔ کیا زمرد جیسی چیز کی تعریف نہ کی جائے تو وہ پہلے کی نسبت بُری ہو جاتی ہے؟ اور یہی بات سونے۔ ہاتھی دانت۔ ارغوانی پتھر بربط۔ چھوٹے چاقو۔ پھول اور جھاڑی پر صادق آتی ہے " (۴-۲۰) +

"اے عالم ہر چیز جو تجھ سے ہم آہنگ ہے وہ مجھ سے بھی ہم آہنگ ہے تیرے لئے جو چیز وقت پر ہے وہ میرے لئے نہ قبل از وقت نہ بعد از وقت ہے۔ تیرے موسم جو چیزیں لاتے ہیں وہ سب میرے لئے پھل ہیں۔ اے قدرت تجھ ہی سے سب چیزیں ہیں۔ تجھ میں ہی سب چیزیں ہیں اور تجھ ہی کو سب چیزیں واپس جاتی ہیں۔ شاعر کہتا ہے۔ سیکرو پس کا پیارا شہر اور کیا تو نہ کہے گا خدا کا پیارا شہر؟" (۴-۲۳) +

"اپنے آپ کو خواہش کے ساتھ قسمت کے حوالے کر دو اور تمہارے دھاگے کو وہ جس چیز میں کاتنا چاہتی ہے کاتنے دو" (۴-۳۴) +

صبح کے وقت بستر سے اُٹھنا ایک بہت چھوٹی سی بات ہے لیکن اس میں بھی اس اصول سے عملی طور پر کام لینے کا ایک ذریعہ بتایا ہے +

"صبح کے وقت جب تو بغیر خواہش کے اُٹھے تو ان خیالات کو موجود ہونے دے۔" میں ایک انسانی وجود کے کام کے لئے اُٹھ رہا ہوں۔ پھر اگر میں اِن باتوں کو کرنے لگا ہوں جن کے لئے میں زندہ ہوں اور جن کے لئے مجھے اس دُنیا میں بھیجا گیا تھا تو میں کس لئے غیر مطمئن ہوں؟ یا کیا میں

اِس غرض سے بنایا گیا ہوں کہ بستر کے کپڑوں میں مگن ہو کر پڑا رہوں ؟ لیکن یہ زیادہ خوشگوار ہے ۔ تو پھر کیا تو اپنی خوشی کے لئے جیتا ہے کام یا حرکت کے لئے نہیں ؟ کیا تو چھوٹے چھوٹے پودوں ۔ چھوٹے پرندوں ۔ چیونٹیوں مکڑیوں اور شہد کی مکھیوں کو باہم ملکر عالم کے متعلق اپنے مختلف حصوں کو باترتیب کرنے میں مصروف نہیں دیکھتا ؟ کیا تو ایک انسانی وجود کا کام کرنے کا خواہشمند نہیں ہے اور کیا تو اِس کام کو جو تیری فطرت کے مطابق ہے کرنے کے لئے جلدی نہیں کرتا ؟" (۵-۱) +

اے کاہل آدمی چیونٹی کے پاس جا۔ اس کے طریقوں پر غور کر اور دانا بن ۔ یہی اصول کہ قدرت نے ہمارے لئے ہماری مناسب جگہ مقرر کر دی ہے ایک کام سرانجام دینے کی غرض سے ہمارے سپرد کیا گیا ہے اور ہمارا واحد فکر یہ ہونا چاہیئے کہ اِس عظیم کُل کی برکت کے لئے جسکے ہم بے حقیقت اجزا ہیں ، ہم اسے صحیح طریق پر ختم کریں ۔ ان قابلِ تعریف نصائح میں پایا جاتا ہے ۔ جو شہنشاہ نے دوسروں سے ہمارے برتاؤ کے متعلق کی ہیں ۔ ایک موقعہ پر وہ کہتا ہے ۔ بعض لوگ دوسروں کو صرف اس غرض سے فائدہ پہنچاتے ہیں کہ انہیں اجر کی خواہش یا توقع ہوتی ہے ۔ بعض لوگ ہر چند کہ کسی معاوضے کے خواہشمند نہیں ہوتے تاہم وہ اس بات کو نہیں بھلاتے کہ ہم نے فلاں شخص کو فائدہ پہنچایا ہے ۔ لیکن بعض ایسے بھی ہیں جو اس بات کو جانتے تک نہیں کہ ہم نے کیا کیا ہے وہ اس انگور کی بیل کی مانند ہیں جو انگور کو پیدا کر دیتی ہے مگر انہیں پیدا کرنے کے بعد اور کسی بات سے سروکار نہیں رکھتی +

پس ہمیں دوسروں کے ساتھ ایسے ہی قدرتی اور سادہ طور پر نیکی کرنا چاہیئے جیسے گھوڑا دوڑتا ہے ۔ شہد کی مکھی شہد پیدا کرتی ہے یا انگور کی بیل میں موسم بعد موسم انگور لگتے رہتے ہیں ۔ لیکن وہ ان انگوروں کا جو اس میں لگ چکے ہوں خیال تک نہیں کرتی ۔ ایک اور موقعہ پر وہ کہتا ہے " جب

تو کسی دوسرے شخص کی خدمت کر چکتا ہے تو اور کس بات کی تجھے توقع ہے؟ کیا تو اس بات پر قانع نہیں کہ تو نے اپنی فطرت کے مطابق ایک کام کر لیا اور کیا تو اس طرح اس کے لئے معاوضہ چاہتا ہے گویا آنکھیں دیکھنے یا پاؤں چلنے کے لئے معاوضہ طلب کریں؟" +

"ہر ایک قول اور فعل پر جو قدرت کے مطابق تیرے لئے مناسب ہو غور کر اور اس کے نتیجے میں جو الزام آئے اُس کے باعث صحیح راستے سے منحرف نہ ہو۔۔۔۔ لیکن اگر کسی بات کا کرنا یا کہنا اچھا ہو تو یہ نہ سمجھ کہ یہ تیرے لائق نہیں ہے" +

بعض اوقات خود مرقس آری لیئس ڈگمگا جاتا ہے زندگی کی بُرائیاں اس پر غالب آجاتی ہیں۔ وہ کہتا ہے "جیسے تجھے غسل معلوم ہوتا ہے یعنی تیل۔ پسینہ۔ میل۔ میلا پانی یہ سب چیزیں قابلِ نفرت ہیں ایسے ہی زندگی کا ہر ایک حصہ اور ہر چیز ہے" (۸-۲۴) +

پھر کہتا ہے "انسانی زندگی کا عرصہ بقا کا ایک نقطہ ہے سادہ ہمیشہ تبدیل ہوتا رہتا ہے۔ اشیا کی حقیقی ماہیت معلوم کرنے کے متعلق انسان کی قوت ممیزہ کند ہے۔ سارے جسم کی ترکیب سڑ جانے والی ہے۔ رُوح ایک چکر ہے۔ قسمت کا قبل از وقت اندازہ لگانا مشکل ہے اور شہرت عقل سے عاری چیز ہے"۔ لیکن اکثر وہ اطمینان قلب کو قائم رکھتا اور کہتا ہے "یا تو تو یہاں رہتا ہے اور اپنے آپ کو اس کا عادی کر چکا ہے یا تو جا رہا ہے اور یہ تیری اپنی مرضی تھی یا تو مر رہا ہے اور اپنے فرض کو پُورا کر چکا ہے۔ لیکن ان باتوں کے علاوہ اور کچھ نہیں۔ اِس لئے اپنے دِل کو خوش رکھ" (۱۰-۲۲) +

"مجھے لے جا اور جہاں تیری مرضی ہو پھینک دے۔ کیونکہ اس صورت میں مَیں اپنے اعلیٰ حِصّہ کو مطمئن یا قانع رکھ سکوں گا۔ اگر وہ اپنے مناسب مزاج کو محسوس اور اُس کے مطابق عمل کر سکے گا" (۸-۴۵) +

یہ امر قابلِ اطمینان ہے کہ سٹوائک فلاسفی میں بھی لوگوں کو مایوسی سے باز

رکھنے کے لئے کچھ نہ کچھ آرام موجود تھا۔ ایسے باریک بین اور مقدس ضمیر کے لئے جیسا کہ مرقس کا تھا "گناہوں کی معافی" کی عیسوی تلقین میں بے اندازہ گراں بہائی ہوتی۔ اس ربانی رحم۔ اس گناہ زائل کر دینے والی طاقت کا قدیم دُنیا کو کچھ علم نہ تھا۔ لیکن مرقس میں ہمیں اس تلقین کا ہلکا اور دُھندلا سا سایہ نظر آتا ہے جیسے ایک ایسے طریقے پر ظاہر کیا گیا ہے کہ کم ازکم اسکے ذریعہ اس فیلسوف کو اندرونی اطمینان حاصل ہو سکتا تھا گو مصیبت زدہ گروہ کے دلوں تک اسکی رسائی ناممکن تھی۔ کیونکہ وہ کہتا ہے " فرض کر کہ تو قدرتی اتحاد سے علیحدہ ہو چکا ہے کیونکہ قدرت نے تجھے ایک حصہ بنایا تھا مگر اب تو نے اپنے تئیں جدا کر لیا ہے۔ تاہم یہاں پر وہ خوشنما انتظام موجود ہے۔ جس کی بدولت پھر ملحق ہو جانا تیرے اختیار میں ہے۔ سوائے انسان کے خدا نے اور کسی حصے کو اسبات کی اجازت نہیں دی کہ جب وہ ایک بار علیحدہ ہو اور کٹ جائے تو پھر جُڑ سکے۔ لیکن اس نیکی پر غور کر جس کے ذریعہ اس نے انسان کو یہ استغراق بخشا ہے کیونکہ اس نے یہ بات انسان کے اختیار میں رکھی ہے کہ علیحدہ ہو جانے کے بعد وہ واپس آکر متحد ہو اور اپنی جگہ دوبارہ حاصل کر سکتا ہے۔" ایک اور موقعہ پر کہتا ہے " اگر تم سچے اور فیاضانہ چال چلن کو برقرار نہیں رکھ سکتے تو کسی گوشہ تنہائی میں چلے جاؤ جہاں تم انہیں برقرار رکھ سکو۔ یا اگر وہاں بھی تم اس کوشش میں ناکام رہو تو جوش سے نہیں بلکہ حیادار اور سادہ آزادی کے ساتھ خودکشی کر کے فوراً زندگی سے رخصت ہو جاؤ۔ کیونکہ اس طرح پر کم ازکم ایک قابلِ تعریف کام تو ضرور تم سے سرزد ہو گا۔" یہ امر افسوس ناک ہے کہ مرقس آری لیئس کو بھی دانا اور نیک بننے کی کوشش میں آخر ناکام رہ کر بحالت مایوسی جائے پناہ صرف موت ہی نظر آئی ہو +

مرقس اپنے دِل کو مضبوط اور پاک رکھنے کا بہترین ذریعہ پرہیزگاری اور ایثار نفس کو خیال کرتا تھا مگر ہم یہ معلوم کر کے خوش ہیں کہ وہ زہد و ریاضت کی تکلیفات اور سختیوں کی قدر نہ کرتا تھا۔ اس کی زندگی اپنے ساتھ کافی اور

کافی سے زیادہ مخالفت لائی جس سے وہ بُرائیوں کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار ہونے کے قابل ہوگیا اس کے علاوہ مصیبت کی بادِ تند اس کی زندگی میں پہلے ہی سے اس قدر تیز چلتی تھی کہ اس نے اپنی حرکات کے ذریعہ اس میں اضافہ کرنا غیر ضروری سمجھا۔ وہ کہتا ہے "یہ مناسب نہیں ہے کہ میں اپنے تئیں تکلیف دوں کیونکہ میں نے دیدہ و دانستہ کبھی کسی دوسرے کو بھی تکلیف نہیں دی۔ (۸-۴۲) +

قدیم فلسفہ کی یہ ایک معمولی بات تھی کہ دانا آدمی کی زندگی موت پر غور کرنے اور اس کی تیاری میں بسر ہو۔ یہی حالت یقیناً مرقس آری لیئس کی تھی انسان کے بے حقیقت ہونے اور فنا کے اس عظیم سمندر کے خیالات جو زمانہ مستقبل میں اسے اور اس کے افعال کو نگل جانے والا ہے ہر وقت اسکے دِل میں موجود ہیں۔ دوسرے خیالات کی نسبت ان کی طرف وہ زیادہ متواتر رجوع کرتا ہے اور ہمیشہ وہ ان سے وہی اخلاقی سبق حاصل کرتا ہے +

"چونکہ ممکن ہے کہ تو اسی لمحہ میں زندگی سے رخصت ہو جائے۔ لہذا اپنے افعال اور خیالات کو اِسی خیال کے مطابق بنا . . . . یقینی موت اور زندگی۔ عزت اور بے عزتی۔ تکلیف اور راحت یہ سب باتیں یکساں طور پر نیکوں اور بدوں کو پیش آتی ہیں۔ کیونکہ وہ ایسی باتیں ہیں جو ہمیں نہ تو بہتر اور نہ بدتر بناتی ہیں۔ اس لئے وہ بُری بھلی بھی نہیں ہیں" (۲-۱۱)+

ایک اور جگہ وہ کہتا ہے کہ ہپوکریٹس نے امراض کا علاج کیا لیکن وہ بھی مرگیا۔ اہل کالدیہ نے زمانہ مستقبل کی پیشینگوئیاں کیں وہ بھی مرگئے سکندر اعظم پومپی اور قیصر نے ہزاروں کو تلف کیا پھر خود تلف ہو گئے جوؤں نے دیموقریطس اور اَور جوؤں نے سقراط کو مار ڈالا۔ انٹیطس اسکی بیوی اس کی دختر اس کے جانشین اور آباؤ اجداد سب مر چکے ہیں۔ ویسپین اور اُس کے درباری اور وہ سب لوگ جو اُس کے زمانہ میں دعوتیں اُڑاتے شادی کرتے۔ بیمار ہوتے اور سودا کرتے تھے۔ جنگ اور خوشامد کرتے اور

سازشیں گانٹھتے تھے۔ جو بڑبڑاتے اور دوسروں کے مرنے کی خواہش کرتے تھے اور جو بادشاہ یا قنصل بننے کے لئے تڑپتے تھے وہ سب مر چکے ہیں۔ وہ سب کاہل لوگ جو آج کل ایسی ہی باتیں کرتے ہیں۔ ان کی قسمت میں بھی مَر جانا لکھا ہے۔ تمام انسانی چیزیں دھوئیں کی مانند بے حقیقت ہیں اور اس بات کا فیصلہ ہمارے نہیں بلکہ دیوتاؤں کے اختیار میں ہے کہ ہم اس تماشے کو آخر تک انجام دیں (یعنی پُوری زندگی بھوگیں) یا اس کا کسی قدر حصّہ ہی انجام دیکر قبل از وقت مر جائیں۔" ایک ہی قربانگاہ پر لوبان کے بہت سے ٹکڑے موجود ہیں۔ ایک پہلے گرتا ہے۔ دوسرا پیچھے۔ لیکن اِس سے کچھ فرق نہیں پڑ سکتا۔" اِن تمام خیالات کا نتیجہ یہ ہے کہ "جب تک تو زندہ ہے موت تجھ پر لٹکتی ہے۔ پس اس وقت نیک بن۔ جبکہ نیک بننا تیرے اختیار میں ہے"۔ (۴-۱۷) +

"تو کشتی پر سوار ہو چکا ہے۔ تُو نے سفر طے کر لیا ہے۔ تو کنارے پر پہنچ چکا ہے۔ اب باہر نکل آ۔ اگر تُو نے دوسری زندگی ہی میں جانا ہے تو وہاں بھی پرستش کے لئے دیوتاؤں کی کچھ کمی نہیں ہے۔ لیکن اگر تو نے اِس زندگی سے نِکل کر ایک ایسی زندگی میں قدم رکھنا ہے جہاں کسی بات کا احساس نہیں تو تجھے خوشیوں اور تکالیف کی پابندی ہی نہ رہے گی" (۳-۳) +

مرقس کو موجودہ تکالیف میں اس خیال سے بھی راحت نہ تھی کہ مجھے بعد از مرگ شہرتِ حاصل ہوگی۔ وہ کہتا ہے " انسانی معاملات کیسے سریع الزوال اور بے حقیقت ہیں۔ وہ جو کل ایک چھوٹا سا جنین تھا کل ایک حنوط کی ہوئی لاش یا راکھ ہوگا۔" "بہت لوگ جو اَب تیری تعریف کر رہے ہیں بہت جلد تجھے موردالزامات بتائیںگے نہ مرنے کے بعد کا نام کسی کام کا ہے نہ شہرت اُور نہ کچھ اَور" تمام بڑے بڑے اور مشہور آدمیوں اور ان چیزوں کا جنکی انہیں خواہش یا چاہت تھی کیا حال ہوا ہے؟ وہ "دھوآں۔ راکھ اور کہانی ہیں یا بعض حالتوں میں کہانی بھی نہیں ہیں" اپنے تمام غصوں اور حسدوں

کے بعد کامیابیوں کو آخر کار مُردہ اور چپ چاپ لٹا دیا جاتا ہے۔ بہت جلد تو سب کچھ بھول جائے گا اور ہر شخص تجھے بھول چکا ہوگا۔ لیکن یہاں بھی ایسے خیالات کے بعد وہی نتیجہ پھر نکالا جاتا ہے "پس اپنی زندگی کے تھوڑے حصے کو قدرت کے مطابق بسر کرو اور سفر کو قناعت کے ساتھ ختم کرو۔ جیسے زیتون پک کر خود بخود گر پڑتا اور قدرت کو جس نے اُسے پیدا کیا اور درخت کو جس پر وہ اُگا۔ برکت دیتا ہے" +

صرف ایک بات مجھے تکلیف دے رہی ہے اور وہ یہ کہ مبادا مجھ سے کوئی ایسی بات سرزد ہو جائے۔ جس کی اجازت قدرت کے مطابق بنی ہوئی انسانی سرشت نہیں دیتی یا ایسے طریق پر سرزد ہو جائے جس کی وہ اجازت نہیں دیتی یا وہ بات سرزد ہو جائے جس کی وہ اب اجازت نہیں دیتی" +

مرقس آری لئیس کے خیالات کا حوالہ دینے میں مجھے بڑا لطف آتا ہے۔ لیکن میں نے اس وقت تک اس کے اس قدر اقوال درج کر دیئے ہیں کہ ناظرین اس کے موٹے موٹے اصولوں سے ضرور واقف ہو گئے ہونگے۔ اب صرف اتنا باقی ہے کہ اس کے چند اور وزندار اور زرّین فقرات درج کئے جائیں جن میں وہ قانون زندگی درج کرتا ہے +

"القصہ ہر چیز جو جسم سے تعلق رکھتی ہے بمنزلہ ایک ندی کے اور وہ جو رُوح سے تعلق رکھتی ہے۔ ایک خواب اور بھاپ کی مانند ہے۔ زندگی ایک جنگ وجدل اور اجنبی کا مقام اور بعد کی شہرت فراموشی ہے۔ پس وہ کیا چیز ہے جو انسان کو مالا مال کر سکتی ہے؟ ایک اور صرف ایک ہی چیز یعنی فلسفہ لیکن اس کا منشا یہ ہے کہ انسان کا ضمیر سختی سے آزاد اور بے ضرر۔ تکلیفوں اور راحتوں سے بالا رہے۔ کوئی کام بلا مطلب یا جھوٹے یا بناوٹی طور پر نہ کرے جو کچھ واقع ہو اور جو اُس کے حصہ میں آئے اُسے منظور کرے اور انجام کار خوش دلی کے ساتھ موت کا منتظر رہے (۲-۱۷) +

"اگر تجھے انسانی زندگی میں انصاف۔ راستی۔ اعتدال۔ استقلال بالعزم

ان چیزوں میں اپنی رُوح کی طمانیت کی قسمت جنہیں یہ تجھے عقل سلیم کے مطابق اور اس حالت میں سرانجام دینے کے قابل بناتی ہے جو بغیر تیری مرضی کے تیرے لئے مقرر ہو چکی ہے۔ میں کہتا ہوں۔ اگر تجھے اس سے بہتر کوئی شے نظر آئے تو تہ دل سے اس کی طرف متوجہ ہو جا۔ اور وہ جسے تُو نے بہترین پایا ہے اُس سے خوشی حاصل کر۔ لیکن اگر تجھے باقی ہر ایک شے اس سے چھوٹی اور کم قیمت معلوم ہو۔ تو کسی اور چیز کو اس کی جگہ نہ دے ...... سادگی اور آزادی کے ساتھ بہتر چیز کا انتخاب کر کے اِس پر قایم رہ" (۳-۶) +

"انسان کے اندر تین چیزیں موجود ہیں جسم۔ رُوح اور ذہانت احساس کا تعلق جسم سے ہے۔ خواہشات کا رُوح سے اور اصولوں کا ذہانت سے۔" حِسوں کا اثر قبول کرنا حیوانات کا خاصہ ہے۔ خواہشات کے بس میں آنا زمانہ فطرت کے مردوں اور فلارس اور نیرو جیسے آدمیوں کا اور صرف ذہانت کی رہبری منظور کرنا غداروں اور ناستکوں کا" نیز ان لوگوں کا جو پوشیدہ طور پر بُرے افعال کرتے ہیں۔ ..... نیک آدمیوں کا خاصہ یہ ہے کہ جو کچھ واقع ہو اور جو کچھ قسمت دکھائے اُس پر خوش اور قانع رہتے ہیں۔ اپنے ضمیر کو ناپاک نہیں کرتے۔ نہ فضول خیالات اور فرضی تصاویر سے اس میں مخل ہوتے ہیں بلکہ اسے امن کی حالت میں رکھتے ہیں وہ خدا کی طرح اطاعت کے ساتھ اِس کی پیروی کرتے ہیں۔ صداقت کے خلاف کچھ نہیں کہتے نہ عدل کے خلاف کچھ کرتے ہیں" (۳-۱۶) +

"لوگ اپنے لئے علیحدگی کے مقامات مثلاً دیہاتی مکان۔ ساحل بحر اور پہاڑوں کی چوٹیاں تلاش کرتے ہیں۔ ممکن ہے تو بھی ایسی باتوں کو عمدہ خیال کرے۔ لیکن یہ بالکل معمولی قسم کے آدمیوں کا خاصہ ہے کیونکہ یہ اختیار تو تجھے حاصل ہے کہ جب چاہے اپنے من کے اندر ایکانت (علیحدگی) حاصل کرے انسان کسی اور جگہ اس قدر امن اور آزادی کے ساتھ ایکانت حاصل نہیں کر سکتا۔ جیسے اپنے من کے اندر بالخصوص اس حالت میں جبکہ اس کے خیالات

ایسے ہوں کہ ان کی طرف دیکھنے سے امن کامل ہوسکے اور یہ بات سوائے اس کے اور کچھ نہیں کہ من کی تربیت نہایت عمدہ ہو" (۴-۴)

کیا تم اپنے دل میں کہا کرتے ہو میں ناخوش ہوں کیوں کہ ایسا واقع ہوا ہے؟ ایسا نہ ہونا چاہئے بلکہ تمہیں یہ کہنا چاہئے میں خوش ہو گو یہ خرابی واقع ہوئی ہے کیونکہ میں دُکھ اور تکلیف سے آزاد ہوں۔ نہ تو زمانہ حال مجھے کچل سکتا ہے اور نہ مجھے مستقبل کا خوف ہے" (۴-۱۹)

ممکن ہے بعض ناظرین کو ان میں سے چند فقرات میں کسیقدر ذاتی باخبری کی دردناک جھلک نظر آئے اور وہ خیال کریں کہ ان میں کسی حد تک اطمینان قلب اور دلجمعی پائی جاتی ہے ... اس شخص کی ڈایری اور ذاتی امتحان میں جو اسقدر رتبہ بلندی پر پہنچا تھا ذاتی باخبری کا کچھ حصہ شاید ملل سمجھا جاسکتا ہے لیکن اطمینان قلب تو ان میں مطلق نہیں پایا جاتا فی الحقیقت ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شہنشاہ ظالمانہ سختی کے ساتھ اپنی ذات کا ذکر کرتا ہے۔ یقیناً وہ اپنے ساتھ اس شخص کی طرح سلوک نہیں کرتا جو اپنے حقیقی خیالات کو ایک مصنوعی پردے میں چھپاتا ہو۔ چنانچہ وہ (۱۰-۸ میں) کہتا ہے۔

"جب تو اس شخص کے نام اختیار کر چکے جو نیک۔ حیادار۔ صاحب فہم و ذکا اور فیاض ہو تو ان ناموں کو مضبوط پکڑے رکھ اور اگر (کسی گناہ کی بدولت) تو انہیں ضایع کر بیٹھے تو پھر جلدی سے انہیں حاصل کرنے کی کوشش کر .... کیونکہ جیسا تو اب تک تھا اسی حالت میں رہنا۔ پھاڑا جاکر ٹکڑے ٹکڑے ہونا اور ایسی زندگی کی ناپاک حالت میں رہنا ہر ایک بیوقوف اور اور زندگی کی مینگنی سے مشتاق شخص کا خاصہ ہے۔ ان لوگوں کی حالت اُن نیم خوردہ جنگلی جانوروں کے ساتھ لڑنے والوں[۱] کی مانند ہے جو گو زخمی اور لہولہان ہوتے ہیں تاہم التجا کرتے ہیں کہ ہمیں اگلے روز تک زندہ رکھا جائے بجالیکہ اگلے روز پھر انہیں انہی پنجوں اور دانتوں سے واسطہ پڑتا ہے۔

[۱] ان شمشیر زنوں کی طرف اشارہ ہے جنھیں اہل روما درندوں سے کشتی لڑوایا کرتے تھے۔ مترجم

اس لئے ان چند ناموں کے لئے اپنا استحقاق پیدا کر اگر تو ان پر قایم رہ سکے تو اس طرح رہ گویا تو جزائر برکات میں پہنچ چکا ہو"۔ افسوس کہ آرلیئس کے لئے اس زندگی میں جزایر برکات بہت دور تھے۔ بت پرستوں کا فلسفہ ہر چند ارفع اور فصیح تھا تاہم اس کے تمام معتقد اداس رہتے تھے۔ اُن کو "خدائی امن" حاصل کرنے کی قدرت نہ تھی "جو تمام فہم و ادراک سے بالا ہے۔ آرنولڈ صاحب فرماتے ہیں کہ "گو ہمیں مرقس دانا۔ نفس پر قابو رکھنے والا حلیم۔ شکرگزار اور بے عیب نظر آتا ہے لیکن بایں ہمہ وہ مضطرب ہے اور آخری راحت کے لئے بازو پھیلا رہا ہے +

اخیر میں مَیں صرف تین مختصر سے مقولے درج کرنے پر اکتفا کرتا ہوں:۔

"خوش رہ اور بیرونی مدد یا وہ امن جو دوسرے لوگ دیتے ہیں اس کی تلاش میں نہ رہ۔ لازم ہے کہ انسان خود سیدھا کھڑا رہے۔ یہ درست نہیں کہ اسے دوسرے کھڑا رکھیں" (۴-۵) +

"سمندر کی اس راس کی طرح بن جا جس پر گو متواتر لہریں ٹکراتی ہیں تاہم وہ بدستور قایم رہتی اور اپنے گرد کے پانی کے جوش کو ٹھنڈا کرتی ہے" (۴-۴۹) +

مرقس آرلیئس کے وقت سے یہ استعارہ کئی بار استعمال ہو چکا ہے۔ چنانچہ گولڈسمتھ بھی اپنے اشعار میں ایک موقعہ پر لکھتا ہے:۔

"جس طرح کوئی بلند ٹیلا اپنی شاندار شکل کو گھاٹی پر سے اوپر کی طرف اُٹھاتا اور طوفان کی زد سے بچا رہتا ہے گو اس کی چھاتی کے گرد لڑھکتے ہوئے بادل پھرتے ہیں تاہم اس کے سر (چوٹی) پر دامی دھوپ رہتی ہے" +

"زندگی کا باقی حصہ بہت ہی کم ہے۔ اسے اس طرح بسر کر گویا تو پہاڑ کی چوٹی پر ہو۔ کیونکہ اس سے کچھ اختلاف واقع نہیں ہوتا کہ کوئی شخص وہاں رہتا ہے یا یہاں بشرطیکہ وہ دنیا میں ہر جگہ اس طرح رہتا ہو گویا ایک مہذب

جماعت میں۔ لوگوں کو وہ حقیقی آدمی دیکھنے اور جاننے دو جو اپنی زندگی اس طرح بسر کرتا ہو جس طرح اسے بسر کرنی چاہئے تھی۔ اگر وہ اس کی زندگی کو برداشت نہ کر سکیں تو انہیں اسے مار ڈالنے دو۔ کیونکہ جس طرح لوگ رہتے ہیں اس طرح رہنے سے تو یہی بہتر ہے"۔ (۱۰-۱۵)

یہ وہ خیالات ہیں جو مرقس آریلیس نے کادی. مارکوانی اور سرماٹی کی جنگ کے بعد اپنے روزنامچے میں لکھے تھے۔ چونکہ عام خلقت سے وہ نہ صرف اپنے شاہی رتبہ بلکہ اخلاقی عظمت کے باعث علیحدہ تھا اس لئے وہ اپنی سوسائٹی اپنی شریف روح میں ہی تلاش کرتا تھا۔ بعض اوقات میں خیال کرتا ہوں کہ وہ مجھے ینونیا کے کسی لق ودق جنگل یا ہنگری کی کسی دلدل کے کنارے بیٹھا نظر آتا ہے۔ غنیم نے رات کے وقت جو آگ جلائی ہے اس کی چمک دور کی تاریکی میں سے دکھائی دیتی ہے لیکن غنیم اور ان کے کیمپ میں ہر طرف سناٹا چھایا ہوا ہے صرف شاہی خیمے کے باہر پہریدار کے قدم اٹھنے کی آواز سنائی دیتی ہے۔ اس شاہی خیمے میں آدھی رات کے بعد بہت دیر تک صابر بادشاہ اکیلے لمپ کی روشنی میں بیٹھا ہے اور گاہ بگاہ اپنے تنہائی کے خیالات کے دوران میں بعض اس قسم کے مقدس اور پاک اقوال لکھنے کے لئے رک جاتا ہے جو اسے قیصر رومی اور روحشیانہ میدان جنگ میں بھی اس قابل بناتے ہیں کہ وہ اپنے گرد کے لوگوں کے کمینہ پن اور کینہ وری کو برداشت اور روزمرہ اپنے عیوب کی ترمیم کرسکے اور جب دنیاوی زیست کا سورج غروب ہونے لگے تو روزمرہ مدامی روشنی کے قریب تر پہنچ سکے۔ اور جب میں اسکی نسبت اس قسم کے خیالات دل میں لاتا ہوں تو مجھے تمام بت پرست زمانہ کی شاندار اور شاہی تصاویر کی گیلری میں سے اس تاجدار فیلسوف اور فاتح جیسے بڑھ کر کوئی شریف خالص یا قابل ہو انسست تصویر نظر نہیں آتی جو زمانہ قدیم کے تمام "طالبان حق" میں سب سے زیادہ منکسر المزاج اور روشن خیال تھا +

خاتمہ

ایک شکی مزاج مصنف نے کسی قدر اظہار نفرت کے ساتھ یہ بات کہی ہے
انجیل میں جو اعلیٰ ترین اخلاقی اقوال پائے جاتے ہیں ان کی نظیریں بت
پرست فیلسوفوں کی تحریروں میں بھی مل جاتی ہیں۔ یہ اظہار تنفر غیر معین
ہے اور مذہب عیسوی کے اخلاقی معلموں نے خود بخود اس کی طرف توجہ
دلائی ہے۔ اس کتاب میں اس بات کے چھپانے کی کوشش
کرنے کے بجائے میں نے خوشی سے حواریوں اور فیلسوفوں کے اقوال کو
پہلو بہ پہلو جگہ دی ہے۔ عیسائیت کی خدائی ابتدا کا انحصار صرف اس کے
اخلاق پر ہی نہیں اس روشنی کی مدد سے جو ان کے اندر موجود تھی۔ اس قانون
کو پڑھ کر جو اُن کے ضمیر پر لکھا ہوا تھا خواہ اس کے حروف کیسے ہی مدھم پائے
ہوئے تھے افلاطون سسرو۔ سنیکا۔ اپکٹیٹس اور آرکی لئیس بہت سی عظیم
اور یادگاری صداقتوں کو سمجھنے اور اُن کی تشریح کرنے کے قابل ہوئے لیکن
وہ سب سے پہلے اس بات کو تسلیم کرنے کے لئے تیار ہوتے کہ اُن کی اُمیدیں
اور توقعات غیر معین تھیں اور انھیں مزید روشنی کی بہت بڑی ضرورت تھی
ان میں جو سب سے دانا تھے انہیں یہ ضرورت ایسی کڑی معلوم ہوئی کہ سقراط
نے بطور پیشین گوئی کے یہ کہنے کی جرات کی کہ زمانہ مستقبل میں ضرور کوئی خدا
کا بھیجا ہوا رہبر اس دنیا پر آئے گا۔ وہ لوگ جو خیال کرتے ہیں کہ تحریری
کشف کے بغیر وہ سب باتیں جان لینا ممکن تھا جو انسان کی بہبودی کے لئے
ضروری ہیں وہ بڑے بڑے بت پرست استادوں کی براہ راست تردید کرتے
ہیں۔ فی الحقیقت ان کے اس بیان سے خود ان اُستادوں کی تردید ہوتی
ہے جنھیں وہ اپنے ثبوت میں پیش کرتے ہیں۔ آگسٹائن یہ کہہ کر ایک نہایت
گہرے اعتقاد کا اظہار کر رہا تھا کہ افلاطون اور سسرو کے بہت سے اقوال
ہر چند کہ بڑے خوبصورت اور دانایانہ ہیں لیکن ان میں یہ بات کہیں نہیں

پائی جاتی "۔ تم سب لوگ میرے پاس آؤ جو محنت کرتے اور بوجھ سے لدے ہوئے ہو اور میں تمہیں تازہ دم کر دونگا" زمانہ قدیم کے خیالات کی دانائی ہر چند کہ نہایت شاندار تھی تاہم روح کے جسم انسانی کے اندر موجود ہنے ۔ قیامت اور گناہوں کی معافی کے متعلق اُن کی واقفیت غیر مکمل اور دھندلی تھی ۔ بشپ شلر کا یہ قول واقعی منصفانہ ہے کہ

"زمانہ مستقبل کی حالت کی مفلیم تلقین ۔ شریرانہ زندگی کے خطرات اور توبہ کے با اثر ہونے کی نہ صرف انجیل میں تصدیق کی گئی ہے بلکہ ان تمام باتوں کی تعلیم دی گئی ہے خصوصاً آخر الذکر پر تو اسقدر روشنی ڈالی گئی ہے جس کے مقابلہ میں قدرتی روشنی بمنزلہ تاریکی ہے"۔

بت پرستی کا اخلاق خود اس کے اپنے بیان کے مطابق ناکافی تھا ۔ یہ امتحانی تھا بحالیکہ مذہب عیسوی کا مستند ہے ۔ یہ دھندلا اور یکطرفہ تھا بحالیکہ مذہب عیسوی ایک شاہی اور پیدا کرنے والی قدرت لے کر نمودار ہوا تھا ۔ اول الذکر صرف ایک قاعدہ مقرر کرتا ہے بحالیکہ آخر الذکر ایک اصول کی تائید کرتا ہے ۔ جن مقامات پر بت پرستی کی تعلیم انجیل کے مطابق بھی تھی وہاں یہ کافی منظوری کے ذریعہ اس کی تصدیق کرنے سے قاصر رہی ۔ بت پرستی کا مذہب اسی پرزور اور با اثر طریقہ پر اس کا اعلان نہ کر سکا ۔ یہ ان اصولوں کے بالکل بے عیب اور صاف عمل کی مثال پیدا کرنے سے قاصر رہا ۔ یہ ان میں کوئی نہ رکنے والا مقصد پیدا نہ کر سکا اور ایک صحیح اور مقدس زندگی کے مدعا کو حاصل کرنے میں جن مشکلات کا پیش آنا یقینی ہے ان میں ایک طاقتور آرام کے ذریعہ یہ اُن کی تائید سے بھی قاصر رہا +

مقتدایان مذہب عیسوی نے اس بات کو ظاہر کرنے کی جو کوشش کی ہے کہ فلسفہ قدیم کی صداقتیں انجیل سے حاصل کی گئی ہیں اس کا باعث بعض حالتوں میں جہالت اور بعض میں تکراری معاملات کے موقعہ پر پوری دیانت داری سے کام نہ لینا ہے ۔ یہ باتیں کہ گیڈیوں (جرجز لعل) ہیرد مبالوس پجاری

ہی تھا جس نے سنکونیا تھن برشین کا واقفیت بہم پہنچائی تھی۔ الیس کا اپنا فلسفہ یہودی نکلی ہی صداقتوں کے ٹکڑوں سے تیار کیا تھا جو اس نے فینشا میں حاصل کئے تھے۔ فیثاغورث اور ڈیا کرٹیس نے ان عبرانی روایات سے فایدہ اُٹھایا جو اُنھوں نے اپنی سیاحت کے دوران میں جمع کی تھیں۔ افلاطون نے حضرت موسیٰ کی تعلیم کی بنا پر ہی سب کچھ کہا ہے ارسطو نے اپنا علم الہیات ایک یہودی سے حاصل کیا تھا جسے وہ ایشیا میں ملا تھا اور سینیکا اور سینٹ پال ایک ہی شخص تھے۔ ایسے ہی تاریخی واقعات کے خلاف اور جھوٹ ہیں۔ جیسے یہ کہنا کہ اچلیس کی ڈھال کا نقشہ باندھتے وقت ہومر کو جنیسس کا خیال تھا یا جیسے کہ سکندریہ کا کلیمنس ہمیں سنجیدگی سے اطلاع دیتا ہے ہیٹاڈس نے مداففیں کی لڑائی۔ جنگ جتھہ ہورن کی ترکیب نقل کر کے جیتی تھی۔ یہ کہنا کہ بت پرستی کی اخلاقی تعلیم نے اپنا "بجھا ہوا چراغ عمداً یا نامعلوم طور پر انجیل کی روشنی سے جلایا" اور اس نے شکریہ کو نظر انداز کر کے اس شان وشوکت پر اس طرح غرور کیا گویا وہ حقیقت میں اس کی ذاتی تھی یا ساری دنیا کی اخلاقی روشنی کے لئے کافی تھی" ایک قطعی ناقابل تصدیق بیان کو پیش کرنا ہے۔ بت پرست فیلسوفوں میں سنیکا۔ ایپکٹیٹس اور آریلیس اخلاق کے بہترین معلم تھے تاہم ان میں سے سنیکا عیسائیوں سے لاپرواہ تھا۔ ایپکٹیٹس ان سے نفرت کرتا تھا اور اریلیس انہیں تکالیف دیتا تھا۔ ان تینوں کو عیسائیوں کی نسبت جس قسم کی معلومات حاصل تھیں وہ صرف اسقدر تھیں کہ مدت سے جس مذہب کو تمام مذاہب میں زیادہ قابل نفرت اور بُرا خیال کرتے رہے تھے۔ عیسائیوں کو اس کا بے حد قابل نفرت اور بُرا فرقہ سمجھتے تھے۔

اس بات میں گونہ رقت آنگیزی ضرور پائی جاتی ہے لیکن اس رقت انگیزی کے ساتھ کچھ حوصلہ افزائی بھی موجود ہے۔ خدا ان کا بھی ویسا ہی خدا تھا جیسے ہمارا وہ ان کا خالق اور اُن کی پرورش کرنے والا تھا۔ وہ اُن کے

انہیں بھی اپنی کوئی نہ کوئی علامت ضرور چھوڑتا تھا۔ جب وہ اندھادھند اسے تلاش کرتے تھے تو وہ ان کے ہاتھوں کو اپنی پوشاک کا کنارہ پکڑنے دیتا تھا انہیں آسمان سے بارش اور پھلدار موسم بھیجتا تھا اور اُن کے دلوں کو خوشی اور راحت سے معمور رکھتا تھا۔ اس کی روح (گو نامعلوم اور غیر محسوس طور پر) ان کے اندر موجود رہتی تھی اور ان کے دلوں کے مندر کو پاک و صاف کرتی تھی۔ ان کے گرد جو عظیم تاریکی پھیلی ہوئی تھی اس میں روشنی کی شعاعیں بھیجتی تھی ان کے شبہات کو دور کرتی اور ناقابل بیان دردناک آوازسے اُن کی سفارش کرتی تھی۔ سب سے بڑھ کر یہ بات ہے کہ ہمارا شفیع ان کا بھی شفیع تھا۔ وہ جسے معاوب مجرم خیال کرتے تھے ان کا حقیقی لیکن دکھائی نہ دینے والا بادشاہ تھا۔ اس کی صداقت کے ذریعہ ان کی ادنیٰ خوبیاں منظور کی گئیں اور ان کی اندرونی بیماریوں کا علاج کیا گیا۔ وہ جس کی پرستش کو وہ قابل نفرت وہم" قرار دیتے تھے وہ اس بادشاہوں کے بادشاہ کے دائیں جانب ان کے لئے کھڑا التجا کرتا تھا۔ ہرچند کہ وہ اسے نہ جانتے تھے تاہم وہ اُن کو اپنی تمام اندرونی برائیاں دور کرنے میں مدد دیتا تھا اور جب وہ اس کے نہایت عزیز مقلدوں کو تکلیف دیتے تھے تو اس وقت بھی یہی کہتا تھا "اے باپ انہیں معاف کردے کیونکہ یہ نہیں جانتے کہ ہم کیا کر رہے ہیں" ۔

بے شک وہ سب بھی اس کے بچے تھے۔ اگر وہ نہ بھی ہوتے تو کیا ہمیں اس بات کی شکایت کرنی واجب ہے کہ بچوں کے حصہ کا تھوڑا سا گوشت کتوں کو کیوں دیا گیا؟ کیا ہم بت پرستی کی ان نامعلوم پیشینگوئیوں میں "معجزانہ اہمیت" نہ آنے دیں؟ کیا کسی افلاطون یا آرلینیس کی خداشناسی کی رغبت پر ہمارا حسد کرنا انسب ہے؟ کیا ہمیں اس امر کا اعتراف نہ کرنا چاہئے کہ حضرت عیسیٰ ام کی روح کی کسی طاقت نے بنیکا کی زندگی کی تاریک آوارہ گردیوں میں بھی اسے ایک زیادہ شریف اور بہتر راستے سے باخبر رکھا؟

ایپکٹیٹس کو اس کی غلامی میں افسردگی کے وقت کسی خدائی امید کی جھلک نہ دیتی رہی ؟ کیا ہمیں اس بات میں ناراض ہونا چاہئے کہ خدا نے اپنی نیکی میں بت پرستوں کو بھی ایسی صداقتیں جاننے کے قابل بنایا جن کی بدولت وہ دکھائی دینے والی دنیا کی تخریبوں اور نہ دکھائی دینے والی دنیا کے خطرات پر غالب آسکے" ؟ ان تمام سوالات کا جواب صرف اسی صورت میں اثبات میں دیا جاسکتا ہے کہ عیسوی کلیسا کی نسبت ہمارے خیالات ایسے کمینہ ہوں کہ ہم اسے محض ایک انسانی سوسائٹی سمجھیں جسے "دنیا میں اس غرض سے قایم کیا گیا ہو کہ ایک خاص مذہب کو کسی خاص دوسرے مذہب سے محفوظ رکھے" لیکن اگر برعکس اس کے ہمیں اس بات کا یقین ہو کہ "وہ یہ ایک ایسی سوسائٹی تھی جسے خدا نے تمام نوع انسانی کے حقیقی میل ملاپ کے لئے بطور شاہد قایم کیا" تو ہمیں اس کے اراکین کو ویسا تسلیم کرنے میں خوشی ہونی چاہئے جیسے کہ وہ اپنے آپ کو سمجھتے تھے یعنی ایک ایسی صداقت کو ماننے والے اور اس کے شہید جسے وہ پورے طور پر سمجھ یا حاصل نہ کر سکے لیکن جو ان لوگوں کی زندگی اور موت ۔ صحیح اور غلط کاموں ۔ اچھے اور برے لفظوں کے ذریعہ جو کم سے کم بھی اسے سمجھ سکتے تھے ظاہر ہونے اور اپنے آپ کو ثابت کرنے والی تھی ۔ جن لوگوں کا یہ عقیدہ ہے وہ ان وزندار اور قابل یادگار فقرات میں سے جو مرقس اریلیئس کے خیالات میں پائے جاتے ہیں کسی ایک کو چھپانے ۔ اس کا غلط پہلو دکھانے یا اس کی کم قدر کرنے کی جرات نہیں کرسکتے ۔ اگر وہ ایسا کریں تو وہ گویا اس صداقت کے ایک حصہ کی بیقدری کرتے ہیں جسے ظاہر کرنے کے لئے واعظین انجیل مقرر کئے گئے وہ گویا خود اس فیلسوف بادشاہ کی غلطی کے مرتکب ہوں گے گو ایسا کرنے کے لئے ان کے پاس کسی قسم کی معذرت موجود نہ ہوگی ۔ نہ وہ ایسا کہنے کی جرات کرسکتے ہیں کہ مذہب عیسوی کی تلقین نے بے خبری کے طور پر اس کے اندر اپنی روشنی کا کچھ حصہ پہنچا دیا تھا گو وہ بظاہر اسے پرے

ر[illegible] ہی کی کوشش کرتا رہا۔ انہیں اس بات کا یقین ہوگا کہ یہ خدا کی نیک مرضی تھی کہ یہ زمانہ ایک خاص صداقت کو حاصل کرے اور سمجھے۔ وہ صداقت جو کچھ بھی تھی اس کی علامات انہیں پلوٹارک کے ڈیمن سمجھنے کی کوششوں میں رجس نے سقراط کی رہبری کی تھی، افلاطیس کی دلیرانہ زبان میں فرقہ ناسٹک کے پریشان کن خیالات میں جسٹن شہید کے مذہب عیسوی کو فلسفہ ثابت کرنے کے شوق۔ مرقس ارلیئیس کے عیسایت کے اصول سمجھنے اور عیسائیوں سے اس کی نفرت میں نظر آئیں گی۔ ہر طرف سے انہیں اس امر کی شہادت ملے گی کہ وہ اصول اور سوسائٹی جو تمام بنی نوع انسان کے لئے مقصود تھی لوگوں کے یک طرفہ خیالات اور سمجھ پر مبنی نہیں رہ سکتی بلکہ اس کے لئے لازم ہے کہ واقعات کے ثبوت سے ان خیالات کو مناسب ثابت کرتی۔ انہیں اپنا طرفدار بناتی یا ان کے ابطال ثبوت دیتی رہے +

لیکن شاید بعض ناظرین یہ کہیں گے کہ بت پرست مصنفوں کی تحریروں میں وہی صداقتیں پڑھنے سے ہمیں کیا فایدہ حاصل ہو سکتا ہے جنہیں نہایت ارفع۔ صاف اور بے حد زیادہ با اثر طریقہ پر ہماری اپنی مقدس کتابوں میں درج کیا گیا ہے۔ اس سوال کا جواب دینے سے پہلے میں خلیفہ عمر کا روایتی قصہ[1] بیان کرنا ضروری سمجھتا ہوں جب انہوں نے شہر اسکندریہ کو فتح کیا تو انہیں وہ عظیم الشان کتب خانہ دکھایا گیا جس میں لٹریچر کے بے بہا خزانے جمع تھے جنہیں بادشاہوں کی ایک پوری نسل کے شوق محنت اور فیاضی کی بدولت یک جا کیا گیا تھا۔ آپ نے پوچھا "ان کتابوں کا کیا فایدہ ہے؟ یا تو وہ قرآن کے موافق ہوں گی یا اس کے خلاف اگر موافق ہیں تو وہ غیر ضروری ہیں اور اگر خلاف ہیں تو ضرر رساں بہرصورت لازم ہے کہ انہیں جلا دیا جائے جیسا کہ روایت سے ظاہر ہے انہیں جلا تو دیا گیا لیکن خلیفہ کی اس حرکت کو ساری دنیا سخت وحشیانہ قرار دیتی ہے۔ شاید بت پرستوں کو الہیات پڑھنے

[1] تازہ ترین تحقیقات اس قصہ کو بے بنیاد ظاہر کرتی ہے۔ ۱۲۔

کے استعمال کا سوال ویسا ہی غیر فلسفیانہ ہے جس طرح اس پر غور کرنے کے لئے ہم بہت کم الفاظ صرف کر سکتے ہیں۔ بظاہر اس کا جواب یہ ہے کہ خدا نے لوگوں سے "مختلف اوقات اور جداگانہ طریقوں پر" ایک بیحد متنوع دانائی کے ساتھ گفتگو کی ہے۔ بعض اوقات اس نے عبرانی پیغمبروں کی زبانی صداقت کی تعلیم دی ہے اور بعض اوقات بت پرست فیلسوفوں کی زبانی۔ اس کی تمام آوازیں اس امر کی متقاضی ہیں کہ ہم ان کی طرف پوری پوری توجہ دیں۔ اگر اس نے یہودی کو قدرت بخشی کہ وہ خدائی بصیرت اور زیادہ عمیق طاقت سے بولے تو وقتاً فوقتاً جنیٹل کی زبانی بھی اعلیٰ و ارفع خیالات کا اظہار ہوتا رہا پس ہم مختلف زبان، اور جداگانہ بولیوں کے لوگوں سے بھی صداقت حاصل کر سکتے ہیں۔ انہیں بھی ویسے ہی خواب اور خیال آئے اور سارنگی کی تاریک آواز سنائی دیتی رہی۔ ایسی صداقتیں جب ہمارے پاس پہنچتی ہیں تو ان میں ایک عجیب طاقت اور تازگی پائی جاتی ہے۔ ان میں ایک کمتر درجہ کی روشنی والی انسانیت کے قواعد کی حیثیت میں ایک عجیب خوبصورتی پائی جاتی ہے صورت کی جدت کے باعث ان میں اعتقاد کی ایک نئی طاقت ہوتی ہے اور چونکہ ہم اس سے کم واقف ہوتے ہیں اور ہماری توجہ بار بار ایک ہی معلوم شدہ بات کو سنتے سنتے تھک جاتی ہے۔ اس لئے وہ اس طرف بہت آسانی سے منعطف ہو جاتی ہے۔ ہم عیسوی صداقتوں کو جو بت پرستوں نے کی ہیں ہاتھ سے دینا منظور نہیں کر سکتے نہ میوز اور سبل کے شاندار اقوال کو دبا دینا پسند کرتے ہیں جو "سینکڑوں فتوحات، کے نقاروں اور لوٹ گھسوٹ سے منتخب طور پر" اب تک محفوظ رہے ہیں۔ اگر سینٹ پال اراطس۔ میانڈر اور ایپی مینائیڈس اور ان کے علاوہ ایک سے زیادہ رزمیہ نظم کا حوالہ بڑی قدر کے ساتھ دیتا ہے۔ اگر ملہم حواری کریٹ کے ایک فیلسوف اور ایتھنز کے ایک کومیڈی لکھنے والے سے خود سبق حاصل کر اور دوسروں کو تعلیم دے سکا۔ ہمیں یقین کرنا چاہئے کہ سینیکا کے اقوال سے بھی ضرور راستی حاصل

ہوتی اور وہ ایپکٹیٹس اور آریلیئس کی تحریروں کو ویسی ہی تعریف کی نظر سے دیکھتا جس طرح اس نے نامعلوم خدا کی قابل یادگار قربان گاہ کو شکریہ کے جوش سے دیکھا تھا +

آؤ ہم ان تین سٹوِاک فیلسوفوں کا آخری اور مختصر سا خاکہ کھینچیں جن کی زندگیوں پر ہم سطور بالا میں غور کرتے رہے ہیں اور ان کی تحریروں میں عیسوی صداقت کے متعلق جو خاصیتیں۔ کمیاں اور خاص خاص تعلقات یا اختلافات پائے جاتے ہیں ان پر غور کریں +

طرطولیئن کا قول ہے کہ "سینیکا اکثر ہمارا ہے" اور اسی عذر کی بنا پر وہ اکثر اس کی تحریروں کا حوالہ دیتا ہے تاہم ان تینوں فیلسوفوں میں سے خاص خاص موقعوں پر اگر وہ مذہب عیسوی سے زیادہ مطابقت رکھتا بھی ہو تو عام تحریر میں وہ اس سے بہت بڑا اختلاف رکھتا ہے +

وہ عیسائیت سے اپنے بعض نہایت اہم اعتقادات اور زندگی پر غور کرنے کے طریقوں میں اختلاف رکھتا ہے۔ مثلاً خدا کی نسبت اس کا خاص خیال کیا ہے ؟ عام طور پر وہ کائنات کو خدا مانتا ہے اس میں شک نہیں کہ وہ خدا کی محبت اور نیکی کا ذکر کرتا ہے تاہم اس کے نزدیک خدا کوئی زندہ شخصیت رکھنے والا باپ نہیں بلکہ سارے عالم کی روح ہے یعنی آتشیں۔ ابتدائی اور عامی اصول جو ایک بے حرکت لیکن مدامی مادے میں حرکت پیدا کرتی ہے اور روحیں بھی اس کے ذرات اور چنگاریاں ہیں۔ وہ کہتا ہے

> "خدا فطرت۔ قسمت۔ دولت عالم اور ہر جگہ محیط ذہن ہے۔ وہ اس عالم میں مادی تبدیلی نہیں کر سکتا کیونکہ وہ خود قسمت کی طاقت کے ماتحت ہے جو ناقابل تبدیلی ہے۔ خدا گرج نہیں پیدا کرتا بلکہ قسمت کرتی ہے وہ اپنے کاموں میں خوش نہیں ہوتا بلکہ ان کے ساتھ ہی ملا ہوا ہے" +

فی الحقیقت۔ بڑی خوشی سے پوپ کے ان الفاظ کو اختیار کرنا پسند کرتا کہ

"یہ سب چیزیں اس عظیم مجموعے کے اجزا ہیں جن کا جسم قدرت اور
روح خدا ہے"

ممکن ہے ان الفاظ میں کوئی مبہم و مشکوک معنی پائے جاتے ہوں اور
عیسائی لوگ ان معنوں میں ان الفاظ کا اعتراف اور اُن کی توضیح کریں تاہم
سینیکا کے دل میں جو نتایج اُن کی بدولت پیدا ہوتے تھے وہ عیسائیت سے
بالکل برعکس تھے مثلاً اس کی رائے میں دانا آدمی خدا کے برابر ہے وہ اس
کا پرستار۔ نوکر یا اس کے آگے التجا کرنے والے کی حیثیت نہیں رکھتا بلکہ اس کا
ہم جلیس اور اس کا رشتہ دار ہے۔ صرف وقت کے اعتبار سے وہ خدا سے مختلف
ہے۔ پس بقول اس کی دعا کے تمام طریقے غیر ضروری ہیں اور بیرونی پرستش
کی تمام صورتیں فضول اور طفلانہ۔ جو چیز تم خود حاصل کر سکتے ہو اس کے لئے التجا
کرنا حماقت ہے۔ "عہد کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ اپنے آپ کو خوش رکھو"
یہی نہیں بلکہ اس ناقابل برداشت غرور میں اگر چہ فرقہ سٹواک کے فیلسوفوں
کی سخت ترین گمراہی کی حالت میں پایا جاتا تھا خاص خاص حالتوں میں دانا
آدمی کو خدا سے برتر تسلیم کیا گیا ہے کیونکہ خدا تو مصائب کی زد سے محفوظ ہے
لیکن دانا ان مصیبتوں پر رنج نہیں کرتا نیز خدا تو ضرورتاً نیک ہے لیکن دانا
آدمی اپنی مرضی سے ایسا بنتا ہے۔ یہ فضول اور صریح جھوٹ سینیکا کے اس
رسالے میں پایا جاتا ہے جو اس نے خدا پر لکھا ہے۔ اسی رسالے میں وہ خودکشی
کی تعریف کرتا اور روح کے غیر فانی ہونے کے متعلق شبہ ظاہر کرتا ہے۔

سینیکا کی ساری اخلاقی تعلیم کی بنا دو اصولوں پر قایم تھی یعنی اولاً تو یہ کہ
ہمیں قدرت کی تقلید کرنا چاہئے اور ثانیاً اعلیٰ امراج کے انسان کی مفروضہ تکمیل
(۱) اب اگر ہم "قدرت کو تقلید کرنے" کے اس اصول کی توضیح اسی طرح
کریں جیسے جوونیل نے کی ہے اور یہ کہیں کہ قدرت کی آواز ہمیشہ فلسفہ کی آواز
سے ہم آہنگ ہوتی ہے اگر ہم یہ ثابت کر سکیں کہ ہماری حقیقی فطرت ہمارے
نہایت اعلیٰ اور نفیس طریقہ پر تربیت یافتہ ادراک کے فرمان کے علاوہ اور

کچھ نہیں۔ اور اگر ہم یہ بات قایم کرسکیں کہ ظلم۔ بے شرمی۔ شہوات نفسانی اور خود غرضی کا ہر ایک فعل لازم طور پر ہماری فطرت کے خلاف ہے تو ہم بھی بشپ بٹلر کے ساتھ ہم آواز ہوکر یہ کہہ سکتے ہیں کہ "قدرت کی تقلید کرنے" کا اصول لاپروائی سے اور غیر معین طریق پر گفتگو کا طریق نہیں بلکہ صاف۔ واضح منضبط اور صحیح ہے"۔ لیکن اس قسم کے مسئلہ میں کوئی عملی قیمت پانے یا نیکی کی زندگی میں اس سے قابل قدر امداد حاصل کرنے کے لئے پہلے سسٹم کو کس قدر مکمل بنانے اور کہاں تک ابتدائی تربیت دینے کی ضرورت ہے! سینیکا کے ہاتھوں میں یہ ایک بالکل خالی اصول رہ جاتا ہے۔ اس کے اندر بشپ بٹلر کی سی باریک بینی اور زباں دانی کا مادہ موجود نہ تھا اور فرقہ سٹوائک کے اس اصول کی اس نے جو توضیح کی ہے۔ اس کی بدولت اس کا حقیقی مطلب بے معنی لفاظی کی شاندار دھند اور عظیم الشان رونہ میں فوت ہوجاتا ہے ❊

(۲) اعلیٰ معراج کے انسان کی اس نے جو توضیح کی ہے اس میں بھی اسے چنداں کامیابی نہیں ہوسکی۔ یہ بظاہر شاندار خیال درحقیقت الوالعزمانہ مگر بنجر ہے۔ فرقہ سٹوائک کا دانا آدمی ایک قسم کا اخلاقی عنقا ہے یعنی اس کا وجود ناممکن اور غیر مطبوع ہے۔ وہ نظرات میں نڈر جذبات سے عاری۔ مصائب میں خوش۔ طوفان میں مطمئن رہتا ہے۔ وہی اکیلا زندگی بسر کرنا جانتا ہے۔ کیونکہ صرف وہی مرنا جانتا ہے۔ وہ کل دنیا کا مالک ہے کیونکہ خود اپنا مالک ہے۔ اور خدا کی برابری کرتا ہے۔ وہ شاندار غیر منضبطرانہ طور پر ہر شے کو نگاہ نفرت سے دیکھتا ہے۔ اسے انسانی اداسی سے تنفر ہے اور وہ تکلیف دہ ارفع خیالی سے ہماری تمام امیدوں اور خطرات پر مسکراتا ہے ❊

لیکن اس بے خطا اور ناخوشگوار دیو کے ایک اور خاکہ میں سینیکا ہمارے روبرو ایک ایسا مغرور پہلوان نہیں پیش کرتا جو سارے عالم کے مقابلہ پر تیار اور جذبات یا قسمت کے تمام ڈنکوں یا تیروں کے اثر سے محفوظ ہو۔

بلکہ وہ اسے ایک بہادر کی حیثیت میں دکھاتا ہے۔ جسے فتح کل کا اطمینان حاصل ہے جو بلاشبہ زیادہ نازک طبع ہے لیکن تاہم اس کے اندر خواہشات جذبات یا ضروریات کا احساس موجود نہیں اور جسے کبھی رحم نہیں آتا کیونکہ رحم اس کے نزدیک ایک ایسی کمزوری ہے جو اس کے اطمینان میں خلل انداز ہوتی ہے۔ جب فصیح بوسٹ Bossuet نے ان فرضی تکمیلوں کو پڑھا تو اس کا یہ کہنا کچھ بے جا نہ تھا کمزور اور فانی انسانوں کے لئے اس قسم کی شر اختیار کرنا بہت ارفع ہے لیکن اے! وہ حقیقت میں شاندار معقولو اے وہ ظاہری بے احساسی اور اے وہ بناوٹی اور فرضی دانائی جو اپنے آپ کو اس لئے مضبوط خیال کرتی ہے کیونکہ وہ سخت ہے اور اس لئے عالی سمجھتی ہے کیونکہ وہ مبالغہ آمیز ہے۔ بھلا کیونکر یہ اصول ہماری روحوں کو بچانے والے کی باحیا سادگی کے خلاف ہیں جو ہماری انجیل میں اپنے وفادار مقلدوں کو مصیبت میں دیکھ کر اعتراف کرتا ہے کہ انہیں اس سے افسوس ہوگا" تم لوگ روؤگے اور دست تاسف ملوگے" کیا عیسائی اس دانائی پر جو فرقہ سٹواک کے لوگوں نے حقیقت میں حاصل کی حسد کریں گے جب وہ اس خشک اور بے خون معیار کا مقابلہ اس کے ساتھ کریں جو یروشلم پر رویا اور جس نے لازرس کی قبر پر افسوس کیا جس کی ماں اور دوست موجود تھے۔ جو کسی سے نفرت نہ کرتا تھا۔ جو سب پر رحم کھاتا تھا جس نے موت کے درجہ تک (اور موت بھی صلیب کی) عجز اختیار کیا۔ جس کی خدائی صفات ہمارے لئے حاصل کرنا ناممکن ہے کیونکہ وہ خدا ہے لیکن جس کی نظیر پر ہم عمل پیرا ہو سکتے ہیں۔ کیونکہ وہ اعلیٰ درجہ کا انسان تھا"

سینیکا کی زندگی اور فلسفہ کا واحد مدعائے عظیم "آرام" تھا یہی ایک ایسا معاملہ ہے جس کا ذکر بار بار "خوش زندگی" "اطمینان قلب" "وغیرہ" "آرام" اور "فاضل آدمی کے استقلال" کے متعلق اس کی تصنیف کردہ کتابوں میں آتا ہے۔ بے دردانہ سرد مہری اور ہر قسم کے جذبہ کو سختی سے

دبانے کو ہمیشہ مدمائے فلسفہ سمجھ کر اس کی تکریم کی جاتی تھی۔ جب سٹلپو صدر عدالت مصر کی بیوی بچے مر گئے اور جایداد ضایع ہو گئی تو اسی خیال سے اس نے یہ بات کہی تھی کہ میرا کچھ ضایع نہیں ہوا۔ کیونکہ جو کچھ میرے قبضہ میں ہے وہ تو میری شخصیت کے اندر موجود ہے۔ اسی کی بدولت سینیکا ایسی باتوں کے جال میں پھنس گیا جو بالکل خلاف فطرت۔ بالکل فرضی اور اس کی تحریروں میں بہت کم سچی ہیں۔ یہ اس کی زندگی کی ناکامی اور بے عزتی کا تلخ ذریعہ تھا۔ یہ خیال بدترین صورت میں اس کی اس کتاب میں موجود ہے۔ جو اس نے "غصہ" پر لکھی ہے۔ ارسطو کا قول ہے کہ "غصہ ایک اچھا خادم لیکن ایک بُرا آقا ہے"۔ اخلاقی نظام میں تند مزاجی کے عنصر کی بے حد اہمیت اور قدر کا اعتراف افلاطون نے بھی کیا ہے۔ بشپ بٹلر Butler کی تحریرات کے باوجود اکثر عیسائی مصنفین نے اس صداقت کو نظر انداز کر دیا ہے کہ ایک شریف طبیعت کے لئے نفرت سے نفرت کرنا" اور حقارت کو بنظر حقارت دیکھنا" ویسا ہی لازم ہے جیسے "محبت سے محبت کرنا"۔ لیکن سینیکا دانا آدمی کے غصہ یا اخلاقی عیب پر ناراض ہونے کے خیال پر ہی قریب قریب خود غصہ میں آجاتا ہے۔ نہیں اسے غصہ نہ ہونا چاہئے کیونکہ اس سے اس کے شاندار اطمینان میں فرق آتا ہے اور اگر اس نے اپنے آپ کو کسی بُرے کام کے سرزد ہونے پر ناراض ہونے دیا تو اسے تمام دن غصہ رہنا پڑے گا۔ اس علی نفس پروری کے طریق اور برائیوں کے مفروضہ لا علاج ہونے کے خیال کو کاہلی سے تسلیم کرنے کے خیال نے سینیکا کی ساری زندگی تلخ کر دی۔ پروفیسر مارس فرماتے ہیں۔ "اس نے اپنے آپ کو اس قسم کی تربیت دی تھی کہ غصہ میں آئے بغیر شخصی نقصانات برداشت کر اور تمام اخلاقی عیوب کو دیکھ سکتا تھا۔ اگر یہ اصول پختہ اور اس قسم کا قابو پسندیدہ ہے تو ہمیں اسکا سارا نتیجہ برداشت کرنے پر قانع رہنا چاہئے۔ لیکن اگر ہم ایسا کرنے کے لئے تیار نہ ہوں تو ہمیں فلسفیانہ اطمینان کو ہاتھ سے دیتے ہوئے بھی ظلم اور بدی سے

نفرت کرنے کا ارادہ کر لینا چاہیئے"۔ لیکن آرام ہمارا مدعا نہ ہونا چاہیئے ۔
"ہمیں خوشی کے لئے کوئی حق حاصل نہیں۔ بہبودی اور آرام کے لئے دیوتاؤں نے ہمارے اندر کوئی استحقاق نہیں رکھا۔"

یہ ایک اس قسم کی صداقت ہے جس کی موجودہ مذہبی دنیا میں بے حد ضرورت ہے کہ اس عیسائی کی نیکی واقعہ میں بڑی کمتر۔ معمولی اور بے اثر قسم کی ہوگی جسے ظلم۔ بے انصافی۔ ریاکارانہ اور بے وفائی اور مجلسی جرایم کو دیکھ کر اس قدر اخلاقی غصہ نہ آتا ہو۔ کہ اس کے اندر اس کی ساری روح جلنے لگ جاتی ہو ۔

سطور بالا میں فرقہ سٹواک کے اصولوں میں جو نقایص پائے جاتے ہیں میں نے اُن پر اس حد تک کہ جس میں سنیکا اس کا جائز مظہر ہے آزادانہ نکتہ چینی کی ہے۔ لیکن میں اس کے نقایص ظاہر کرنے پر ہی اکتفا نہیں کر سکتا اس لئے میں مناسب خیال کرتا ہوں کہ ایک گمنام مصنف نے جو الفاظ اس کے متعلق لکھے ہیں انہیں اس موقعہ پر دہراؤں ۔

"اس کے تمام خیالات ایک نامعلوم عیسایت کے پردہ میں ڈھکے ہوئے ہیں۔ اگر بہ حیثیت انسان کے اس کی نیک نامی پر دھبہ لگا ہوا ہے تو بہ حیثیت ایک فیلسوف کے اس کی اعلیٰ زندگی کے لئے خواہش سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ اگرچہ اعلےٰ موسیقی کے اندر بعض اوقات کمزور سفرقہ سٹواک کی جھانجھ کی آواز سنائی دے جاتی ہے تو بھی اصلی سُر کی آواز گونجتی ہوئی کانوں کے اندر رہ جاتی ہے"۔

(۲) اگر سنیکا آرام کا متلاشی تھا تو اپکٹیٹس کا مدعا عظیم آزادی۔ اور مرقس آریلیئس کا خودمختاری حکومت تھا۔ اختلاف مقاصد ان سارے فلسفہ میں پایا جاتا ہے گو اس میں شک نہیں کہ ان تینوں کے اندر ایسے خیالات موجود ہیں جو اس فرقہ کے لوگوں کی موت۔ قسمت اور رائے کے اظہار نفرت سے پیدا ہوتے ہیں۔ اپکٹیٹس غلام ناقابل خلل اطمینان کے ساتھ ان تمام خوشیوں کی

خواہش کو عمداً چھوڑ دیتا ہے جن سے قسمت اسے محروم کر چکی تھی۔ سینیکا نے جو دربار میں رہتا تھا پہلے سے اپنے آپ کو ایک دنیاوی آدمی کے حوصلہ اور فصاحت پر حاوی ہونے والے زور کی بدولت معیبت سے محفوظ کر لیا تھا۔ مرقس آریلیس جو عروج انسانی کے نصف النہار پر پہنچا ہوا تھا جسے سوائے اپنے جذبات کے کسی سے خوف نہ تھا اور ناقابل تغیر ضرورت کے سوا اور کوئی چیز اپنے سے بالا نظر نہ آتی تھی اپنی روح کا اندازہ لگاتا اور دنیاوی امور کے مدامی طور پر جاری رہنے پر غور کرتا ہے۔ ان میں سے ایک قانع غلام ہے جسے نہ خواہشات ہیں نہ اندیشے۔ دوسرا ایک بڑا امیر ہے جسے ہر چیز کے ضایع ہونے کا اندیشہ ہے اور تیسرا ایک شہنشاہ ہے جو صرف اپنے آپ اور خدا پر بھروسہ رکھتا ہے"۔

اپیکٹیٹس اور مرقس آریلیس کی نسبت ہم خلاصہ کے طور پر کچھ نہیں کہہ سکتے کیونکہ ان میں کوئی ناموافقت نہیں پائی جاتی اور نہ اس قسم کی کوئی کمی نظر آتی ہے جو سینیکا کے فلسفہ میں خصوصیت سے پائی جاتی ہیں۔ سینیکا میں جو "املاق فروشی"۔ معلمانہ نمود۔ بلکہ خود ستائی۔ اور نقیضانہ جھک پائی جاتی ہے وہ ان کے اندر موجود نہیں۔ سینیکا کی اندرونی زندگی کی تصویر۔ نفس کشی کے متعلق اس کی کوششیں اس کی نہ تھکنے والی ریاضت اپنے نقطہ خیال سے تمام مقدس اور نیک باتوں کے لئے اس کا جوش۔ یہ تصویر ہر چند کہ مبالغہ اور مغرورانہ خود ستائی کے باعث دھندلی ہو چکی ہے"۔ تاہم وہ کیمپینین Campanian محلات کی خوکانہ طرز کے مقابلہ میں بڑی شریفانہ مثال پیش کرتی ہے اور اپنی پیچیدہ کلیت میں نہایت اداس اور موثر ہے تاہم اسی مصنف کے الفاظ میں ہمیں اس بات کا اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ جب ہم سینیکا سے اپکٹیٹس اور مرقس آریلیس کی طرف جاتے ہیں تو ایسا معلوم ہوتا ہے گویا ہم کسی کھوکھلی چیز کی طرف سے ٹھوس کی طرف۔ متغیر خیالات کی طرف سے استاد کی غیر شخصی سادگی کی طرف اور اکثر فضول نمائش سے حقیقی سنجیدگی کی طرف جا رہے ہیں"۔ جہاں تک معلوم ہو سکا ہے فرقہ اسٹوائک کے ان فیلسوفوں کا اخلاق بالکل شریفانہ اور خوشنما ہے

ممکن ہے کہ اپکٹیٹس میں سٹواک نخوت اور لاپرواہی کی کوئی سرسری جھلک معمولی سی بو پائی جائے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ مرقس آریلیئس میں ایک اسی قسم کی گہری اور گاڑھی اداسی نظر آئے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ فلسفۂ خودی کو ایک شاندار کام قرار دیتا تھا جسے بداخلاقی سے بالکل واقفیت نہ تھی جو ایک دھندلے "ہمہ اوست" کے مسئلہ میں ایک شخصی خدا اور باپ کے شخصی رشتہ کے احساس کی ناقابل بیان برکت کو زایل کر دیتا تھا مقابلۃً کس قدر بے حقیقت تھا۔ تاہم ان دونوں میں اس بات کا کافی اور کافی سے زیادہ ثبوت ملتا ہے کہ تمام زمانوں اور تمام ملکوں میں جن لوگوں نے خدا کو تلاش کیا انہوں نے اسے پا لیا ہے۔ انہوں نے خیال کے اعلیٰ اصول اور کام کے ارفع معیار حاصل کر لئے اور وہ بے حد تاریکی میں بھی اس قابل ہو سکے ہیں کہ بالارادہ اپنا قدم سورج کی کرنوں کی اس سیڑھی کے سب سے نچلے تختے پر رکھ سکیں جو تاریکی میں سے گزر کر روشنیوں کے عظیم باپ تک پہنچتی ہے۔

لیکن ساتھ ہی یہ بات قابل غور ہے کہ ایسے آدمیوں کا وجود ہی انجیل کے اس فیصلہ کی ایک اہم دلیل ہے کہ "دنیا دانائی سے خدا کو نہ جانتی تھی" کیونکہ زمانہ قدیم کی تاریخوں میں سے ہم کتنے اس قسم کے لوگوں کو گن سکتے ہیں؟ کیا ساری قدیم تاریخ اور قدیم لٹریچر کے دائرے میں پانچ آدمی بھی اس قسم کے نظر آتے ہیں جنھیں ہم ناموافقت کے احساس کے بغیر "مقدس" کہہ سکیں سقراط۔ اپکٹیٹس اور مرقس آریلیئس کا ذکر کر چکنے کے بعد مجھے تو اور کوئی نظر نہیں آتا۔ منصف آدمی بے شمار ہو گزرے ہیں یعنی ایسے آدمی جو اعلیٰ کام کرنے کے قابل ہیں جو اس لایق ہیں کہ ان سے محبت کی جائے اور جن کی نسبت مجھے شبہ نہیں کہ جب سلطنت کے بچوں کو نامنظور کیا جائے گا تو انہیں ابراہیم اسحٰق اور یعقوب کی معیت مشرق اور مغرب سے سلطنت آسمانی میں جمع کیا جائیگا۔ بے شک منصف آدمی لاتعداد ہو گزرے ہیں۔ لیکن ان میں نیک اور متقی کتنے ہیں؟ بلاشبہ چند آدمی ایسے ہو گزرے ہیں جنھیں ہم نہیں جانتے جن کے

م چند سال کے لئے بھی تاریخ انسانی پر ثبت نہیں ہوئے۔ ایسے مرد اور عورتیں
جو نامعلوم دیہات اور سادہ نے امکانات میں ہو گزرے ہیں مدد وہ وفادار لوگ جو
مشہور نہیں ہوئے" اس میں کلام نہیں کہ ایسے لوگ ضرور پیدا ہوئے ہوں گے
لیکن کیا وہ نسبتاً زیادہ تعداد میں تھے؟ اگر وہ لوگ جو عوام کی سطح سے اونچے
اٹھتے ہیں۔ جن کی کسی خوبی یا نیکی کے باعث ان کے ہم جنس تعظیم کرتے ہیں
ان کی بے عیب زندگی میں اتنی کم مثالیں ملتی ہیں تو کیا ہم امید لگا سکتے ہیں
کہ معمولی خلقت کے کسی بڑے حصہ نے تقدس کا معتدل سراج حاصل کیا ہوگا۔
اس بات کو مد نظر رکھتے ہوئے کہ کثیر التعداد لوگ ادنیٰ اخلاق کے بحر زخار
میں غوطے کھایا کرتے تھے کیا ہم اس بات کی امید کرنے کی جرات کر سکتے ہیں
کہ ان میں سے اکثر پاکیزگی۔ دیانت داری اور اطمینان کے سبز جزیرے
تک پہنچنے میں کامیاب ہو گئے ہوں گے۔ نہیں یہ ناممکن نظر آتا ہے تاہم
آسمانی سلطنت کی تقسیم میں ہم یہی حالت روزمرہ ہوتی دیکھتے ہیں۔ نہ صرف
بہت سے بڑے بڑے لوگ بلکہ بے شمار ادنیٰ اور گمنام خلقت اس قسم کی
نظر آتی ہے جن کی عام زندگیاں آسمانی روشنی سے بالکل کایا پلٹ ہو جاتی
ہیں۔

بلاشبہ وہ شخص ناخوش ہے جسے ایسے لوگوں سے ذاتی طور پر سابقہ نہیں پڑا۔
اور جس کی امیدوں اور عادات پر ان شعاعوں کا کچھ اثر نہیں ہوا جو ایسے
لوگوں کی زندگیوں کی شرافت اور نیکی سے منعکس ہوتی ہیں۔ اس خیال کو
"ایکسی ہومو" کے مصنف نے خوب ہی ظاہر کیا ہے اور ہم اس کی طرح یہ
سوال کر سکتے ہیں "اگر ایسا ہے تو کیا مسیح ناکام رہا ہے۔ یا کیا مذہب
عیسوی دور ہو سکتا ہے"؟

نہیں۔ یہ ناکام نہیں رہا اور نہ دور ہو سکتا ہے! کیونکہ بچوں کا علم جو اس
نے لوگوں کے اندر پیدا کر دیا ہے وہ ایک بہت بڑی انمول برکت ہے
جو خدا نے ہماری نسل کے لئے منظور کی ہے۔ ہم نے فلسفہ کی اعلیٰ ترین بلند

پروازی دیکھی ہے لیکن پرواز بت پرست خلقت سے اسی قدر بلند تھی جیسے آئیڈا اور آلپس سطح میدان سے۔ اور آئیڈا اور آلپس کی بلند ترین چوٹیاں بھی اس نیلے گنبد یعنی صاف آسمان سے بے حد نیچی ہیں جسے بعض عیسائی حاصل کر چکے ہیں۔ عام خلقت کی یہ حالت تھی کہ فلسفہ کا ان کے دل اور چال چلن پر کچھ بھی اثر نہ تھا" یہ فلسفہ ایک خاص فریق سے متعلق تھا، عام نہ تھا۔ یہ مذہب صرف چند لوگوں کا تھا۔ بہتوں کا نہ تھا سیاسی یا مجلسی زندگی پر اس کی مطلق قوت موجود و موجود نہ تھی۔ زمانہ گزشتہ سے اس کا کوئی ایسا تعلق نہ تھا جیسے عہد جدید کا عہد عتیق سے ہے۔ اس کے بہترین خیالات صرف صداقت کے پہلو اور مناظر تھے۔ کوئی مرکز نہ تھا جس کے گرد وہ حرکت کرتے ہوں کوئی خدائی زندگی ان کے اندر حرکت پیدا کرنے والی موجود نہ تھی۔ وہ روشنی کے غیر معین تسلسل میں گم ہوتے معلوم ہوتے تھے"۔ لیکن برعکس اس کے عیسائیت میں ایک مستقل اور کم نہ ہونے والی چمک موجود تھی یہ نہ صرف لوگوں کے دلوں پر انہیں نتائج بلا کر حکومت کرتی تھی بلکہ اس نے قوموں کے قوانین مرتب کرنے میں مدد دی اور سوسائٹی کی حالت بالکل بدل کر رکھ دی۔ اس نے بنی نوع انسان کو مسیح کے الفاظ میں ایک تازہ منظوری۔ اس کی زندگی میں ایک مکمل مثال اس کی محبت میں ایک زبردست مدعا اور اس کی رست خیز اور معراج میں غیر فانی زندگی کے کافی آرام اور آسایش کا تیقن دلایا۔ لیکن اگر اس کی منظوری۔ مثال۔ مدعا اور آسایش کے بغیر بت پرست لوگ اس کی مرضی کے مطابق چلنا سیکھ سکے۔ اگر اس عظیم تاریکی میں جس میں شاہی رومہ کی گری ہوئی تہذیب چمکتی ہے کوئی اپکٹیٹس یا کوئی اریلئیس ایک کوٹھری میں یا تخت پر بے عیب زندگی بسر کر سکا۔ اور اگر کوئی سینیکا سامان عشرت و نخوت میں رہ کر سادگی اور ایثار کی عادت ڈال سکا تو ہم لوگوں کا جوش اور ترقی کس قدر ارفع ہونی چاہئے جن سے خدا نے اپنے